سلسلہ ادراک وقتل دجال باب لد سے حصہ ششم

دجال، فتنہ دجال

یاجوج اور ماجوج

دنیا کے تمام ادیان، مذاہب، فرقوں، گروہوں، تنظیموں، جماعتوں وغیرہ کی جڑیں کاٹ کرر کھ دینے والی، علماء کے نام پر نبوت کے دعویداروں، اللہ کی طرف دعوت کے لبادے میں جہنم کی طرف دعوت دینے والوں کا دجل چاک کر دینے والی کتاب۔ اس کے علاوہ ایسے ایسے حقائق وانکشافات جو دہلا کر رکھ دیں۔
خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق۔

تالیف: ابو مصعب الخراسانی الشامی

شائع کردہ: ادارہ نشرو اشاعت الانفال میڈیا سنٹر الخلافہ الاسلامیہ

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

ضروری اعلان۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کتاب کا دنیاوی نفع کے حصول کے لیے اور کسی بھی منفی مقصد کے حصول کی خاطر کسی قسم کے استعمال کی اجازت نہیں خلاف ورزی کرنے والے سے ہم مکمل برأت کا اظہار کرتے ہیں اور معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ البتہ خالص اللہ کی رضا کے حصول اور دنیا میں دین کے قیام کی خاطر کتاب کے ہر قسم کے مثبت مقاصد کی خاطر استعمال کی مکمل اجازت ہے۔ نیز اس کتاب سمیت ابو مصعب الخراسانی الشامی کی تمام کتب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی بھی مکمل اجازت ہے۔

سلسلہ ادراک و قتل دجال باب لد سے حصہ ششم

نام کتاب۔ ——— دجال، فتنہ دجال، یاجوج اور ماجوج

مکمل کتاب۔ ——— چھ حصے

اصل متن۔ ——— اردو

ازقلم۔ ——— ابو مصعب الخراسانی الشامی

پروف ریڈنگ و معاونین۔ ——— [ابو ھابیل الخراسانی الشامی
ابو اُسامہ الخرسانی الشامی]

صفحات۔ ——— ۱۸۱ . ۹۶۱ سے ۱۱۴۰ تک

کمپوزنگ۔ ——— عبد الرحمٰن الھندی

گرافکس ڈیزائیننگ۔ ——— ابراھیم صدیق

ایڈیشن۔ ——— اول، آن لائن

تعداد اشاعت۔ ——— لاتعداد

تاریخ اشاعت۔ ——— ۲۰ رجب ۱۴۳۷ ھجری/ 27 اپریل 2016 عیسوی

شائع کردہ۔ ——— الانفال میڈیا سنٹر الخلافۃ الاسلامیۃ

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ

رابطہ۔ بذریعہ ای میل

الانفال میڈیا سنٹر۔ alanfalmc@gmail.com

ابو مصعب الخراسانی الشامی۔ abumusabks@gmail.com

الانفال
علیٰ منہاج النبوۃ

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ

فہرست

مضامین صفحہ

ضروری نوٹ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مکمل کتاب ہزار سے زائد صفات پر مشتمل ہے لیکن ہم نے کتاب کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں پوری کتاب کی فہرست دی گئی ہے لیکن صفات کے نمبر زصرف پہلے حصے کے ہی دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ہر حصے کے شروع میں حصہ اول کے برعکس وہی فہرست آئے گی جو اُس حصے میں موجود ہوگا۔ فہرست میں بنیادی مضامین کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ ان کی وضاحت میں آنے والے مضامین کا ذکر کیا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر باریکی سے فہرست مرتب کی جاتی تو فہرست بہت لمبی ہوجاتی۔ اس لیے صرف بنیادی مضامین کے عنوانات کا ہی فہرست میں ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کا شروع سے لے کر آخر تک یعنی تمام چھ حصوں کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ کتاب کے شروع سے لیکر آخر تک اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کہیں بھی ربط نہ ٹوٹے اس لیے جب تک شروع سے آخر تک مکمل کتاب نہیں پڑھی جائے گی تب تک بہت سی باتیں جو سمجھنا ضروری ہیں وہ سمجھ نہیں آئیں گی۔ اس لیے ہماری نصیحت یہی ہے کہ کتاب کو کہیں کہیں سے پڑھنے کی بجائے کم از کم ایک بار اول تا آخر ترتیب کیساتھ لازم پڑھا جائے تب ہی نہ صرف فائدہ ہوگا بلکہ بہت سے ایسے حقائق اور راز ہیں جن پر سے پردہ اٹھے گا۔ اور اس کے بعد ہی وقت کی نزاکت کا ادراک ہوگا کہ ہم کس وقت میں موجود ہے۔ ایک عظیم تباہی بلکل ہمارے سر پر آچکی ہے اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے تاکہ دنیا و آخرت میں فلاح پاسکیں۔ کتاب میں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے جو کہ علامات ساعت کی سب سے پہلی علامت ہے سے لیکر آخری علامت پر اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں بات کی گئی ہے کہ کسی بھی موضوع کو سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ انسان اللہ سبحان وتعالیٰ کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترے۔

اہرام مصر کی حقیقت

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ يٰهَامٰنُ ابۡنِ لِىۡ صَرۡحًا لَّعَلِّىۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَاب۔ غافر ۳۶

اور کہا فرعون نے اے ہامان تعمیر کر میرے لیے جس سے میں دشمن کے حملے سے بچاؤ کر سکوں اور اس کے ذریعے سے میں پہنچوں ان اسباب کو۔

اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوۡسٰى وَاِنِّىۡ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا۔ غافر ۳۷

آسمانوں کے اسباب پس طلوع ہو جاؤں موسیٰ کے الٰہ کی طرف اور اس میں کچھ شک نہیں میں اسے دیکھتا ہوں کاذب یعنی وہ جھوٹا ہے دراصل میں ہی رب الاعلیٰ ہوں۔

صرحا۔ ایک بہت بڑی ایسی تعمیر جس کے ذریعے دشمن کے حملے سے بچا جا سکے اور دشمن پر اس کے ذریعے حملہ کیا جا سکے۔

فرعون نے ایسی تعمیر کی اور فرعون اللہ کو اپنا دشمن کہتا تھا اور اللہ کی طرف سے حملے سے بچنے کی غرض سے کچھ ایسا بہت بڑا تعمیر کروایا۔

ہامان فرعون کا ایک وزیر تھا جو بذات خود ایک بہت بڑا سائنسدان تھا اس کے کارناموں کی وجہ سے جو اس نے بڑی بڑی ایجادات فرعون کے لیے کیں تھیں جن میں سرفہرست ہارپ ٹیکنالوجی تھی جس کے ذریعے سے فرعون موسموں کو کنٹرول کرتا تھا کی وجہ سے ہامان کو اپنے وزراء میں شامل کیا ہوا تھا۔

فرعون نے ہامان کو کہا کہ وہ اس کے لیے بنائے صرحا یعنی ایسی تعمیر جس کے ذریعے سے میں اپنے دشمن کا مقابلہ کروں اور آیات میں بلکل واضح ہے کہ فرعون نے اپنا دشمن اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات کو قرار دیا اور فرعون نے کہا کہ وہ اس تعمیر کے ذریعے ان اسباب تک پہنچے جن کے بل بوتے پر موسیٰ کا الٰہ مجھ پر حملے کر رہا ہے۔آل فرعون پر کئی ایسے حملے کیے گئے جیسے ٹڈیوں کا حملہ، مینڈکوں، جوؤں اور خون سمیت مختلف حملے جن کا قرآن میں بھی ذکر ہے اور بائبل کے پرانے عہد نامے یعنی تورات میں بھی تفصیل کیساتھ ذکر ہے۔فرعون جو کہ جانتا تھا کہ اس کائنات میں ہر کام حق کیساتھ ہوتا ہے کچھ بھی جادوئی طریقے سے نہیں ہوتا اس لیے اسے علم تھا کہ آسمانوں میں ایسی قوت یعنی نور ہے جو

ٹڈیوں، مینڈکوں، جوؤں وغیرہ سمیت مختلف فوجوں کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے اگر اس قوت کا رستہ روک دیا جائے تو موسیٰ کا الٰہ بے بس ہو جائے گا یعنی فرعون موسیٰ کے الٰہ پر طلوع ہو جائے گا مکمل غلبہ حاصل کر لے گا۔ اسی مقصد کے لیے یعنی اس قوت کو روکنے کے لیے فرعون نے ہامان کو ایسی تعمیر کا حکم دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ صرحاً کیا تھا جو فرعون نے تعمیر کروایا؟

اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں اس کا بھی جواب دے دیا نہ صرف جواب دے دیا بلکہ اللہ نے فرعون کی اس تعمیر کو آج تک قائم رکھا تا کہ بعد میں آنے والوں یعنی موجودہ انسانوں کے لیے باعث عبرت ہو اگر یہ غور وفکر کریں تو۔ فرعون نے مصر پر حکومت کی اور وہیں مصر میں ہی ایسی تعمیرات کروائیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں اوتاد کہا جیسا کہ درج ذیل آیات میں مذکو ہے۔

وَّفِرۡعَوۡنُ ذُوالۡاَوۡتَادِ. ص ١١

اور فرعون اوتاد یعنی پھانوں والا

وَفِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ. الفجر ١٠

اور فرعون اوتاد یعنی پھانوں والا

اوتاد جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد **''وتد''** ہے۔ اور اس کے معنی اردو میں پھانہ، فانہ، تکونہ وغیرہ کے ہیں اور انگلش میں اسے Wedge کہتے ہیں۔

اسے آپ تصویر میں دیکھ سکتے ہیں۔
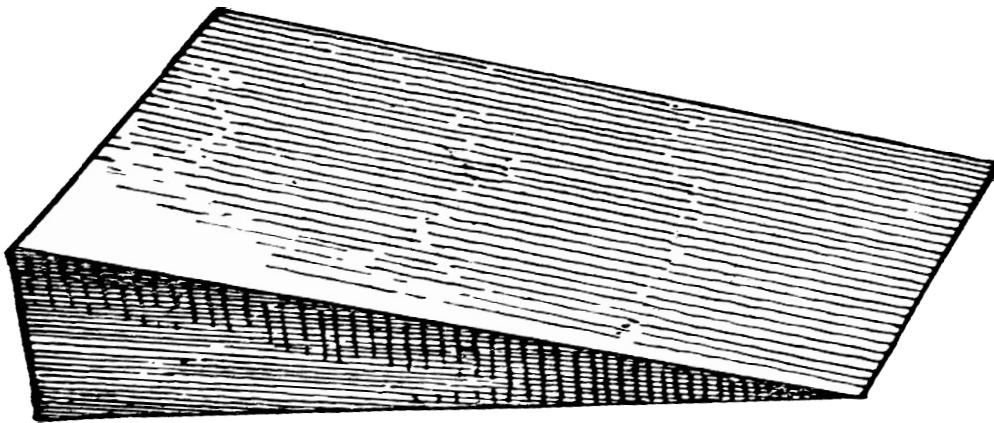
اگراسے کارخ زمین کی طرف کیا جائے تو یہ گاڑھنے والی شئے بن جائے گی۔ جیسے کہ تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔
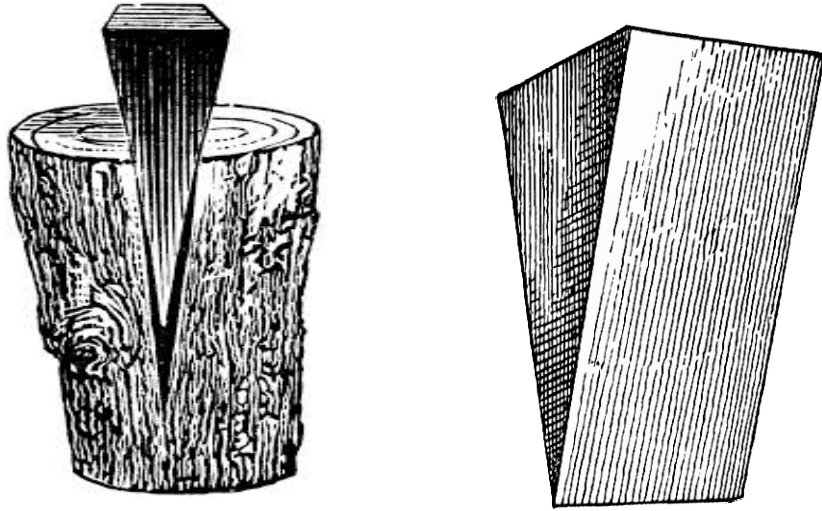
اگراسے کارخ زمین کی طرف کیا جائے تو یہ گاڑھنے والی شئے بن جائے گی جو مضبوطی سے زمین میں گڑھ جاتی ہے۔اس کے علاوہ اگر اسے کسی شئے پر رکھ کر اس میں گاڑھا جائے تو اس شئے کو یا سامنے والی کسی بھی شئے کو چیر پھاڑ دیتا ہے۔اور اگر اس کا رخ آسمان کی جانب کیا جائے تو یہ ایک پہاڑ کی شکل میں نظر آتا ہے۔

جیسے کہ آپ اس تصویر میں دیکھ سکتے ہیں۔
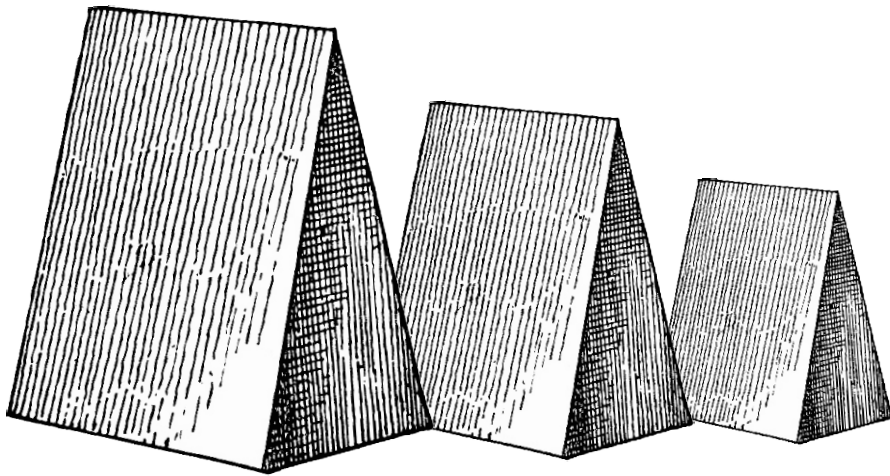
آج تک جتنے بھی تراجم کیے گئے ان میں اوتاد کا ترجمہ میخوں کا کیا گیا اور ہم نے اوتاد کا ترجمہ میخوں نہیں بلکہ پھانوں کا کیا۔اب یہ بھی سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ہم نے ایسا ترجمہ کیسے کرلیا؟ کیا ثبوت ہے کہ اوتاد کا ترجمہ پہلے سب نے غلط کیا اور ہم نے ہی صحیح کیا تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں ہی اس کا جواب دے دیا کہ اوتاد کسے کہتے ہیں۔یہی تو قرآن کا الحکیم ہونا ہے کہ قرآن اپنی وضاحت خود کرتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں دیکھیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہاڑوں کو بھی اوتاد کہا۔

وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا. النبا ۷

اور پہاڑ اوتاد یعنی پھانے۔

اور جب ہم پہاڑوں کو دیکھیں تو بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقت میں پہاڑ پھانے ہی ہیں۔ زمین میں پھانے کی طرح ہی مضبوطی سے گھڑے ہوئے ہیں ایسے کہ غیر متزلزل، اور اوپر کی جانب بھی بلکل پھانے کی طرح ہی نظر آتے ہیں۔ جیسے کہ ہم نیچے تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔
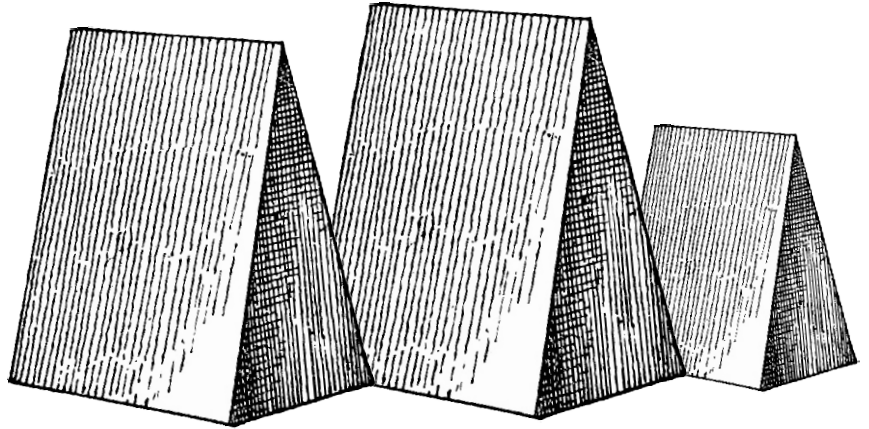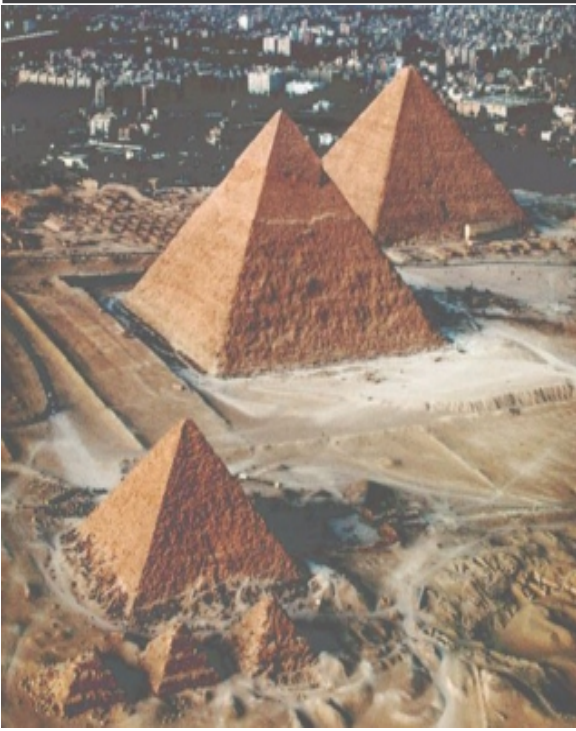
اب فرعون کے اوتاد کا پہاڑوں سے موازنہ کریں تو واضح ہو جائے گا کہ آیا اوتاد کے معنی میخوں کے ہیں یا پھانوں کے۔

یہ وہ صرحاً تھا جس کی تعمیر کے لیے فرعون نے ہامان کو حکم دیا تھا۔ اور ان کی تعمیر کا مقصد موسیٰ علیہ السلام کے الہ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات کا مقابلہ کرنا تھا۔ اسباب آسمان تک پہنچنا تھا اور ان پر طلوع ہونا تھا یعنی ان پر غالب آنا تھا کہ اوپر سے مزید کوئی حملہ نہ ہو۔ کیونکہ اس سے پہلے فرعون پر اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے کئی حملے ہو چکے تھے جس کی وجہ سے اس نے اللہ سبحان وتعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی غرض سے اوتاد تعمیر کروائے۔

فرعون نے اہرام مصر یعنی اوتاد کی تعمیر موسیٰ علیہ السلام کیساتھ مقابلے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ کے مقابلے پر بنائے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان کئی سال تک معاملات چلتے رہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کئی سال تک فرعون کو دعوت دی اللہ کے ساتھ شرک سے روکا

اور یہ تقریباً چالیس سال تک کی مدت تھی۔

فرعون نے ان قوتوں پر دسترس پانے کے لیے یہ اہرام بنائے تھے جن قوتوں کیساتھ اللہ سبحان وتعالیٰ کائنات کا نظام چلا رہے ہیں اور ان قوتوں کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں ملائکہ کہا ہے۔ فرعون کا ان اہراموں کو بنانے کا مقصد اللہ سبحان وتعالیٰ کیساتھ جنگ کرنا تھا یعنی کہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ سبحان وتعالیٰ سے فرعون کیخلاف دعا کرتے جس کی وجہ سے آل فرعون مختلف عذابوں کا شکار ہوتے جن کا قرآن میں ذکر ہے اسی کے مقابلے پر یعنی کہ فرعون کو علم تھا کہ یہ جوٹڈیاں وغیرہ سمیت جتنے بھی عذاب آتے تھے یہ کوئی زمینی مخلوقات نہیں تھیں بلکہ یہ ایسی قوتیں تھیں جو آسمانوں یعنی زمین کے گرد بچھی ہوئی گیس کی تہوں کے باہر سے قوتیں آتی تھیں جو مادے میں تبدیل ہوکر ٹڈیوں وغیرہ کی شکل میں مصر کو ڈھانپ لیتی تھیں۔

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۚ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ. الاعراف ۱۳۳

پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون فیصلہ کن آیات، پس انہوں نے تکبر کیا اور تھی مجرم قوم۔

تورات میں ان عذابوں کا تفصیل کیساتھ ذکر ہے کہ کس طرح یہ عذاب آگھیرتے تھے مصر کو۔ جب تک عذاب کی لپیٹ میں رہتے تب تک وہ ایمان لانے کا ڈرامہ رچاتے لیکن جیسے ہی عذاب دور کردیا جاتے تو دوبارہ اپنی اسی روش پر قائم ہوجاتے۔ فرعون اس وقت تک تو بے بس بنا رہا جب تک وہ مقابلہ کرنے سے قاصر تھا لیکن جب اس نے ہامان سے صرحاً بنوالیا تب یہ تمام عذاب رک گئے۔

فرعون کا مقصد یہ تھا کہ وہ خود کو الٰہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ زمین پر اس کے علاوہ اور کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس کی غلامی کی جائے۔ زمین کی تمام مخلوقات کو وہ مسخر کرچکا ہوا تھا۔ یعنی موسموں کا کنٹرول ہو یا زمین کا جتنا بھی نظام تھا۔ موسموں پر کنٹرول پانے کے لیے فرعون کے پاس پہلے ہی ایسی ٹیکنالوجی موجود تھی جس کیساتھ وہ موسموں پر کنٹرول رکھتا تھا جیسے آج ہارپ نامی ٹیکنالوجی موجود ہے۔

موسموں کا کنٹرول حاصل کرنے کے لیے پہلے انسان کے پاس علم ہونا چاہیے کہ موسموں کا نظام کیسے چل رہا ہے وہ کون سی قوتیں ہیں جو موسموں کو چلارہی ہیں۔ انگلش میں آج ہم ان قوتوں کو انرجی اور لہروں کا نام دیتے ہیں قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اسے نور کہا ہے اور نور سے ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ملائکہ بنائے ہیں یعنی ملائکہ ہیں تو نور ہی لیکن ملائکہ نور کی مختلف اقسام ہیں۔ جیسے انرجی یعنی قوت اور لہروں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ جب فرعون کے پاس پہلے سے ہی ان قوتوں کے بارے نہ صرف علم تھا بلکہ ان قوتوں پر دسترس پانے کا علم بھی اس کو تھا اسی لیے جب اس کا مقابلہ موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اللہ سبحان وتعالیٰ کیساتھ ہوا تو اس کو علم ہوگیا کہ موسیٰ جس کو اپنا الٰہ کہتا ہے وہ دنیا کے باہر سے ہی اپنے لشکر بھیج سکتا ہے کیونکہ اس وقت فرعون سمجھتا تھا کہ زمین پر موجود تمام قوتوں پر وہ قدرت رکھتا ہے اس لیے

اگر کوئی اس کے مقابلے پر آئے گا یا اپنے لشکر بھیجے گا تو زمین کی حدود کے باہر سے ہی بھیجے گا۔ اور زمین کی حدود زمین کے گرد گیس کی سات تہیں ہیں جنہیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے سبع السماوات، سبع طرائق اور سبع طباق بھی کہا ہے۔

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ۔ المؤمنون ۱۷

اور تحقیق کہ خلق کیے ہم نے تمہارے اوپر سات طرائق۔

اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ۔ الطلاق ۱۲

اللہ ہی وہی ہے جس نے خلق کیے سات آسمان اور زمین سے انہی کی مثل یعنی زمین بھی سات تہیں ہیں (یہ آیت نہ صرف اس زمین اور اس کے سات آسمانوں کے لیے ہے بلکہ یہ آیت بیک وقت ان سات آسمانوں اور سات زمینوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جن میں سب سے نچلے آسمان کی زمینوں یعنی سیاروں میں سے ہماری زمین ہے)

الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۔ الملک ۳

وہی ہے جس نے خلق کیے سات آسمان اوپر نیچے تہہ در تہہ۔

اَلَمۡ تَرَوۡا كَيۡفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۔ نوح ۱۵

کیا نہیں دیکھا کیسے اللہ نے خلق کیے سات آسمان اوپر نیچے تہہ در تہہ۔

اس لیے فرعون کا منصوبہ یہ تھا کہ زمین کی حدود پر ایسی ناکہ بندی کر دی جائے کہ کوئی ایسی قوت جس کا زمین کے نظام سے کوئی تعلق نہیں وہ زمین پر نہ آسکے۔ اور ایسی ناکہ بندی کرنے کے لیے قوت درکار ہوتی ہے جسے انگلش میں انرجی اور عربی میں نور کہتے ہیں۔ نور کو نور سے ہی روکا جاسکتا ہے اس لے فرعون کو کوئی ایسا آلہ درکار تھا جس کیساتھ وہ آسمان یعنی زمین کے گرد گیس کی تہوں میں کہیں پر ایک ایسی قوت کی تہہ بچھا دے یعنی ایک حصار قائم کر دے جس سے کوئی قوت زمین پر نہ آسکے۔
مختصراً یہ کہ قرآن نے توان قوتوں کو ملائکہ کہا اس لیے ہم بھی ملائکہ کہتے ہیں مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے کبھی غور وفکر ہی نہیں کیا کہ ملائکہ ہیں کیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ملائکہ پر ایمان لانے کا حکم دیا جو کہ ایمان کا بنیادی جزو ہے جس کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں اور آج کے دور میں ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمیں ملائکہ کے بارے علم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ملائکہ کن کو کہا ہے اس لیے کہ کہیں اللہ نہ کرے ایسا

نہ ہو کہ ہم زبان سے ایمان کے دعویدار ہوں لیکن عملاً ہم ملائکہ کیساتھ دشمنی میں صف اول میں کھڑے ہوں۔ اور آج اکثریت کا یہی حال ہے۔اور جو کوئی ملائکہ کے بارے میں جاننے کا کہے یا کوئی ایسی بات کرے تو اسے فتوؤں سے ڈرایا جاتا ہے اور اکثریت بھی فتوؤں کے ڈر سے غور ہی نہیں کرتی۔

بہر حال وہ قوتیں جو اس کائنات کے نظام پر معمور ہیں ہم تو انہیں ملائکہ کہتے ہیں۔ سائنس کی زبان میں ان قوتوں کو لہریں جو انرجی سے پیدا ہوتی ہیں یا نیچرل فورسز کہا جاتا ہے یعنی وہ فورسز جو کائنات کے نظام پر معمور ہیں۔ اس لیے جب بھی اللہ سبحان وتعالیٰ کے کسی نظام میں مداخلت کی جاتی ہے تو انہیں قوتوں پر دسترس پا کر مداخلت کی جاسکتی ہے اور کی جاتی ہے۔

فرعون بھی ملائکہ کا یعنی ان قوتوں کا علم رکھتا تھا جو اس کائنات کے نظام پر معمور ہیں اسی لیے اس نے اتنا بڑا اقدم اُٹھالیا کہ وہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے مقابلے پر اُتر آیا۔ فرعون کا المیہ بھی یہی تھا کہ آج کے سائنسدانوں کی طرح وہ بھی انہیں قوتوں کے پیچھے کی حقیقت یعنی جس سے لہریں پیدا ہوتی ہیں کو ہی اصل رب تسلیم کرتا تھا حالانکہ حقیقت اسی کے قریب تر ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔یہی ایک ایسا نقطہ ہے جو کسی سائنس دان کو سمجھ آجائے تو وہ فوراً اللہ سبحان وتعالیٰ کو پہچان کر ایمان لے آتا ہے مگر جن کے دلوں پر تالے پڑے ہوں وہ خود الٰہ بننے کے خواب دیکھنا شروع کر دیتے ہیں اور شیطان انہیں اسی طرح موت تک بہکائے رکھتا ہے۔

آج کے دور کی طرح ہر دور کے سائنسدان اور فرعون کا نظریہ یہی تھا جو ان قوتوں پر دسترس پالے وہ سب کا رب والٰہ بن سکتا ہے۔ فرعون زمین پر ایسی قوتوں پر دسترس پا چکا تھا اس لیے وہ خود کو رب کہلاتا تھا اور الٰہ ہونے کا دعویدار تھا۔یہی وہ وجہ تھی کہ فرعون کو علم ہو چکا تھا کہ موسیٰ جس کو اپنا الٰہ کہتا ہے وہ زمین کی حدود سے باہر ہی ہوسکتا ہے جس کے لیے اس نے زمین کی حدود پر ناکہ بندی کا منصوبہ بنایا۔

ناکہ بندی کرنے کے لیے اسے غیر معمولی مقدار میں انرجی درکار تھی جس کے لیے اس نے اسی طرز پر بڑا پروجیکٹ شروع کیا جس طرح کے اس سے کئی گنا چھوٹے پروجیکٹ سے وہ موسموں پر دسترس رکھتا تھا اور جہاں جی چاہے بارشیں برسانے پر قدرت رکھتا تھا۔اور حیران کن طور پر آج بھی ایسی ٹیکنالوجی وجود میں آچکی ہے خواہ اس کا استعمال انسان اس طرح نہیں کر پا رہا جس طرح فرعون یا پہلی تباہ شدہ اقوام استعمال کا علم رکھتی تھیں۔ آج اس ٹیکنالوجی کو ''ہارپ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ہارپ ایک ایسا آلہ ہے جو قوت،انرجی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس انرجی کو لہروں کی شکل میں تبدیل کر کے آج موسموں میں چھیڑ چھاڑ کے علاوہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی اس کائنات کے بہت سے پیچیدہ ترین معاملات میں مداخلت کی جارہی ہے جس کی وجہ سے بہت بڑی تباہی سر پر آنے کو ہے۔

فرعون نے انرجی پیدا کرنے کی غرض سے مصر میں آج نظر آنے والے اہراموں کی تعمیر کی تھی تا کہ وہ ان کے ذریعے انرجی پیدا کر کے زمین کے گرد ایک ایسا حصار قائم کردے کہ کوئی بیرونی قوت اس کے مقابلے پر نہ آسکے اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے فرعون کو یہ کرنے کی کھلی اجازت دی تا کہ فرعون اور اس کے بعد اسی کی روش پر چلنے والے جان لیں کہ اللہ غنی ہے وہ رب الاعلیٰ ہے وہ قادر ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اگر کوئی شریک ہونے کا دعویٰ کرے گا تو جس حد تک وہ جانے کی صلاحیت رکھتا ہے وہاں تک جا کر بھی وہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں نکل سکتا۔اور بالآخر دنیا اور آخرت میں اس کا انجام کیا ہے۔

مصر میں موجود اہرام مصر موجودہ دور کی ہارپ نامی ٹیکنالوجی کا وہ نمونہ ہے جسے حاصل کرنے کی اہلیت وصلاحیت آج کے انسان میں بھی نہیں ہے اس کے باوجود کے وہ بڑی ترقی کا دعویدار ہے۔ موجودہ دور کا ہارپ فرعون کے ہارپ یعنی اہرام مصر کا دس فیصد بھی نہیں ہے۔
یہ تھا ان اہراموں کی تعمیر کا مقصد اور فرعون نے نہ صرف دعویٰ کیا کہ میں موسیٰ کے الٰہ کی طرف طلوع ہو جاؤں بلکہ اپنی طرف سے وہ موسیٰ کے الٰہ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ پر طلوع ہو چکا یعنی موسیٰ کے الٰہ کو شکست دے چکا اس کے بعد وہ موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پڑا کہ اس کے الٰہ سے تو میں نمٹ چکا یعنی اسے تو شکست دے چکا اب موسیٰ کی باری ہے۔

فرعون نے جب یہ اوتاد تعمیر کیے تو اگر وہ ہار جاتا یعنی شکست تسلیم کر لیتا تو وہ ضرور سر خم تسلیم کر لیتا اور ایمان لے آتا لیکن قرآن اس کے برعکس بتاتا ہے کہ اس نے شکست تسلیم نہ کی بلکہ وہ تو موسیٰ و بنی اسرائیل کے پیچھے پڑا ان کو قتل کرنے کی غرض سے اور ظاہر ہے وہ ان کو قتل کرنے کے غرض سے ان کے پیچھے تب ہی پڑا جب پہلے اللہ کی طرف سے اس پر حملے بند ہو چکے تھے اور وہ ان حملوں میں خود کو فاتح نظر آیا یعنی کہ اس نے اپنی طرف سے تو اللہ کے حملوں کا رستہ ہی بند کر دیا۔ اس لیے فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ کے الٰہ سے تو نپٹ چکا اب موسیٰ کی باری ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے پیچھے پڑھا ان کو عبرت ناک سزا دینے کی غرض سے۔
آل فرعون یہ سمجھ رہے تھے کہ موسیٰ کے انہی کی طرح ان سے بڑھ کر کوئی قوت یا راز ہاتھ لگ گیا ہے جس سے ڈرا کر وہ خود مصر پر حکومت کرنا چاہتے ہیں یہی وہ اصل وجہ تھی ان کے ایمان نہ لانے کی۔

اہراموں کی تعمیر کیسے ہوئی

اس سوال کا جواب جاننے کے لیے لازم تھا کہ پہلے اہرام مصر کی حقیقت کو جان لیا جائے جو الحمدللہ ہم جان چکے ہیں۔قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ فرعون نے ان اہراموں کو تعمیر کس مقصد کے لیے کی۔ جہاں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان اہراموں کی تعمیر کا مقصد بتایا وہیں اسی آیت میں اس سے پہلے اس راز سے بھی پردہ اٹھا دیا کہ فرعون نے ان اہراموں کی تعمیر کیسے کی۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَآيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ ج فَاَوْقِدْ لِیْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى لا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. القصص ۳۸

اور کہا فرعون نے اے وزیرو نہیں میں علم رکھتا تمہارے لیے میرے علاوہ کوئی ایسی ذات ہو جس کی غلامی کرو جس کی بات مانو پس بھٹی کی آگ جلا میرے لیے اے ہامان طین پر کر دے میرے لیے ایسی تعمیر جس کے ذریعے سے میں اپنے دشمن کے حملوں کو روکوں اور اس کا مقابلہ کروں تا کہ میں طلوع ہو جاؤں یعنی غالب آ جاؤں موسیٰ کے الٰہ کی طرف اور اس میں کچھ شک نہیں میں دیکھتا ہوں اسے کاذبین میں سے۔

یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے بلکل واضح بتا دیا کہ مٹی کو بہت زیادہ درجہ حرارت پر پکا کر یہ پتھر بنائے گئے۔ بلکل ایسے ہی جیسے آج مٹی سے اینٹیں بنائی جاتی ہیں۔لیکن فرق صرف یہ ہے کہ فرعون کے پاس علم آج کے انسانوں سے بہت زیادہ تھا۔اس لیے

انہوں نے پہلے طین یعنی زمین کے عناصر ملی مٹی کے گارے سے اس شکل کی اینٹیں بنائی پھرانہیں آگ پراس مہارت سے انتہائی جدید طریقے سے پکایا کہ وہ بلکل پتھر میں تبدیل ہو گئے۔

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں نہ صرف اس راز سے پردہ اٹھایا کہ آل فرعون نے وہ پتھر کیسے حاصل کیے بلکہ فرعون سے پہلے کی قوموں کی بنائی ہوئی اسطرح کی اینٹیں ہوں وہ سب کی سب اسی طرح بنائی گئیں۔ جیسے کہ آج پوری دنیا کے سائنسدانوں کے لیے دردسر اور معمہ بنا ہوا ہے کہ وہ یہ نہیں جان پارہے کہ پوماپنکو میں یہ ایچ بلاکس کیسے تراشے گئے جو ذیل میں دی گئی تصاویر میں نظر آرہے ہیں۔

درج ذیل بلاکس کو ایچ بلاکس کہا جاتا ہے ان کے بارے میں بھی آج تصدیق ہو چکی ہے کہ یہ تقریباً پانچ ہزار سال پہلے آنے والے کسی عظیم سیلاب کی وجہ سے تباہ شدہ ایسی عمارتوں کا حصہ تھے جو ممکنا طور پر ہوائی اڈہ یا اسی طرح کوئی اسٹیشن تھا۔ ان بلاکس کو بنایا کیسے گیا؟ کس طرح ان کو تراشا گیا؟ یہ ایسا معمہ بنا ہوا ہے کہ جسے آج تک دنیا کا بڑے سے بڑا سائنسدان بھی حل نہیں کرپایا اور نہ ہی کسی کی سمجھ میں آرہا ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ جن انسانوں نے یہ کام کیا وہ موجودہ ٹیکنالوجی سے غیر معمولی حد تک آگے تھے لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ عظیم راز بھی قرآن میں رکھ دیا کہ ان کو کیسے بنایا گیا

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ فرعون نے ہامان کو مٹی پکا کر عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا وہ یہی اہرام مصر تھے؟ اس سوال کا جواب ویسے تو پیچھے گزر چکا لیکن اس کے باوجود ہم ایک بار پھر مختصراً واضح کر دیتے ہیں۔
یہ بہت ہی اچھا سوال ہے اور ضرور ایسا سوال پیدا ہونا بھی چاہیے تاکہ اس کا جواب بھی یہیں واضح ہو جائے۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے جس تعمیر کا ذکر کیا ہے قرآن کہتا ہے کہ فرعون نے وہ اللہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بنوائی یعنی کہ اگر آپ کو کسی طرف سے حملے کا خوف ہو تو اس حملے سے بچاؤ کے لیے لیے جو ڈھال آپ بنائیں بلکل اسی طرح فرعون نے اللہ سبحان وتعالیٰ کے حملوں سے بچنے کے لیے وہ اہرام تعمیر کیے۔اور نہ صرف تعمیر کیے بلکہ قرآن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ فرعون نے حقیتاً زمین کے گرد ایسا حصار قائم کر دیا کہ جس سے فرعون اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے آنے والی آفتوں سے محفوظ ہو گیا۔جب ایسا ہوا یعنی اس سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے تو اللہ سبحان وتعالیٰ کے لشکر آجاتے تھے لیکن جب فرعون نے اس کا سد باب کر لیا تو فرعون کو یقین ہو گیا کہ اگر جس کو موسیٰ اپنا الہ کہتا ہے اگر وہی سب سے اوپر الہ ہے تو وہ اس سے جنگ جیت چکا۔اس کے حملے روک چکا اس لیے اب اس کے اوپر کوئی نہیں ہے وہ سب سے اوپر الہ ہے۔ یہی وہ وجہ تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پڑا کہ اب اس کو نہیں چھوڑا جائے گا یعنی اس کے الہ سے تو میں نمٹ چکا اب اس سے نمٹا جائے۔اور یہی وہ وجہ تھی کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو ملامت کرتے تھے کہ انہیں آل فرعون کے ہاتھوں دردناک موت سے دوچار کروانے ہی والا ہے۔
لیکن یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا قانون ہی تھا اور حکمت ہی تھی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کے دل کو مزید سخت کرنے کے لیے ایسا ہونے دیا اور پھر اللہ سبحان وتعالیٰ کی حکمت کا اندازہ کیسے لگایا جاسکتا ہے کہ جب فرعون یہ سمجھ رہا تھا کہ اب زمین پر وہ سب سے اوپر ہے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے سمندر میں غرق ہو گیا۔اس وقت اس کی عقل ماری گئی اس نے ذرہ بھی نہ سوچا کہ سمندر کو اس نے تو پھاڑا ہی نہیں جب اس نے پھاڑا نہیں ہے تو جس نے پھاڑا ہے وہ اسے دوبارہ ملا بھی سکتا ہے جب تک کہ خود اس کا سد باب نہ کر لیتا یوں وہ طاقت کے نشے میں چور یہ بھول گیا اور غرق ہو گیا۔

اب جب ہم قرآن سے سوال کریں کہ اگر فرعون نے ایسی کچھ تعمیر کیا جو بہت بڑا تھا اور وہ اللہ کے حملوں کو روکنے کی غرض سے تھا تو ضرور اللہ سبحان وتعالیٰ کو قرآن میں اس عمارت یعنی اس تعمیر کا ذکر کرنا چاہیے تو اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن میں ہمیں اس کا جواب اس طرح دیتا ہے۔

وَفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ . ص ١١

اور فرعون اوتاد یعنی پھانوں والا

وَفِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ. الفجر ١٠

اور فرعون اوتاد یعنی پھانوں والا

اوتاد جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد ''وتد'' ہے جس کے معنی فانہ، پھانی یا تکونہ کے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔
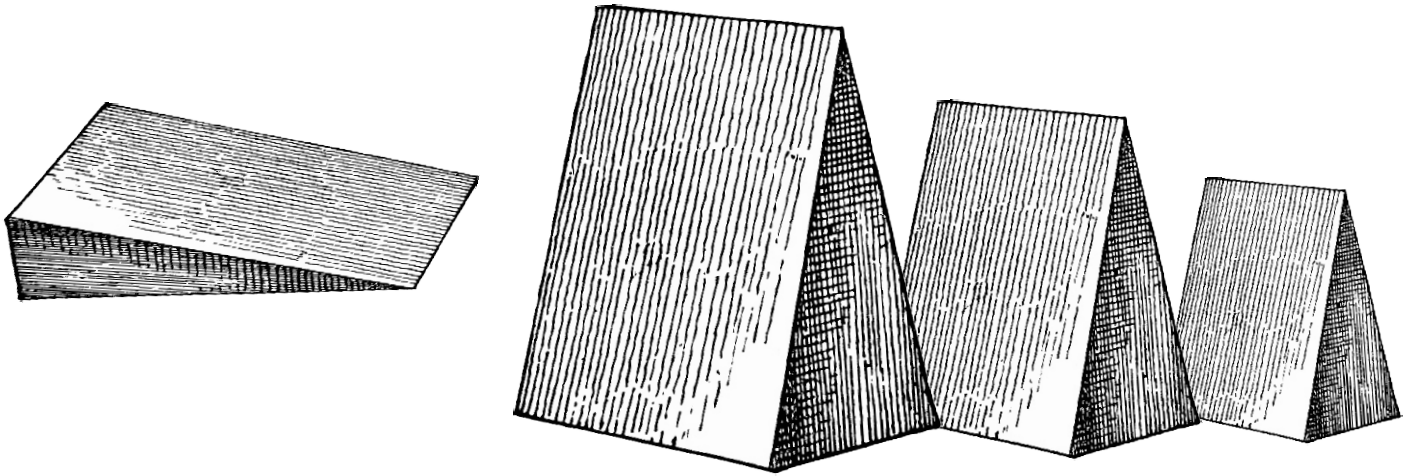
وتد کو اگر کسی شئے پر رکھا کر اس میں گھاڑا جائے تو وتد اس شئے کو چیر پھاڑ دیتا ہے یعنی وتد ایسی شئے کو کہتے ہیں جو اپنے سامنے آنے والے کو چیر پھاڑ کر رکھ دے کہ اس کے سامنے کوئی قائم نہ رہ سکے کوئی ٹھہر نہ سکے۔
اور وتد کو اگر زمین میں گاڑیں تو یہ بہت مضبوطی سے گڑھ جاتا ہے کہ نکالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ یعنی وتد کہتے ہیں ایسی شئے کو جس کی بنیاد غیر معمولی مضبوط ہو۔
اسی طرح اگر وتد کا رُخ اُوپر کی جانب کریں تو یہ پہاڑ کی طرح نظر آتا ہے۔ اب اگر وتد کے معنی یہی ہیں تو پھر یہ تمام خصوصیات فرعون میں پائی جاتی تھیں۔ وہ طاقت وقوت میں اتنا بڑھ کر تھا کہ زمین پر کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کوئی اس کا سامنا نہیں کر سکتا تھا اور نہ وہ چیر پھاڑ کر یعنی سامنا کرنے والے کو تباہ کر کے رکھ دیتا۔ اس کی بنیاد بہت مضبوط تھی۔
اور جب ہم غور کریں تو قرآن کہتا ہے کہ فرعون کی حکومت مصر میں تھی۔ اور مصر میں ہمیں آج بھی بلکل اوتاد کی طرح نظر آنے والی پہاڑ نما تعمیرات نظر آتی ہیں جو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے کی ہیں۔ اور اگر وتد کے معنی یہی ہیں تو پھر بغیر کسی شک و

شبے کے مصر میں وہ عمارتیں جنہیں اہرام مصر کہا جاتا ہے وہ فرعون کی تھی اور یقیناً یہی وہ صرحاً تھی جس کا ذکر اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کی سورت القصص میں کیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہ کیسے تسلیم کرلیں کے وتد کے معنی یہی ہیں یعنی وتد پھانے کو کہتے ہیں حالانکہ آج تک اس کا ترجمہ میخ کیا جا تا رہا ہے۔تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں ہر سوال کا جواب رکھ دیا اس لیے قرآن میں اس کا بھی ضرور بالضرور جواب ہونا چاہیے کہ وتد کی معنی کیا ہیں۔

وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا. النبا ۷

اور پہاڑ اوتاد یعنی پھانے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہاڑوں کو بھی اوتاد کہا ہے۔ جب ہم غور کریں تو بلکل جو خصوصیات پھانے کی ہیں اور جس طرح پھانہ

نظر آتا ہے بلکل وہی خصوصیات پہاڑوں کی ہیں اور پہاڑ بھی بلکل پھانوں کی طرح نظر آتے ہیں گویا کہ پھانے ہی ہیں۔

اور دوسری بات کہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے فرعون کے لیے اوتاد جمع کا صیغہ استعال کیا ہے۔

اگر تو اللہ سبحان وتعالیٰ وتد کہتے تو اس کا معنی تھا ایک وتد اور اگر وتدین کہتے تو دو وتد لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ نے اوتاد یعنی جمع کا صیغہ استعال کیا جو دو سے زائد کے لیے عربی میں استعال کیا جاتا ہے۔اور حیران کن طور پر اہرام مصر بھی دو سے زائد ہیں اور ان کے لیے صرف اور صرف جمع کا ہی صیغہ استعال کیا جا سکتا ہے۔

الحمدللہ، اللہ سبحان وتعالیٰ نے نہ صرف فرعون کی تعمیر کا ذکر کیا بلکہ وہ تعمیر کیا تھی؟ اس کی تعمیر کا مقصد کیا تھا؟ وہ کیسے تعمیر کی گئی؟ سمیت ہر سوال کا جواب دے دیا۔
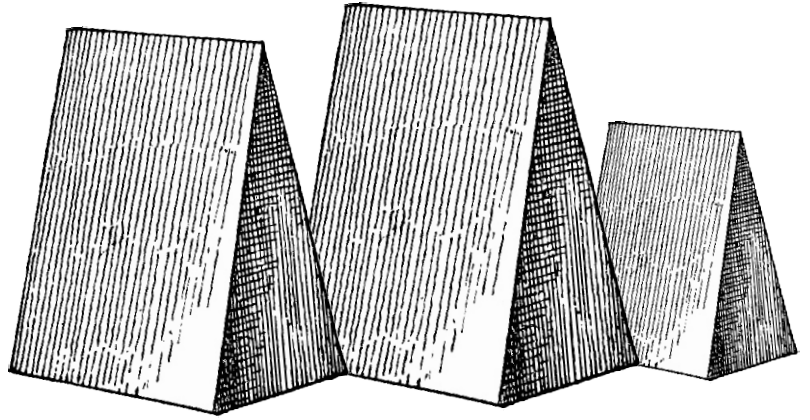
الملالحم خمسٌ، مضى منها ثنتان، وبقى ثلاث، فأولهن ملحمة الترک بالجزيرة، وملحمة الأعماق، وملحمة الدجّال، ليس بعدها ملحمة. نعیم بن حماد

پانچ ملاحم ہوں گی، ہوچکیں ان میں سے دو، اور تین باقی ہیں، پس ان میں پہلی ملحمہ الترک جزیرہ سے اور ملحمہ اعماق کی، اور ملحمہ دجّال ہے، اس کے بعد کوئی ملحمہ نہیں۔

ملحمة. کئی کئی سالوں پر محیط لمبی جنگ جس میں مال و جان سمیت ہر قسم کی تباہی ہو۔

مجموعی طور پر پانچ ایسی جنگیں ہیں جن میں سے دو رسول اللہ ﷺ سے پہلے گزر چکیں اور تین ان سے بعد تھیں اور ان تین میں سے بھی آج تک دو گزر چکیں اور اب تیسری ملحمہ جو کہ دجّال سے ہے وہ ہو رہی ہے اور اس کے بعد کوئی ملحمہ نہیں ہے یعنی اس کے بعد قتال ختم ہو جائے گا اور یہ ملحمۃ الدجال بھی اب زیادہ سے زیادہ صرف تین سال تک جاری رہے گی۔

غزوۂ ہند کی حقیقت

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ وذكر الهند فقال: ليغزون الهند لكم جيش، يفتح الله عليهم حتى ياتوا بملوكهم مغللين بالسلاسل، يغفر الله ذنوبهم، فينصرفون حين ينصرفون فيجدون ابن مريم بالشام، قال: ابو هريرةؓ: ان انا ادركت تلك

الغزوۃ بعت کل طارف لی وتالد وغزونها، فاذا فتح اللہ علینا وانصرفنا فأنا ابو هريرة المحرر، يقدم الشام فيجد فيها عيسىٰ ابن مريم، فلأحرصن أن أدنو منه فأخبره أني قد صحبتك يا رسول الله ، قال: فتبسم رسول الله ﷺ وضحك، ثم قال: هيهات هيهات. نعیم بن حماد

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے اور یاد کیا غزوۃ ہند کو پس کہا تمہاری فوج ہند پر چڑھائی کرے گی اللہ ان پر کھول دے گا یعنی ہند فتح ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ فوج آئے گی ان کے یعنی ہند کے بادشاہوں کیساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے لائے گی، اللہ ان کے ذنوب غفر کر دے گا، پس وہاں سے نکلنے کے وقت وہاں سے نکلیں گے تو شام میں ابن مریم کو پائیں گے۔ کہا ابو ہریرہؓ نے اگر میں نے اس غزوہ کو پا لیا تو میں اپنا سب کچھ بیچ دوں گا اور اس غزوہ میں شامل ہو جاؤں گا پس جب اللہ نے ہم پر کھول دیا یعنی ہمیں فتح دے دی اور میں واپس پلٹا تو پس میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا آگے بڑھوں گا شام پس پاؤں گا شام میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو، پس مجھے حرص ہے کہ انہیں خبر دوں کہ میں آپ کا ساتھی تھا اے اللہ کے رسول ﷺ۔ پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ہنسے پھر کہا بہت دور بہت دور۔ یعنی اے ابو ہریرہ آپ نہ اس غزوے کو پا سکیں گے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ملاقات تو بہت دور کی بات ہے۔

اس روایت سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پہلی بار غزوہ ہند اور شام میں ابن مریم کا ذکر کیا تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ یوں سمجھے کہ یہ دونوں واقعے ایک ساتھ ہوں گے یعنی وہ ایک ہی گروہ ہوگا جو ہند فتح کرنے کے بعد شام میں جائے گا تو وہاں عیسیٰ ابن مریم کو پائے گا۔ اور اسی وجہ سے آج اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ غزوہ ہند ابھی مستقبل میں ہوگا اور جو غزوہ ہند ماضی میں رسول اللہ ﷺ کے تھوڑے ہی عرصے بعد ہوا یہ اس کا ذکر نہیں کیوں کہ عیسیٰ ابن مریم تو قیامت کے قریب آئیں گے اس لیے جو گروہ شام میں عیسیٰ ابن مریم کو پائے گا وہی اس سے پہلے غزوہ ہند میں شریک ہوگا۔ لیکن اس غلط فہمی کا ازالہ اس وقت ہو جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت کر دی جو ہمیں بعض روایات میں بہت صراحت کیساتھ ملتی ہے۔

جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔

قال رسول الله ﷺ: عصابتان من أمتي حررهما الله من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام. سنن النسائی

رسول اللہ ﷺ نے کہا میری اُمت سے دو گروہوں کو اللہ نے آگ سے آزاد کر دیا، ایک جسے آگ سے آزاد کیا وہ ہند پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو ہوگا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کیساتھ۔ (یعنی دجّال کیساتھ قتال کرنے والا اور دجّال سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینے والا گروہ)

جب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ پر یہ بات واضح ہوگئی تو اس کے بعد ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ اس کے بعد بھی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنی اسی خواہش کا ذکر کیا ہو۔ اس خواہش کا اظہار ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے صرف رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وقت کیا جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ ہند اور ابن مریم سے شام میں ملاقات والی بات کی اور رسول اللہ ﷺ کو اسی وقت ادراک ہوگیا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا جو غزوہ ہند میں شریک ہوگا اور اس کے بعد شام میں ابن مریم سے ملے گا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت کر دی کہ وہ ایک گروہ نہیں بلکہ دو الگ الگ گروہ ہوں گے۔ جیسا کہ پیچھے روایت میں گزر چکا۔ اور اس کے بعد ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے جو بھی الفاظ ملتے ہیں ان میں یہی ملتا ہے کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کبھی بھی ابن مریم علیہ السلام سے ملاقات کی خواہش کا اظہار نہیں کیا بلکہ صرف غزوہ ہند میں شمولیت کی خواہش کا شدت سے اظہار کرتے تھے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو یقین تھا اور علم تھا کہ غزوہ ہند اتنا قریب ہے کہ ہو سکتا ہے وہ اتنی زندگی پالیں کہ اس میں شریک ہو سکیں۔ اور جب غور کریں تو یہ بات ثابت بھی ہو جاتی ہے کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اپنی خواہش کا جو اظہار کرتے تھے وہ حقیقت میں اسی لیے کرتے تھے کہ غزوہ ہند بہت قریب تھا اور ان کو لگتا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ تب تک حیات ہوں اور اسے پالیں۔ جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۷ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوئی اور غزوہ ہند ان کی وفات کے محض ۳۳ سال بعد ۹۰ ہجری میں ہوا۔ یعنی اگر ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مزید ۳۳ سال زندہ رہتے تو وہ غزوہ ہند کو پا سکتے تھے اسی وجہ سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے تھے۔

ابی هریره رضی الله عنه قال: حدثنی خلیلی الصادق رسول الله ﷺ انه قال یکون فی هذه الامة بعث الی السند والهند فان أنا أدرکته فاستشهدت فذلک وان أنا فذکر کلمة رجعت وأنا أبو هریرة المحرر قد أعتقنی من النار. البدایه والنهایه، مسند احمد، الاخبار

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بتایا ایک واقعہ میرے سچے دوست اللہ کے رسول ﷺ نے۔ کہ انہوں نے کہا ہوگا اس امت میں بعث کیا جائے گا سندھ اور ہند کی طرف پس اگر میں نے پالیا اسے پس میں شہید ہوگیا پس وہی ہوا اور اگر میں واپس پلٹا پس میں یہ الفاظ ذکر کروں گا اور میں آزاد ابوہریرہ تحقیق مجھے آزاد کر دیا گیا آگ سے۔

ابی هرریرة رضی الله عنه قال: وعدنا رسول الله ﷺ غزوة الهند فان ادرکتها أنفق فیها نفسی ومالی فان أقتل کنت من افضل الشهداء وان أرجع فأنا أبو هریرة المحرر. سنن نسائی

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سے وعدہ کیا رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ ہند کا پس اگر میں نے اسے پالیا خرچ کر دوں گا اس میں اپنی جان اور اپنے مال کو پس اگر قتل ہوگیا تو ہوں گا افضل الشہداء سے اور اگر واپس پلٹا پس میں ہوں گا آزاد کر دیا گیا ابوہریرہ۔

اب آتے ہیں اس طرف کہ وہ دو گروہ کب اور کون سے ہوں گے جن میں سے ایک غزوہ ہند میں شریک ہوگا اور دوسرا گروہ جب شام پہنچے گا تب ابن مریم علیہ السلام کو پائے گا۔

قال رسول الله ﷺ: عصابتان من أمتی حررهما الله من النار عصابة

تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام. سنن النسائی

رسول اللہ ﷺ نے کہا میری اُمت سے دو گروہوں کو اللہ نے آگ سے آزاد کردیا، ایک جسے آگ سے آزاد کیا وہ ہند پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو ہوگا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کیساتھ۔ (یعنی دجّال کیساتھ قتال کرنے والا اور دجّال سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینے والا گروہ)

اس روایت سے بلکل صراحت کی ساتھ واضع ہوگیا کہ ایک ہی گروہ نہیں ہوگا بلکہ دو الگ الگ گروہ ہوں گے۔اور یہ گروہ کب ہوں گے تو ان کی وضاحت درج ذیل روایت سے ہوجاتی ہے۔

يبعث ملک فی بيت المقدس جيشاً الى الهند، فيفتحها فيطئوا أرض الهند، ويأخذوا كنوزها، فيصيره ذلک الملک حلیةً لبيت المقدس، ويقدم عليه ذلک الجيش بملوک الهند مغللين، ويفتح له مابين المشرق والمغرب، ويكون مقامهم فی الهند الى خروج الدجّال. نعیم بن حماد

بیت المدس میں بادشاہ ہوگا بھیجے گا ایک فوج ہند کی طرف، پس وہ اسے فتح کرلیں گے پس روندیں گے ہند کی زمین کو اور پائیں گے اس کے خزانے، پس وہ بادشاہ ان خزانوں کو بیت المقدس کی زیبائش پر استعمال کرے گا اور اس فوج کے آگے ہوں گے ہند کے بادشاہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے، اور وہ فتح کرلیں گے جو درمیان ہے مشرق و مغرب کے اور رہیں گے ہند میں دجال کے خروج تک۔یعنی ہند کو فتح کرنے کے بعد دجال کے خروج تک ہند ان کے قبضے میں رہے گا لیکن جب دجال نکل آئے گا تب ہند ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

سب سے پہلی بات تو اس روایت میں یہ واضح ہوتی ہے کہ جو فوج ہند کی طرف بھیجی جائے گی یعنی جو فوج غزوہ ہند لڑے گی اس کو بیت المقدس میں بادشاہ ہوگا وہ بھیجے گا یعنی اس وقت بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے میں ہوگا نہ صرف قبضے میں بلکہ وہ علاقہ جہاں بیت المقدس موجود ہے وہ علاقہ دارلخلافہ ہوگا جسے اس وقت شام کہا جاتا تھا اور آج سرزمین شام کئی ممالک میں

تقسیم ہوچکی ہے۔ وہ فوج ہند کے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ ہند کو فتح کرنے کے بعد دجّال کے خروج تک وہیں رہیں گے یعنی ہند دجّال کے خروج تک مسلمانوں کے قبضے میں رہے گا اور جب دجّال نکلے گا تو اس کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے آنا ہے اور ان سے ایک گروہ ملے گا یعنی ان کے ساتھ ملکر دجّال کیخلاف جنگ کرے گا یہ وہ دوسرا گروہ ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی کھل کر وضح ہو جاتی ہے کہ ہند اس وقت تک مسلمانوں کے قبضے میں رہے گا جب تک کہ دجال کا خروج نہ ہو جائے جب دجال کا خروج ہو جائے گا تب ہند ان کے قبضے سے نکل جائے گا۔ آج ہم دیکھیں کہ آیا کیا ہند ابھی بھی قبضے میں ہے اپنی فتح سے لیکر آج تک یا پھر فتح ہوا اور کئی صدیاں قبضے میں رہنے کے بعد قبضے سے نکل چکا؟ آج ہم سب پر واضح ہے کہ ہند قبضے سے نکل چکا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دجال کا خروج ابھی تک ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ ہند دجال کے خروج کے بعد قبضے سے نکلنا تھا اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہند قبضے سے نکلے ہوئے صدی سے زائد کا عرصہ ہو جائے اور دجال ابھی نکلا ہی نہیں۔ دجال تو نکل چکا لیکن کوئی آج تک پہچان نہ پایا، کسی کی عقل میں نہ آیا۔ دجال کے خروج کی اس نشانی نا قابل رد دلیل کا دنیا کی کوئی طاقت رد نہیں کرسکتی۔

اور پھر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جس فوج نے ہند فتح کرنا تھا اسی فوج والے مسلمانوں نے ہی دنیا میں مشرق و مغرب کے درمیان وہ علاقے فتح کرنے تھے جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھائے گئے جو کہ سب کچھ ماضی میں ہو چکا۔ اس لیے آج عرب و فارس سمیت روم کی فتح کے خواب دیکھنا جان بوجھ کر حقائق سے آنکھیں چرانے کے مترادف ہے۔ اب دنیا میں جو مدت ملی تھی وہ ختم ہو چکی۔

احادیث کو تمام پہلوؤں سے دیکھا جائے تو یہ بات بلکل واضع ہو جاتی ہے کہ غزوہ ہند وہی تھا جو ماضی میں ہو چکا اس کے علاوہ کوئی غزوہ ہند نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے غزوہ ہند ہوگا اس کے بعد ابن مریم آئیں گے اور ان سے ایک گروہ ملکر اللہ کے دشمن دجّال سے قتال کرے گا جس گروہ کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا۔ اور غزوہ ہند کے لیے جو فوج جائے گی اسے بھیجنے والا خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ ہوگا کیونکہ وہ خلافت نہیں بلکہ بادشاہت ہوگی اور وہ بادشاہ بیت المقدس میں ہوگا۔ جس کے لیے شام کا پہلے فتح ہونا ضروری ہے۔ اور یہ سب کچھ خو بخو اسی طرح ماضی میں ہو چکا۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تیس سال ہوگی اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت آجائے گی اور جب غزوہ ہند ہوا اس وقت عبد الملک بن مروان رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں بادشاہ تھے لیکن وہ خلیفہ کہلاتے تھے جو

کہ بنواُمیہ سے تھے۔ بادشاہت اور خلافت میں یہی فرق ہے کہ خلیفہ شوریٰ کی مشاورت سے آتا ہے اور اس کے برعکس ایک ہی خاندان کے افراد کا یکے بعد دیگرے منصب اقتدار پر فائز ہونا بادشاہت کہلاتی ہے۔ اور پھر حیران کن طور پر ملک عبدالملک بن مروان کا دارلخلافہ خطہ شام تھا جہاں بیت المقدس واقعہ تھا۔ اور اس وقت سندھ اور ہند میں بھی بادشاہتیں قائم تھیں اور فتح ہونے والے علاقوں سے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر ملک ''یعنی بادشاہ'' عبدالملک بن مروان کے سامنے لایا گیا۔

اس کے برعکس اگر آج کی یا مستقبل کی بات کی جائے تو کسی بھی لحاظ سے ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ آج نہ تو بیت المقدس آزاد ہے اور نہ ہی آج ہند میں بادشاہتیں قائم ہیں اور علم کی روشنی میں مستقبل میں بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اب ساعت سر پر آ چکی ہے جیسا کہ پیچھے کتاب میں بہت کچھ صراحت کیساتھ گزر چکا۔

غزوہ ہند سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، یاجوج اور ماجوج کے کھلنے، دجّال، دابہ اور دخان وغیرہ سے پہلے ہونا تھا لیکن اب تو سورج بھی کب کا مغرب سے طلوع ہو چکا، یاجوج اور ماجوج کھل چکے اور جو انہوں نے کرنا تھا وہ کر چکے، دجّال آ چکا، دابہ اور دخان بھی آ چکے اس لیے اب کسی غزوہ ہند کی اُمید رکھنا سوائے جاہلیت کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ اس غزوے کی بنیاد پر سادہ لوح عوام کو گمراہی کر کے اپنے باطل مقاصد کو پورا کر رہے ہیں ان جادوگروں سے بھی ایسے لوگوں کو بچنا چاہیے جو ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں یا پھنس رہے ہیں ایسے جوگ سخت جھوٹے ہیں مکار ہیں۔

اب صرف ایک ہی گروہ ہے اور ہوگا جو مہدی اور ابن مریم کی نصرت کرنے والا ان کی امامت میں دجّال کیخلاف جنگ کرنے والا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ دجّال کے نکلنے کے بعد صرف ایک ہی ملحمہ ہوگا اور وہ صرف اور صرف ملحمہ الدجّال ہوگا اس کے بعد اور کوئی ملحمہ نہیں اور ملحمہ الدجّال بھی اپنے اختتامی مراحل میں داخل ہو چکا اس لیے ہر کسی کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے اور اگر رائی برابر بھی ایمان ہے تو آخرت کی فکر میں عملاً اقدام کرتے ہوئے مبارک سرزمین کی طرف ہجرت کر کے دنیا و آخرت کو محفوظ بنانا چاہیے۔ ورنہ عذاب سر پر آ چکا ہے بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہوگا۔

غزوہ ہند، اعماق یا دابق کا ملحمہ اور فتح قسطنطنیہ ان تینوں میں سے رسول اللہ ﷺ کے بعد جو سب سے پہلے ہونا تھا وہ غزوہ ہند تھا جو کہ ہو چکا اور اس کے بعد باقی دو رہ جاتے ہیں ان میں ایک اعماق یا دابق کا ملحمہ اور دوسرا قسطنطنیہ کی فتح۔ اور جب روایات میں غور کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فتح قسطنطنیہ کے بعد دجّال کے خروج کی خبر دی جس سے یہ واضع ہو جاتا ہے کہ اعماق یا دابق کا ملحمہ فتح قسطنطنیہ سے پہلے ہوگا نہ کہ فتح قسطنطنیہ کے بعد۔

یوں ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے غزوہ ہنداس کے بعد اعماق یا دابق کا ملحمہ اور آخر میں فتح قسطنطنیہ۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں بھی واضح ہے۔

الملالحم خمسٌ، مضى منها ثنتان، وبقى ثلاث، فأولهن ملحمة الترک بالجزيرة، وملحمة الأعماق، وملحمة الدجّال، ليس بعدها ملحمة. نعيم بن حماد

پانچ ملاحم ہوں گی، ہو چکیں ان میں سے دو، اور تین باقی ہیں، پس ان میں پہلی ملحمہ الترک جزیرہ سے اور ملحمہ اعماق کی، اور ملحمہ دجّال ہے، اس کے بعد کوئی ملحمہ نہیں۔

وملحمة الأعماق، وملحمة الدجّال

اس روایت میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ملحمۃ الاعماق، ملحمۃ الدجّال سے پہلے ہوگا کیونکہ ملحمۃ الدجّال کے بعد کوئی ملحمہ نہیں ہے اور جب مزید روایات میں غور کریں تو رسول اللہ ﷺ نے دجّال کے خروج کو فتح قسطنطنیہ کے بعد قرار دیا۔ جس سے یہ بات بلکل واضح ہو جاتی ہے فتح قسطنطنیہ سے پہلے ملحمۃ الاعماق ہوگا۔
اسی طرح اس بات کی مزید وضاحت مسلم کی درج ذیل روایت میں ہو جاتی ہے جس کے بعد کوئی شک نہیں رہتا۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم بالأعماق أؤ بدابق فيخرج اليهم جيش من المدينة من خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلى بينكم و بين اخواننا فيقاتلونهم فيهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلثهم افضل الشهداء عند الله و يفتتح

الثلث لا یفتنون ابدا فیفتتحون قسطنطینیة فبینما هم یقتسمون الغنائم قد علقوا سیوفهم بالزیتون اذ صاح فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاء وا الشام خرج فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذ اقیمت الصلاة فینزل عیسیٰ ابن مریم صلی الله علیه وسلم فأمهم فاذا راه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلک ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ رومی (صلیبی) اتریں گے اعماق یا دابق سے، اس یوم زمین والوں میں جو سب سے خیر ہوں گے ان پر مشتمل فوج مدینہ سے ان کی طرف نکلے گی، پس جب صفیں باندھیں گے تب رومی کہیں گے ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے لوگوں کو لونڈیاں، غلام بنایا ہم ان سے قتال کریں گے پس کہیں گے جنہوں نے خود کو اللہ کے آگے سر خم تسلیم کر دیا ہوگا نہیں اللہ کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے پس لڑائی ہوگی ایک تہائی حصہ بھاگ جائے گا نہیں پلٹے گا اللہ ان پر کبھی بھی یعنی مغضوب، لعنت زدہ قرار دیئے جائیں گے، ایک تہائی قتل ہو جائیں گے وہ اللہ کے ہاں سب سے افضل شہداء ہوں گے اور ایک تہائی فاتح ہوں گے نہیں ان کو فتنے میں ڈالا جائے گا کبھی بھی۔ پس وہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے پس اس کے درمیان تقسیم کریں گے مال غنیمت کو اور تحقیق وہ اپنی تلواریں زیتون سے لٹکائیں گے تب شیطان کی آواز ہوگی کہ بے شک مسیح تمہارے پیچھے تمہارے اہل و عیال میں نکل چکا پس وہ نکلیں گے تو وہ باطل ہوگا پس جب شام پہنچیں گے یعنی ملحمہ قسطنطنیہ کے بعد شام میں ملحمہ ہوگا تب ان کے درمیان نکلے گا وہ قتال کی تیاری کر کے صفیں باندھیں گے جب صلاۃ قائم کریں گے پس اتریں گے عیسیٰ ابن مریم ﷺ پس جڑھ ہوں گے ان کی پس جب اللہ کا دشمن دیکھے گا تو پگھلے گا ایسے جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے پس اگر وہ اسے چھوڑ

بھی دیتے تو پگھل جاتا یہاں تک کہ ہلاک ہوجاتا اور لیکن قتل کرے گا اسے اللہ اپنی قوت سے پس انہیں دیکھا دے گا اس کا خون عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حربت پر یعنی جس شئے سے ابن مریم نے دجال کا مقابلہ کیا جسے بعض روایات میں باب لد سے کہا گیا لد کہتے ہیں خالص اللہ کے عطا کردہ علم کو اور یہی وہ خالص اللہ کا عطا کردہ علم ہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حربت ہوگی جس سے اس شئے پر پڑے دجل کے پردے کو چاک کرنے کے لیے اس علم کے رستے اس میں داخل ہوسکیں گے اور اس دجل کو چاک کردیں گے اور اس شئے کی اصل حقیقت دنیا کے سامنے لائیں گے جو کہ دجال کا قتل ہوگا۔

اس روایت میں بلکل واضع ہے کہ اعماق یا دابق کا ملحمہ فتح قسطنطنیہ سے قبل ہوگا۔ اور اس ملحمہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اہل الروم ۸۰ جھنڈوں تلے آئیں گے اور ہر جھنڈے تلے ۱۲ ہزار سپاہی ہوں گے یعنی اہل الروم ۹۶۰۰۰۰ کی تعداد کیساتھ حملہ آور ہوں گے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: تکون بینکم و بین بنی الأصفر ھدنة، فیغذرون بکم، فیسیرون الیکم فی ثمانین غایة، تحت کل غایةٍ اثنا عشر الفًا. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا تمہارے درمیان اور بنی اصفر یعنی رومیوں کے درمیان جنگ بندی ہوگی پس وہ تمہارے ساتھ دھوکہ کریں گے پس وہ آئیں گے تمہاری طرف اسی جھنڈوں تلے ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار ہوں گے۔

جب ہم تاریخ میں نگاہ دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب مومنوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی قیادت میں بیت المقدس کو فتح کیا تو اس وقت پورا اہل الروم لرز اُٹھا تھا اور تمام کے تمام اہل الروم مشترکہ فوج کیساتھ حملہ آور ہوئے تھے جن کی تعداد تاریخ میں مختلف ملتی ہے بعض مغربی مورخین کے مطابق اہل روم تقریباً ۱۰ لاکھ فوج کیساتھ حملہ آور ہوئے تھے اور دو سال تک بیت المقدس کا محاصرہ جاری رہا تھا شہر میں کھانے پینے سمیت سب کچھ ختم ہوچکا تھا اور یہ تاریخ کا عظیم معرکہ تھا جس میں اہل الروم کو محض چند ہزار مومنوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی جس میں تقریباً چار لاکھ صلیبی مارے گئے اور محض چند ہزار مومن شہید ہوئے۔ یوں یہ بات واضع ہوجانی چاہیے کہ ملحمۃ الأعماق گزر چکا اب کوئی ملحمۃ الأعماق نہیں ہے اب

صرف ملحمۃ الدجّال ہے۔

دوسری بات اس حوالے سے یہ ہے کہ جب ملحمۃ الأعماق کے بارے میں روایات میں غور کریں تو ملحمۃ الأعماق کی تفصیلات میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ صراحت کیساتھ موجود ہیں جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ملحمۃ الأعماق گھوڑوں پر تیروں، تلواروں اور نیزوں وغیرہ سے ہوگا جس میں شدید خون بہے گا۔ اور آج کے دور کے تقاضوں کو سامنے رکھیں تو گھوڑوں پر تیروں، تلواروں، اور نیزوں کیساتھ ایسے کسی ملحمہ کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب یہ ملحمۃ فتح قسطنطنیہ سے ہی قبل ہے تو پیچھے کسی بھی سوال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

غزوہ ہند کی تفصیل گزر چکی اور ملحمۃ الأعماق یا دابق پر بھی کھل کر بات ہو چکی اب آخر میں قسطنطنیہ پر بات کریں گے۔

لا يخرج الدجال حتى تفتح القسطنطينية. نعيم بن حماد

نہیں نکلے گا دجّال یہاں تک کہ فتح ہو جائے قسطنطنیہ۔

اس روایت کو پڑھنے سے پہلے یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ براہ راست آج ہمیں نہیں کہے بلکہ آج سے چودہ صدیاں قبل رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ الفاظ کہے تھے کہ دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک کہ قسطنطنیہ فتح نہ ہو جائے۔ لیکن آج ہم تمام کی تمام روایات کو یوں لیتے ہیں جیسے آج اور ابھی رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ سب کہہ رہے ہیں اور پیچھے گزرنے والی چودہ صدیوں کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت سے لیکر قیامت تک آنے والے بڑے بڑے واقعات کو بہت ہی مختصر الفاظ میں بیان کیا جن میں دجّال کا خروج فتح قسطنطنیہ کے بعد ہوگا نہ کہ اس سے پہلے۔

اور قسطنطنیہ کی فتح کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو بیان کیا اب ہم اس پر نگاہ دوڑائیں گے تا کہ ہم پر حق کھل کر واضح ہو جائے۔

فتح قسطنطینیۃ

تغزون القسطنطينية ثلاث غزوات، الأولى: يصيبكم فيها بلاء. والثانية: تكون بينكم وبينهم صلحاً، حتى تبنوا فى مدينتهم مسجداً، وتغزون أنتم وهم عدواً من وراء القسطنطينية، ثم ترجعون. ثم تغزونها الثالثة، فيفتحها الله عليكم. نعيم بن حماد

تم چڑھائی کروگے قسطنطنیہ پرتین حملے کروگے، ان میں پہلا، پیش آئے گی اس میں تمہیں آزمائش۔ اوردوسرا، ہوگی تمہارے درمیان اوران کے درمیان صلح یہاں تک کہ تم ان کے شہروں میں مسجد بناؤگے، اورتم چڑھائی کرو گے اوروہ دشمنی کریں گے قسطنطنیہ سے پیچھے پھر پلٹ جاؤگے پھرتم تیسری بار چڑھائی کروگے پس اللہ اسے فتح کر دے گا تم پر۔

فتح قسطنطینیۃ سے پہلے اعماق یا دابق کا معرکہ ہوگا اور فتح قسطنطینیۃ کے بعد دجّال کا نکلنا جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ غزوۃ ہندان سب سے پہلے ہوگا۔ یوں سب سے پہلے غزوۃ ہند اس کے بعد جو معرکہ ہوگا وہ اہل روم کے خلاف روم یا دابق میں اور اس کے بعد قسطنطینیۃ فتح ہوگا اور اس کے بعد دجّال۔ اور ایسا قطعاً اس طرح نہیں ہوگا کہ یہ مہنیوں، یا سالوں میں یکے بعد دیگرے ہوگا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے لیکر ساعت تک یہ چار مرحلے صدیوں میں طے ہوں گے۔ یعنی یہ واقعات رسول اللہ ﷺ سے لیکر قیامت تک آنے والے بڑے بڑے واقعات ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے لیکر ساعت کے درمیان رونما ہونے تھے۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ کے لیے تین غزوات ہوں گے یعنی تین بار چڑھائی کی جائے گی پہلی بار مکمل ناکامی

ہوگی اور شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا پھر دوسری بار چڑھائی کی جائے گی جس میں صلح ہو جائے گی اور قسطنطنیہ میں مسجد بھی بنائی جائے گی اور آخر میں تیسری بار چڑھائی کی جائے گی جس میں اللہ سبحان وتعالیٰ فتح دیں گے یہی قسطنطنیہ کی وہ فتح ہوگی جس کے بعد ہی دجال آئے گا نہ کہ اس سے پہلے۔ یوں یہ تین بار فتح قسطنطنیہ تک قسطنطنیہ پر چڑھائی کی جائے گی اور یہ تین چڑھائیاں صدیوں میں ہوں گی یعنی ایسا ہرگز نہیں کہ یکے بعد دیگرے ایک ہی وقت میں یا تھوڑے وقفے میں بار بار چڑھائی کی جائے گی۔

جب ہم تاریخ میں دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق قسطنطنیہ پر تین چڑھائیاں کی گئیں اور تیسری میں کامیابی ملی یعنی تیسرے غزوے میں قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پہلا غزوہ ۶۷۴ عیسوی میں ہوا جس میں ناکامی ہوئی اس کے بعد ۷۱۷ عیسوی میں دوسرا غزوہ ہوا اس میں بھی ناکامی ہوئی اور بالآخر ۱۴۵۳ عیسوی میں تیسرے غزوے میں سلطان محمد فاتح کی قیادت میں اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے فتح ملی اور اس کا نام قسطنطنیہ سے تبدیل کر کے اسلامبول رکھ دیا گیا یوں قسطنطنیہ کا قیامت تک کے لیے خاتمہ ہو گیا یعنی اس کے بعد قیامت تک دنیا میں اس کا نام قسطنطنیہ نہیں ہوگا، قسطنطنیہ ماضی کا قصہ وحصہ بن گیا۔ ۱۴۵۳ سے ۱۹۲۴ عیسوی تک قسطنطنیہ سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا اور ۴۷۰ سال تک سلطنت عثمانیہ کا دارالحکومت رہا۔ اور ۱۹۲۴ میں سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اس کا نام اسلامبول سے تبدیل کر کے استنبول رکھ دیا گیا۔ جو آج تک اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق قسطنطنیہ فتح ہو چکا اور اس کے بعد دجّال بھی آ چکا اس لیے اب اگر کوئی قسطنطنیہ کی فتح کے انتظار میں رہے گا تو وہ محض انتظار ہی کرتا رہے گا کہ اچانک ساعت بھی آ جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے قسطنطنیہ کے فتح ہونے کا کہا تھا نہ کہ استنبول کے فتح ہونے کا۔ اور پھر قسطنطنیہ اہل روم سے فتح ہوگا جب فتح ہوگا اس کے بعد اس میں مساجد بنائی جائیں گی اور ایسا مستقبل میں ناممکن ہے اس لیے کہ آج وہ قسطنطنیہ جو استنبول کے نام سے جانا جاتا ہے اس میں پوری دنیا کے کسی بھی شہر سے زیادہ اور عالی شان مسجدیں ہیں اور آج یہ شہر خود کو امت محمد کہلوانے والوں کے پاس ہے نہ کہ اہل روم کے پاس۔ اور اگر اس کے باوجود کوئی یہ سوچ رہا ہو کہ قسطنطنیہ مستقبل میں فتح ہوگا تو اسے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ کیا قسطنطنیہ دجّال کے خروج سے پہلے فتح ہونا تھا یا اس کے خروج کے بعد؟ جب قسطنطنیہ کی فتح دجّال کے خروج سے پہلے تھی تو آج دجّال کب کا نکل چکا اور پھر کیسے ممکن ہے کہ اب بھی قسطنطنیہ کی فتح کی اُمید لگائے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کیا جائے۔

قسطنطنیہ کی فتح کے بعد ہی دجّال نے نکلنا تھا نہ کہ اس سے پہلے اور دجّال کے نکلنے کے بعد صرف ایک ہی ملحمہ کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اس کے علاوہ کوئی اور ملحمہ نہیں ہوگا اور وہ ملحمۃ الدجّال ہے۔ اور آج ملحمۃ الدجّال نہ صرف ہو رہا ہے

بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے مومنوں کو اس میں کامیابی بھی عطا کر دی۔ دجال یعنی ٹیکنالوجی، جدید سائنسی ایجادات جس کی بنیاد پر یہ دعوے کیے جاتے رہے کہ اس ٹیکنالوجی سے لڑنا ناممکن ہے لیکن مومنوں نے اس ٹیکنالوجی کے نام پر دجل کے بت کو پاش پاش کر دیا اس ٹیکنالوجی پر چڑھے دجل کو واضح کر دیا کہ اس کی موجودگی اور اس سے مقابلے میں جس کے ناممکن ہونے کے دعوے کیے جا رہے تھے وہ ممکن کر دیکھا یعنی خلافت کا قیام عمل میں لایا۔ قیام خلافت ہی ملحمۃ الدجال میں دجال کی شکست تھی جو ہو چکی اس لیے اب ایک عظیم تباہی سر پر آ چکی ہے جسے قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے القارعہ کہا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین یوم یعنی تین سال سے زیادہ دور نہیں ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اب دنیا والوں کے پاس صرف تین یوم یعنی تین سال کی بمشکل مدت موجود ہے اس کے بعد کسی بھی وقت اچانک آٹھ راتوں اور سات دن تک انتہائی تباہ کن ایٹمی و ہائیڈروجن بموں کی بارش ہوگی۔ اس کے بعد جو ہوگا وہ محض چار دہائیاں بعد ساعت کا قیام ہوگا۔

یہ ملحمہ دجال جو کہ آخری ملحمہ ہے اس کے بعد کوئی ملحمہ نہیں یعنی مزید زیادہ سے زیادہ تین سال تک قتال جاری رہے گا اس کے بعد قتال ختم ہو جائے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے دنیا میں جو مہلت دی تھی انسانوں کو وہ ختم ہو چکی۔

ملحمۃ الدجال لڑنے والوں کو مبارک باد ہو جنہوں نے شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی قیادت میں ملحمۃ الدجال کو شروع کیا اور قیام خلافت اس ملحمہ میں دجال کی شکست تھی اب اس ملحمہ کا بھی آخری وقت آ چکا۔ اس کے علاوہ ان کو بھی مبارک جو شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی قیادت میں شروع ہونے والے ملحمہ سے پہلے دجال کے خروج کے بعد اس سے قتال کر چکے۔

آخر میں ہم آتے ہیں لفظ غزوۃ کے معنی کی طرف۔ لفظ غزوہ کے بارے میں یہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ غزوہ اس جنگ یا معرکے کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے بذات خود شرکت کی ہو اور اسی طرح عربی کا ایک لفظ سریہ ہے جس کے معنی یہ کیے جاتے ہیں کہ جس جنگ کی قیادت رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کو سونپی اسے سریہ کہتے ہیں اور یہ دونوں باتیں بلکل بے بنیاد اور جہالت پر مبنی ہیں۔

اگر ایسا ہوتا تو لفظ غزوۃ عربی میں رسول اللہ ﷺ کے پہلی جنگ میں شریک ہونے کے بعد شامل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ لفظ عربی لغت میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہی موجود تھا نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آیا۔ جس سے کسی بھی سوال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن اس کے باوجود ہم اس پر مزید بات کریں گے۔ اگر غزوۃ اسے کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے خود شرکت کی ہو تو پھر یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ ایسے معنی لینے والوں کے نزدیک غزوۃ ہند، غزوۃ اعماق یا دابق اور قسطنطنیہ وغیرہ والے غزوات ابھی مستقبل میں پیش آئیں گے جب یہ غزوات مستقبل میں پیش آئیں

گے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں رسول اللہ ﷺ کی شرکت کیسے ہوگی؟ اور جب رسول اللہ ﷺ کی شرکت نہیں ہوسکتی تو انہیں غزوات کہنے پر کیوں بضد ہیں؟

غزوۃ کے معنی ہیں فیصلہ کن جنگ کے لیے یعنی فتح وغیرہ کی غرض سے حملہ کرنا، محاصرہ کر لینا وغیرہ۔

سریہ کہتے ہیں شب خون مارنے کے غرض سے بھیجے جانے والے چند لوگوں کے گروہ کو جس سے دشمن میں خوف پھیلے یا وہ غزوۃ یعنی فیصلہ کن حملے سے پہلے کمزور ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس کا مادہ سر ہے جس کے ایک معنی خفیہ کو کہتے ہیں اور سریہ خفیہ حملے کو بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دشمن کے علاقوں میں داخل ہو کر وہیں رہائش اختیار کر لینا اور دشمنوں کو موقعہ پاتے ہی قتل کرتے رہنا یا اغوا کر کے اپنے علاقوں میں لانا اور جاسوسی وغیرہ کرنا۔ جیسے کہ آج بھی دنیا کے تمام ممالک اپنی خفیہ ایجنسیوں اور خفیہ تنظیموں کے ذریعے کر رہے ہیں۔

اور ملحمہ کہتے ہیں مہینوں، سالوں، دہائیوں یا صدیوں پر محیط لمبی جنگ کو جس میں مال و جان کا شدید نقصان ہو۔

یاجوج اور ماجوج کے بارے میں جو بات آج عام کی جا چکی ہے اور اکثریت کے اذہان میں راسخ ہو چکی ہے کہ یاجوج اور ماجوج عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد آئیں گے لیکن جب ہم روایات میں غور کریں تو بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یاجوج اور ماجوج پہلے اور اس کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے۔ جیسا کہ ہم درج ذیل روایات میں دیکھ سکتے ہیں۔

أول الآيات : الروم، ثم الثانية: الدجّال، والثالثة: ياجوج و ماجوج، والرابعة: عيسىٰ ابن مريم عليه السلام. نعيم بن حماد

سب سے پہلی نشانی الروم یعنی اہل روم سے جنگ ہوگی جس کے نتیجے میں بہت سے فتوحات ہوں گی جن میں شام کا فتح ہونا، بیت المقدس کا فتح ہونا، قسطنطنیہ وغیرہ کا فتح ہونا یوں کئی صدیاں اہل روم سے جنگ ہوگی اس کے بعد دوسری بڑی نشانی دجّال ہے جو کہ ٹیکنالوجی ہے اور یہ ایک بار اُمت مسلمہ میں بھی ٹیکنالوجی نے سر اٹھایا تھا یوں ایک بار اُمت مسلمہ میں بھی دجّال نکلا تھا اور تیسری یاجوج اور ماجوج کا نکلنا ہے اور چوتھی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ نے خود سے لیکر قیامت تک پیش آنے والے واقعات کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔

ہرصورت ۲۰۲۰ سے پہلے عالمی جنگ ہوگی

وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ لا وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي قف فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ . سبا ۴۵

اورکذب کیا انہوں نے جوان سے پہلے تھے اورنہیں پہنچے یہ ان کے دسویں حصے کو بھی جو کچھ انہیں دیا تھا ہم نے پس تکذیب کی انہوں نے میرے رسولوں کی پس کیسا تھا تکذیب کرنے کا نتیجہ؟

وَمَا بَلَغُوا. قرآن کے اسلوب کی روح سے یہ الفاظ بیک وقت دومعنی بیان کرتے ہیں۔ پہلا معنی اورنہیں پہنچ سکے تم۔ دوسرا معنی اورنہیں پہنچ سکتے تم۔

وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ اورنہیں پہنچ سکے تم اورنہیں پہنچ سکتے تم دسویں حصے کو بھی جو ہم نے دیا تھا انہیں یعنی تم سے پہلی تباہ شدہ اقوام کو،قوم نوح،قوم عاد، قوم ثمود،قوم لوط، اصحاب مدین اور آل فرعون کو۔

پچھلی ان قوموں کے پاس کیا تھا اور آج موجودہ انسان کیا حاصل کر چکا ہے اس کی تفاصیل پیچھے کتاب میں گزر چکیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں بہت بڑی خبر چھپا کر رکھ دی۔ کہ موجودہ انسان پہلی قوموں کے دس فیصد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا کہ ان کی طرح ایک بڑی تباہی کا شکار ہوجائے گا۔ قوم نوح پر عظیم سیلابی طوفان آیا، قوم عاد اور قوم ثمود دونوں عالمی ایٹمی جنگوں کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹیں اور اسی طرح باقی اقوام بھی جن تباہیوں کا شکار ہوئیں قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے تفصیل سے بیان کردیا جو کے کتاب میں بیان ہو چکا۔

قوموں کی طاقت کا موازنہ ان کی تعمیرات سے لگایا جاتا ہے اور یہی پیمانہ کئی مقامات پر اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بھی بیان کردیا کہ گزری ہوئی قوموں کے زمین پر موجود آثار سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا۔ کسی بھی قوم کی تعمیرات ہی

واحد ایسی شئے ہوتی ہیں جن کے آثار پیچھے بچتے ہیں اور کوئی بھی قوم جب قوت یعنی ٹیکنالوجی میں بڑھتی ہے تو اس کی سب سے پہلی ترجیح بلند و بانگ اور مضبوط ترین عمارات ہوتی ہیں جو اس کی طاقت کی عکاسی کرتی ہیں۔

قرآن نے جیسے پچھلی قوموں کا ذکر کیا تو ان کا ایک ایک قوم کی صورت میں ذکر کیا حالانکہ ان پر تباہی آنے سے پہلے دنیا اسی طرح تقسیم تھی جیسے آج تقسیم ہے۔ جیسے آج ہم دنیا کو مختلف قوموں میں تقسیم کرتے ہیں پہلے بھی ایسا ہی تھا لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ ایسی کوئی تمیز صرف اور صرف ایک ہی نقطے پر کرتے ہیں جو اللہ کے غلام ہوتے ہیں ان کو اللہ سبحان وتعالیٰ الگ کر کے باقی تمام انسانوں کو ایک ہی قوم میں شمار کرتے ہیں جو کہ شیطان کے اولیاء ہوتے ہیں خواہ وہ لاتعداد گروہوں میں تقسیم ہوں۔

اس لیے جب بات ہوگی تو لوگوں کو مختلف اقوام میں تقسیم کر کے نہیں دیکھا جائے گا بلکہ جو کچھ آج انسان بنا چکا ہے یعنی ٹیکنالوجی، یہ پوری دنیا کے مجموعی انسانوں کی قوت ہے نہ کہ کسی ایک گروہ یا ملک یا کالے یا گورے لوگوں کی۔ اس لیے پوری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی قوم شمار کرتے ہوئے بات کی جائے گی۔

بات یہ تھی کہ انسان کی قوت کا مظہر اس کی تعمیرات کے ذریعے ہوتا ہے۔ تعمیرات ہی اس کے آثار کی شکل میں باقی رہتی ہیں باقی سب کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ اس لیے پچھلی تباہ شدہ چھ اقوام اور موجودہ قوم یعنی دنیا کے انسانوں کی طاقت کا آپس میں جب موازنہ کیا جائے گا تو ان کے عمارات سے ہی کیا جا سکتا ہے اور کیا جائے گا۔ یہی پیمانہ قرآن نے بھی وضع کیا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بلکل واضح کر دیا کہ موجودہ انسان پہلی قوموں کے دس فیصد کو بھی نہیں پہنچ سکتے یعنی ان کا دس فیصد بھی نہ آج کے انسان حاصل کر پائے اور نہ ہی یہ دس فیصد تک پہنچ پائیں گے۔ جب بھی یہ ان کے دس فیصد کے قریب پہنچ گئے اور ان کا اگلا دعویٰ پچھلی قوموں کے دس فیصد سے تجاوز کرنے کا ہوا تو اس دعوے کے پورا ہونے سے پہلے ہی یہ بھی پہلوں کی طرح تباہی کا شکار ہوں گے۔

اب ہم پر لازم ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ آج موجودہ انسانوں کو جو کچھ حاصل ہے۔ کس طرح یہ علم حاصل کیا جا سکتا ہے کہ یہ پہلی قوموں کا کتنے فیصد ہے۔ اس کا جواب بھی ہم قرآن سے ہی لیں گے۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہلی قوموں کے بارے میں قرآن میں ان کے جن آثار کا ذکر کیا ہے ان میں قوم نوح اور آل فرعون سرفہرست ہیں۔ آل فرعون پر پیچھے کتاب میں تفصیل سے بات ہو چکی کہ ان کے پاس کیا تھا جس سے آج ہم با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موجودہ انسان آل فرعون کے مقابلے پر کہاں کھڑے ہیں۔ یہاں ہم قرآن کے وضع کردہ پیمانے کو سامنے رکھیں گے یعنی عمارات سے موازنہ کریں گے۔

قوم نوح پر آنے والے سیلابی طوفان کی ہیبت کے ادراک کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان کیا۔

وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ. ہود ۴۲

اور وہ ’نوح علیہ السلام کا بحری بیڑہ‘ بہہ رہا تھا ان کیساتھ پہاڑوں جیسی لہروں میں۔

قوم نوح پر آنے والے عذاب جو کہ ایک سیلابی طوفان کی صورت میں تھا اس کی موجوں کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے۔ کہ اس میں پہاڑوں جیسی لہریں تھیں۔ یہاں کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ اتنی بلند و بانگ لہروں کا مقصد کیا تھا؟

اور دوسرا اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہاں اس طوفان کی لہروں کا ہی ذکر کیوں کیا؟

یہ دونوں سوال بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں اور غور وفکر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ بہرحال پہلے سوال کا جواب تو بلکل واضح ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا کوئی کام بھی علم وحکمت سے خالی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی کام بے مقصد وفضول ہوتا ہے۔ اس لیے جب اتنی بلند لہریں تھیں تو ظاہر ہے ان کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ضرور ہوگا۔ وہ طوفان قوم نوح پر ان کے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کا ہی نتیجہ تھا۔ اس طوفان کا مقصد اس قوم کو تباہ کرنا تھا ان کے کیے کا مزہ چکھانا تھا۔ اسی لیے اتنی بلند لہریں تھیں۔ یعنی قوم نوح نے اتنی بلند و بانگ تعمیرات کی ہوئی تھیں جن کو تباہ کرنا مقصود تھا یہاں اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہاڑوں جیسی لہروں کا ذکر کرکے بہت بڑی خبریں دیں۔

ان میں پہلی یہ کہ ان کی عمارتیں پہاڑوں جیسی بلند و بانگ تھیں۔ دوسری بات یہ کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے جب ان کے دس فیصد تک کو بھی نہ پہنچے کا ذکر کیا تو یہ بھی حکمت سے خالی نہیں۔ تاریخ میں آج وہ وقت آیا ہے کہ انسان پہاڑوں کی پیائش کرکے ان کی بلندی کا علم حاصل کرسکا ہے۔ یہ اس سے پہلے تک نہیں ہوسکا۔ یہی اللہ سبحان وتعالیٰ کی حکمت تھی یہی وہ وقت ہونا تھا جب موجودہ انسان تباہی کے دہانے پر پہنچ جائیں گے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان لہروں کی پیائش کا بھی واضح الفاظ میں ذکر کرسکتے تھے لیکن اس سے یہ ہوتا کہ پیچھے گزرنے والے سب لوگ بے فکر ہوجاتے اسی لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسے الفاظ بیان کیے کہ ہر وقت کا انسان فکر میں رہے۔

آج ہم نے پہاڑوں کی بلندی کی پیائش کی تو جو سب سے بلند پہاڑ ہے وہ ماؤنٹ ایورسٹ ہے جس کی بلندی ۸۸۴۸ میٹر ہے جس سے آج پتہ چل گیا کے قوم نوح پر جب طوفان آیا تو ان کی سب سے بلندترین عمارت تقریباً ۸۸۴۸ میٹر بلند تھی۔
موجودہ انسان ان کے دس فیصد کو بھی نہیں پہنچ سکتے یعنی جب ان کے دس فیصد کے قریب پہنچ جائیں گے اور ان کے دس فیصد یا اس سے آگے بڑھنے کا دعویٰ کریں گے تو وہ دعویٰ پورا نہیں ہوسکے گا کہ ان پر ایک بڑی تباہی مسلط ہوجائے گی جو ان کو تباہ کر

دے گی۔

قوم نوح کی عمارتوں کی بلندی کا دس فیصد نکالا جائے تو وہ ۸۸۴ اعشاریہ ۸ میٹر بنتا ہے جو کہ موجودہ انسانوں کے لیے وہ حد ہے جس کو نہ تو یہ چھو سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے تجاوز کر سکتے ہیں جب بھی انہوں نے ایسا دعویٰ کیا تو وہ وقت ان کی تباہی کا ہوگا۔آج دنیا کی سب سے بلند عمارت دبئی میں موجود ہے جس کا نام برج الخلیفہ ہے

اس کی بلندی ۸۲۸ میٹر ہے جو کہ قوم نوح کے دس فیصد کے بہت قریب ہے۔قوم نوح کے دس فیصد سے صرف ۵۶ میٹر کم ہے اوراس سے بلند عمارت تعمیر کرنے کا جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ سعودی عرب نے کیا ہے۔ سعودی عرب نے جدہ ٹاور کے نام سے ایک عمارت تعمیر کرنے کا اعلان کر رکھا ہے

اوپر والی تصویر میں مکمل عمارت کا خاکہ دیکھایا گیا ہے اور نچلی تصویر اسی زیر تعمیر عمارت کی ہے جو مارچ ۲۰۱۶ میں لی گئی ہے۔

اس کی بلندی ۱۰۰۸ میٹر یعنی ایک کلومیٹر سے بھی آٹھ میٹر زیادہ ہے اور قوم نوح کے دس فیصد سے بھی ۱۲۴ میٹر زیادہ ہے جو کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے کلام کے مطابق ناممکن ہے۔ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں کہہ دیا۔

وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ اور نہیں پہنچ سکتے تم دسویں حصے کو بھی۔ جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہہ دیا تو ایسا ہونا ناممکن ہے۔

سعودی عرب میں اس عمارت کی تعمیر یکم اپریل ۲۰۱۳ سے شروع ہو چکی ہے اور اس کو ۲۰۲۰ تک مکمل کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ جس سے بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ ۲۰۲۰ سے پہلے پہلے دنیا میں ایک بہت بڑی تباہی آنے والی ہے۔ وہ تباہی کون سی ہے جب ہم اس میں غور وفکر کریں تو قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اسے القارعہ کہا ہے جس میں پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہوں گے۔ القارعہ کیا ہے اس کی تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔

قرآن کے مطابق قوم نوح کے دس فیصد کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا اور ان کے دس فیصد کے قریب ترین جو آج پہنچا گیا جس کے بعد دس فیصد سے تجاوز کرنے کا دعویٰ آتا ہے وہ برج الخلیفہ کی عمارت ہے جو کہ دبئی میں واقع ہے جس کی بلندی ۸۲۸ میٹر ہے۔ یعنی جب سعودی عرب کا جدہ ٹاور ۸۲۸ میٹر بلند ہو جائے وہی وقت ایک عظیم تباہی کا ہو گا جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے القارعہ کہا ہے۔ اب اس کا اندازہ لگانا بلکل بھی مشکل نہیں ہم بہت آسانی سے جان سکتے ہیں کہ وہ ٹاور آج کتنی بلندی تک پہنچ چکا ہے اور کب تک وہ ۸۲۸ میٹر کی بلندی تک پہنچ جائے گا۔

آج مومنوں پر جو فرض ہے وہ یہ کہ وہ اس عذاب سے بچنے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ کے حکم پر لبیک کہیں ورنہ بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ رہے گا۔ سب کچھ یوں ہی چل رہا ہو گا کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو گا اور اچانک تباہی آ جائے گی۔ اچانک سے ایٹمی ہتھیاروں سے تباہی شروع ہو جائے گی۔

آج ۲۰۱۶ جا رہا ہے ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ ۳ سال سے بھی کم وقت ہے اس کے بعد کسی بھی وقت اچانک تباہی آ جائے گی۔

سو اے دنیا کے تمام انسانوں تمہارے پاس تین یوم ہیں ایک یوم ایک سال کا اور تین یوم تین سال کے جیسے ہی یہ تین یوم مکمل ہوں گے اچانک رات کے وقت ایٹمی ہتھیاروں کی بارش ہو گی جو آٹھ راتیں اور سات دن تک مسلسل جاری رہے گی جس میں پہاڑ میں ریزہ ریزہ ہوں گے اور دنیا کی آبادی کی اکثریت لقمہ اجل بنے گی اور ایک بڑی تعداد اپنے اجسام کے مختلف اعضاء سے محروم ہو جائے گی اور عذاب دہ زندگی گزارے گی اور جو بچیں گے ان میں سے اکثریت ایسی ہو گی جن

پر محض چار دہائیوں بعد ساعت قائم ہوگی جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا۔ کاش کے تم وہ دیکھ سکو جو مجھے اللہ سبحان وتعالیٰ نے دیکھا دیا لیکن ابھی تمہاری اکثریت تکذیب ہی کرے گی کیونکہ یہ بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے مجھے دیکھا دیا اور تمہاری اکثریت تکذیب اسی لیے کرے گی کیوں کہ اکثریت پر قول حق ہو چکا جو کہ اب واقع ہو چکا ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تم مجھے پاگل کہو گے اور طرح طرح سے طنز وتنقید کا نشانہ بناؤ گے اور خوب تمسخر اڑاؤ گے لیکن جان لو صرف تین یوم تک ہی یہ سب کر سکو گے سو کر لو اور خوب کر لو۔ میرے ذمے تو تمام انسانوں تک پہنچا دینا تھا جس کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے مجھے مکلّف بنایا اور ذمہ داری عائد کی میں وہ کر چکا اور اس پر میرا ربّ تم پر اور مجھ پر شاہد ہے اے اللہ بیشک تو ہی میرے لیے گواہ کافی ہے۔

علامات الساعۃ

آج پوری دنیا میں لفظ ساعت کو قیامت کہا جاتا ہے لیکن یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ ساعت بلکل ایک الگ شیئ ہے اور قیامت اس کے برعکس بلکہ ایک الگ دوسری شیئ۔ قرآن میں دونوں الفاظ الگ الگ آئے ہیں۔قرآن میں کسی ایک مقام پر بھی قیامت ساعت کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا اور نہ ہی ساعت کا لفظ قیامت کے معنوں میں استعمال ہوا۔

قرآن میں قیامت کا لفظ صرف اور صرف اس یوم یعنی ایک طے شدہ مدت کے لیے استعمال ہوا جب دوبارہ اٹھا کھڑا کیا جائے گا اور حساب کتاب لیا جائے گا اور جنت دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔

اور ساعت کا لفظ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کے ردعمل سے آنے والے اس عظیم عذاب کو کہا جس نے مفسد قوم کی جڑھ کاٹ دی۔ قرآن میں مجموعی طور پر سات ساعتوں کا ذکر ہے جس میں سے چھ پہلے گزر چکیں۔سب سے پہلی وہ ساعت تھی جس نے قوم نوح کی جڑھ کاٹی جو کہ قوم نوح کے زمین و آسمان میں کیے ہوئے فساد کے ردعمل میں آنے والا عظیم طوفان تھا اس کے بعد دوسری ساعت قوم عاد پر آئی جو کہ القارعہ کی صورت میں ایک عظیم عالمی ایٹمی جنگ تھی اسی طرح قوم ثمود پر بھی جو ساعت آئی وہ بھی القارعہ یعنی ایک عظیم عالمی ایٹمی جنگ تھی اس طرح باقی ہلاک شدہ اقوام پر بھی جو ساعتیں آئیں یوں چھ ساعتیں گزر چکیں اور اب آخری ساعت جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا اس موجودہ قوم پر آئے گی جو موجودہ قوم کے بحر و بر میں کیے ہوئے فساد کا ردعمل ہوگا جس کی علامات کب کی ظاہر ہونا شروع ہو چکیں۔

جیسے اگر کسی شیئ میں خرابی ہو جائے تو اگر اس خرابی کا ادراک کر کے اس کی اصلاح نہ کی جائے تو وہ خرابی بڑھتی بڑھتی ایک وقت ایسا آتا ہے جب اس شیئ کو ہی ناکارہ بنا دیتی ہے بلکل اسی طرح انسان نے آج جو کچھ ترقی و ٹیکنالوجی،ایجادات کے نام پر فساد کر دیا اس کا ردعمل ظاہر ہونا شروع ہو چکا جو آج ہم زلزلوں،طوفانوں،سیلابوں،زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنے وغیرہ سمیت دیکھ رہے ہیں اب اصلاح کا وقت بھی ہاتھ سے نکل چکا یوں اب زمین اس آخری تباہی کے بلکل قریب پہنچ چکی ہے جو آخری اور ساتویں ساعت ہوگی جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا۔

ساعت اور قیامت ان دونوں الفاظ میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ آج ہر کوئی ساعت کا ترجمہ قیامت کرتا ہے جو کہ بلکل غلط ہے۔ قیامت ایک ہی ہے لیکن ساعت ایک نہیں بلکہ ساعتیں تو پہلی قوموں پر بھی آ چکیں۔
قرآن میں ساعت کے بارے میں مذکور ہے کہ تجھ سے سوال کرتے ہیں ساعت کب آئے گی نہ کہ قیامت کے بارے میں ہے لیکن جب بھی ترجمہ کیا جاتا ہے تو یہ کر دیا جاتا ہے کہ تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔
اب آتے ہیں ساعت کی اشراط و علامات پر ہم چند کا ذکر کریں گے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ . فصلت ٥٣

عنقریب ہم دیکھائیں گے انہیں اپنی آیات بلندیوں میں اور ان کی اپنی ذاتوں میں یہاں تک کہ اِن کے لیے اُن کے ذریعے بلکل کھل کر واضع ہو جائے کہ اس میں کچھ شک نہیں وہ حق ہے

حق کیا ہے؟ اس کی تفصیل کتاب میں گزر چکی یہاں صرف مختصر بات کریں گے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا . الانبياء ٢٢

اگر تھے ان میں یعنی آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ الٰہ یعنی ایسی ذاتیں جن کی غلامی کی گئی بات مانی گئی تو ہر شئے درہم رہم ہوگئی ہر طرف فساد ہو گیا۔

آج ہر طرف فساد ہو گیا اسی وجہ سے اور یہ سب فساد ہونے سے پہلے اسی لیے اللہ نے کہا تھا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ . الذاريات ٥٦

اور نہیں ہم نے خلق کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی غلامی کے لیے۔

جب اللہ کی غلامی کی بجائے آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ الٰہ ٹھہرائے تو انجام کیا ہوگا؟
ظاہر ہے انجام وہی ہوگا جس سے اللہ نے آگاہ کر دیا اور آج وہ سب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔
اور انسانوں نے وہی کیا اللہ کے ساتھ شریک کیے اللہ کی آیات میں چھیڑ چھاڑ کی تو فساد ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب اللہ کا وعدہ تھا کہ تمہیں عنقریب آفاق میں اور تمہاری اپنی ہی ذاتوں میں آیات دیکھائیں گے تا کہ تم پر واضع ہو جائے کہ وہ حق تھا جو تمہیں

بار بار کہا جاتا رہا۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: من سره أن ينظر الى يوم القيامة كأنه رأى عين فليقرأ اذا الشمس كورت و اذا السماء انفطرت و اذا السماء انشقت. مسند احمد ، ترمذی، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا جوکوئی یہ چاہتا ہے کہ دیکھ لے یوم قیامت کی طرف جیسے کہ وہ دیکھ لے آنکھ سے پس پڑھے جب سورج ایسا ہو جائے گا کہ زیادہ گرم ہو جائے گا اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب آسمان میں سوراخ ہو جائے گا۔

اس روایت میں قرآن کی تین آیات کو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا۔آج ہم یہ تینوں آیات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اور اس کے رسول محمد ﷺ نے آج سے ۱۴ صدیاں پہلے وہ عظیم خبریں دے دیں تھیں جو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آج گرمی کی شدت دن بدن بڑھ رہی ہے اور جس کی وجہ سورج کا کورت ہونا ہے یعنی کچھ وجوہات کی بنا پر سورج پہلے سے زیادہ گرم ہو چکا ہے اور ہوتا جائے گا۔آج آسمان پھٹ چکا اور آج آسمان میں سوراخ ہو چکا یہ بھی ہم اپنی آں کھوں سے دیکھ رہے ہیں۔کتاب میں پیچھے اس کا ذکر گزر چکا۔اور آج جب انسان کی رسائی آفاق تک ہوئی تو اللہ نے اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد سے تباہ ہونی والی آیات کو دیکھا دیا۔
آج آسمان پھٹ چکا جیسا کہ ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔
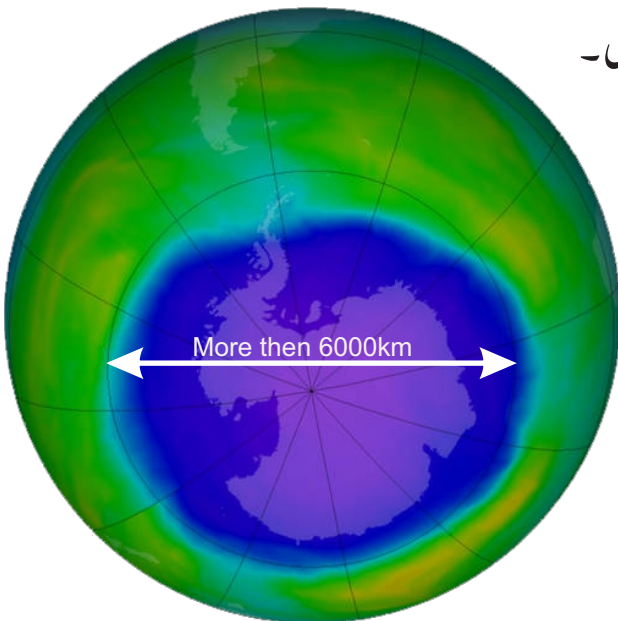
یہ تصویر ۲۰۱۴ کی ہے۔۲۰۱۴ میں آسمان میں سوراخ کا سائز ۲ کروڑ ۴۱ لاکھ مربع کلومیٹر تھا اور اب یہ سوراخ اس سے بھی بڑا ہو چکا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: اذا ولدت الأمة ربتها. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا (ساعت اس وقت قائم ہوگی) جب امت اپنے رب کو جنم دے گی۔

یہ وہی روایت ہے جو بہت زیادہ عام اور معروف ہے جس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی۔ لفظ الامۃ کا ترجمہ لونڈی کر دیا جاتا اور اس کی وجہ یہ بنتی ہے کہ آگے لفظ ولدت یعنی جنم دینے کا آتا ہے تو اس کو جب امت پر منطبق نہیں کر سکتے تو الامۃ کا ترجمہ لونڈی کر دیا جاتا ہے حالانکہ لونڈی کو عربی میں سبی کہا جاتا ہے اور امۃ کے دو معنی ہیں ایک امت قوم اور دوسرا خادمہ کے یعنی خدمت گار عورت کے۔ آگے آنے والا لفظ رب یہ واضح کر دیتا ہے کہ اس روایت میں لفظ امۃ کے معنی خادمہ نہیں بلکہ قوم کے ہیں۔ اس کے باوجود ہم دونوں معنی آج ہم پورے ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نہ صرف آج کرائے کی کوکھیں دستیاب ہیں بلکہ آج امت یعنی قوم نے اپنے رب کو جنم دیا۔

آج پوری دنیا کے انسان ایک امت کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور خود ہی اپنے رب کو جنم دیا۔ سب سے پہلے لفظ رب کے معنی ذہن میں ہونا لازم ہیں جو کہ کتاب میں پیچھے کئی مقامات پر گزر چکے ہیں یہاں مختصراً بیان کر دیتے ہیں رب کہتے ہیں اس ذات کو جو ضروریات خلق کر کے دے یعنی جس کی خلق کردہ ضروریات کو استعمال کر کے زندگی گزاری جائے وہ ذات رب کہلاتی ہے۔ اس روایت کو سمجھنے کے لیے ہم ایک مثال کا سہارا لیتے ہیں۔

ایک شخص زمین پر کئی لاکھ مربع کلومیٹر کے ایک دائرے کا نشان لگاتا ہے اور اس کے بعد وہ اشتہار دیتا ہے کہ اسے کام کروانے کے لیے کچھ لوگ درکار ہیں جو اس کے پاس کام کرے گا وہ اسے کئی گنا زیادہ اجرت دے گا ساتھ آسائشیں وسہولتیں بھی دے گا۔ لوگوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ رابطہ کرتی ہے وہ بتاتا ہے کہ لوہے کی بڑی بڑی سلاخوں کو اس لائن پر ایسے گاڑنا ہے کہ نہ ہی کوئی اندر آ سکے اور نہ ہی باہر جا سکے۔ آپ بھی ان محنت کرنے والوں میں سے ایک ہیں لوگ اس نشان زدہ دائرے پر وہ سلاخیں گاڑنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا ہے یوں جب اس دائرے میں آخری سلاخ گاڑتے ہیں تو سب کے سب خود کو اس اپنے ہاتھوں سے تعمیر کردہ جنگلے میں قید پاتے ہیں۔ بلکل اسی کی مثل آج دنیا کے انسانوں نے دنیاوی مال ومتاع کی خاطر فتنہ دجال کو اپنے ہاتھوں سے خلق کیا جسے آج پوری انسانیت اپنا ربّ بنا چکی ہوئی ہے۔ یوں آج پوری دنیا نے ایک امت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے رب کو خود جنم دیا۔

آج انسان اس دجل کے ہاتھوں بے بس، مجبور ولاچار ہو چکا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: اذا كانت الحفاة العراة رؤس الناس. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا (ساعت اس وقت قائم ہوگی) جب ننگے پاؤں ننگے بدن لوگ رئیس بن جائیں گے یعنی امیر بن جائیں گے۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں عرب کی صحراؤں میں بھوک اور پیاس میں زندگی گزارنے والے جن کو جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور پاؤں میں پہننے کے لیے جوتے میسر نہ تھے آج وہی عرب پوری دنیا میں سب سے زیادہ مال دار، رئیس، امیر بن چکے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: اذا تطاول رعاء الغنم فی البنیان. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا (ساعت اس وقت قائم ہوگی) جب جانوروں (بیڑ، بکریاں، اونٹوں وغیرہ) کے چرواہے ایک دوسرے سے لمبی عمارتیں بنانے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے سے لیکر آج سے چند سال قبل تک عربوں کے جو لوگ اونٹ، گدھے، بھیڑ، بکریاں چرواتے تھے وہ چرواہے آج ایک دوسرے سے بڑھ کر لمبی لمبی عمارتیں بنانے میں مقابلے کر رہے ہیں۔ آج دنیا کی سب سے بلندترین عمارت بھی انہی چرواہوں نے تعمیر کی جو دبئی میں واقع ہے جس کا نام برج الخلیفہ ہے اور یہی عرب کے بدو چرواہے اس سے بھی بلند عمارت ریاض نجد سعوی عرب میں تعمیر کر رہے ہیں جس کی بنیاد یکم اپریل ۲۰۱۳ کو رکھی اور ۲۰۲۰ تک مکمل کرنے کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہم ان ماضی کے چرواہوں کی بنائی ہوئی عمارتوں کو دیکھ سکتے ہیں جو بادلوں سے اوپر آسمانوں کو چھوتی نظر آتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من اشراط الساعة أن يرفع العلم، ويظهر الجهل، ويفشو الزنا، ويشرب الخمر. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں ساعت کی اشراط میں سے ہے کہ علم رفع ہو جائے گا اور جہالت ظاہر ہو جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا اور نشہ آور مشروب پیے جائیں گے۔

آج علم رفع ہو چکا اور پوری دنیا جہالت کی گھاٹیوں میں گری ہوئی ہے۔ ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے علماء کے نام پر علمائے دجال جاہلوں کی کثیر تعداد اکثریت کو ہر لحاظ سے گمراہ کر رہی ہے۔ زنا عام ہو چکا اور الکوحل ملے مشروبات ہر کوئی پی رہا ہے جس کی تفصیل دیکھنے کے لیے ”حلال طیب اور فتنہ دجال“ کا مطالعہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يفيض المال، وتظهر الفتن، ويكثر الهرج. قالوا: وما الهرج؟ يارسول اللہ ﷺ، قال: القتل، القتل، القتل، ثلاثا. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ مال بہت زیادہ ہو جائے گا اور ظاہر ہوں گے فتنے اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہرج کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں تین بار کہا ہرج قتل ہے قتل ہے قتل ہے۔ یعنی قتل کی کثرت ہو جائے گی۔ ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يقبض العلم، وتكثر الزلازل، ويتقارب الزمان، وتظهر الفتن، ويكثر الهرج وهو القتل. بخاری، ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ علم قبض ہو جائے اور زلزلوں کی کثرت ہو جائے اور وقت سکڑ جائے اور فتنے ظاہر ہو جائیں اور ہرج کی کثرت ہو جائے و ہرج قتل ہے۔

آج مال کی کثرت ہوچکی ہے، فتنے ہی فتنے ہیں، ہر طرف قتل ہی قتل ہے، علم قبض ہو چکا، زلزلوں کی کثرت ہے اور وقت سکڑ چکا جو کام پہلے سالوں میں ہوتا تھا وہ آج مہینوں میں بھی نہیں بلکہ دنوں میں ہورہا ہے یوں سالوں کا وقت سکڑ کر مہینوں بھی نہیں بلکہ دنوں تک جا پہنچا، پہلے جو کام مہینوں میں ہوتا تھا اب وہی کام دنوں میں بھی نہیں بلکہ گھنٹوں میں ہورہا ہے اور جو دنوں میں ہوتا تھا اب وہی کام گھنٹوں اور لمحوں میں ہورہا ہے یوں آج وقت سکڑ چکا۔

رسول الله ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى يكثر فيكم المال فيفيض حتى يهم رب المال من يقبل صدقته وحتى يعرضه فيقول الذى يعرضه عليه : لا أرب لى فيه. بیھقی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ تم میں مال کی اتنی کثرت ہوجائے گی کہ پانی کی طرح بہے گا یہاں تک کہ مال والے کو ہوگا کہ کون اس کا صدقہ قبول کرے گا اور یہاں تک کہ وہ کسی کو پیش کرے گا پس وہ جس پر پیش کرے گا وہ کہے گا مجھے اس کی کوئی چاہت نہیں۔

آج عربوں میں مال و دولت کی بلکل یہی حالت ہے مال و دولت کی اتنی فراوانی ہے کہ وہاں ان کا کوئی صدقہ قبول کرنے والا کوئی نہیں عید پر جب قربانی کی جاتی ہے تو ان سے گوشت لینے والا کوئی نہیں ہوتا اور وہ اس گوشت اور اپنے صدقے وغیرہ کو تیسری دنیا کہلائے جانے والے ممالک میں بھیج دیتے ہیں۔ عربوں کے اسی سارے صدقے کے مال سے آج ایشیائی ممالک میں مدرسے چل رہے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى تعود أرض العرب مروجا و أنهارا. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ عرب کی سرزمین شاداب اور نہروں یعنی پانی کی پائپ لائنوں سے بھر جائے گی۔

آج عرب کے صحراؤں کو ہم سرسبز و شاداب اور پانی کی پائپ لائنوں سے بھرا دیکھ سکتے ہیں یہاں تک کہ سعودی عرب کے صحرا

میں لاکھوں مربع کلومیٹر کا رقبہ سرسبز وشاداب ہو چکا ہے جیسا کہ تصاویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى تأخذ أمتى أخذ القرون قبلها شبراً بشبرٍ وذراعاً بذراعٍ، قيل يا رسول اللہ ﷺ! كفارس والروم؟ قال: ومن الناس الا أولئك. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ میری امت وہی کرے گی جو اس سے پہلی امتوں نے کیا بالشت سے بالشت بازو سے بازو، پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ جیسے فارس اور روم والے کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا اور لوگوں سے مگر وہی۔ یعنی دنیا کے انسانوں میں سے روم و فارس والے پہلی قوموں نے جو کیا وہی کریں گے جیسے روم و فارس والے پہلی قوموں کی روش اختیار کریں گے بلکل اسی طرح یہ امت بھی وہی سب کرے گی۔

یعنی امت محمد بلکل وہی سب کرے گی جو ان سے پہلی ہلاک شدہ امتیں کر چکیں حالانکہ یہ کام تو فارس و روم کو کرنا چاہیے تھا نہ کہ اس امت کو مگر یہ امت بھی فارس و روم یعنی صلیبیوں کیطرح ہی پہلی ہلاک شدہ امتوں کے نقش قدم پر چلے گی اور رائی برابر بھی فرق نہیں چھوڑے گی۔ پیچھے کتاب میں ہلاک شدہ اقوام نے کیا کچھ کیا اس کی تفاصیل قرآن سے گزر چکی ہیں اور بلکل وہی سب آج اہل روم کر رہے ہیں اور امت محمد پہلی قوموں کے نقشے قدم پر اہل روم کی اتباع میں کیساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چل رہی ہے۔اور اس کو سمجھنا بہت ہی آسان ہے ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت یعنی جس طرح انہوں نے زندگی گزاری اس کو رکھیں یعنی ملت ابراہیم کو رکھیں جو کہ صرف اور صرف ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہونا ہے اور دوسری طرف یہود و نصاریٰ کی ملت کو رکھیں اور اپنی زندگی کا دونوں سے موازنہ کریں آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ آپ کس کی ملت پر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتى بالمشركين وحتى تعبد الأوثان. بيهقى، حاكم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ میری امت سے قبائل مل جائیں مشرکین کیساتھ اور حتیٰ کہ

غلامی کریں اپنے ہاتھوں سے خلق کی گئی مخلوقات کی۔

اوثان کہتے ہیں جو کچھ انسان سہولتوں، آسائشوں، آسانیوں اور ترقی کے نام پر خلق کرتا ہے جیسے کہ آج کی جتنی بھی مشینری ہے اوران مشینوں کی غلامی یہ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے دنیا میں جو وقت اپنی غلامی کے لیے دیا وہی وقت انہی آسائشوں وغیرہ کے حصول کے لیے ان کے پیچھے لگا دیا جاتا ہے یہی تو ان اوثان کی غلامی ہے۔انسان کا مقصد صرف ان ہی کا حصول رہ گیا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: اذا ذخرفتم مساجدكم وحليتم مصاحفكم فالدمار عليكم. الحکیم

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب تم اپنی مساجد کو سجانے لگو اور اپنے صحوف کو زیور لگانے لگو پس تباہی و بربادی ہوگی تم پر۔

آج ہم عالی شان ایک سے بڑھ کر ایک زیبائش وآرائش والی مساجد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔مساجد ایسے بن چکی ہیں جیسے کہ محلات ہوں۔اور جب مساجد کی یہ حالت ہوچکی تو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج یہ امت ہلاکت کا شکار ہے طرح طرح کے عذابوں کا شکار ہے جیسے بنی اسرائیل اللہ کے غضب کا شکار ہوئے لعنت زدہ ہوئے بلکل اسی طرح یہ امت بھی آج اللہ کے غضب کا شکار ہوچکی ہے لعنت زدہ ہوچکی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: اذا سمعتم بقومٍ قد خسف بهم ههنا قريباً فقد أظلت الساعة. مسند احمد، طبرانی، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب تم سنو کسی قوم کے بارے میں کہ وہ قریب ہی دھنس گئی ہے تو پس تحقیق وہ ساعت کا سایہ ہے۔

یعنی جب زمین کا دھنسا شروع ہوجائے گا وہ دھنسا ساعت کا سایہ ہوگا کہ ساعت اس قدر قریب آچکی ہوگی جیسں کوئی شئے پاس آتی ہے اوراس کا سایہ پہلے آپ پر پڑھے۔آج آپ انٹرنیٹ پر سنک ہولز لکھ کر تلاش کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ پوری دنیا میں زمین جگہ جگہ سے اچانک دھنس رہی ہے اور یہ دھنسنے کے واقعات روزانہ کا معمول بن چکے ہیں جس سے رسول اللہ

ﷺ کے الفاظ کی بلکل تصدیق ہوتی ہے کہ اب ساعت یعنی آخری بڑی عظیم تباہی بلکل سر پر آ چکی ہے موجودہ انسانوں کی اکثریت اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔

رسول اللہ ﷺ قال: اذا وسد الامر الی غیر أھلہ فانتظر الساعۃ. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب حکومت ان کو سونپی جائے جو اس کے اہل نہیں پس اس وقت انتظار کرنا ساعت کا۔

آج پوری دنیا پر تمام کے تمام حکمران وہی ہیں جو اس کے اہل نہیں یہ لوگ پوری دنیا کو فساد زدہ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں انہی کے فساد کے سبب ساعت آئے گی اور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں جن میں رائی برابر بھی ایمان ہے ان کو ساعت کا انتظار کرنا چاہیے یعنی جیسے کسی کی آمد کا انتظار ہوتا ہے تو انتظار میں اور کچھ کرنے کو دل نہیں چاہتا بلکل ایسے ہی دنیا سے دل اچاٹ ہو جائے اور آخرت کی فکر میں لگے رہنا چاہیے اب دنیا انتہائی قلیل وقت کی رہ گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین، یلبسون للناس جلود الضأن من اللین، ألسنتھم أحلی من العسل وقلوبھم قلوب الذئاب. ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا آخری زمانے میں ایسے اشخاص نکلیں گے جو الجھائیں گے الجھن کا شکار کریں گے، تذبذب کا شکار کریں گے، کنفیوزن کا شکار کریں گے دنیا میں دین سے یعنی کہیں گے کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بھیڑوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہوں گے تاکہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا سکیں ان کی زبانیں شہد سے میٹھی ہوں گی اور دل ہوں گے ان کے بھیڑیوں کے۔

آج یہ سب مناظر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آج ان نام نہاد علماؤں نے دین اور دنیا کو دو الگ الگ چیزیں بنا دیا جس وجہ سے لوگوں کی اکثریت نے دین کو پوجا پاٹ سمجھ لیا اور دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ ان علماء نامی طبقے کی حقیقت بلکل وہی ہے جو خود محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دی تھی انہوں نے اپنی حقیقت کو چھپانے کی خاطر ایسے لبادے اوڑھے ہوئے ہیں کہ ہر کوئی ان کو دین اسلام کا محافظ سمجھتا ہے لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہے ان کی زبانیں تو شہد سے میٹھی ہیں

لیکن دل ان کے بھیڑیوں کی مانند ہیں۔جس امت کو دنیا کے انسانوں کے لیے نکالا گیا تھا انہوں نے اس امت کو اسی چکروں میں ڈال دیا جن چکروں میں بنی اسرائیل کے علماء نے انہیں ڈال دیا اور وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے لعنت زدہ ہوئے۔اس پر مزید کچھ بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں آج اس علماء نامی طبقے کی اکثریت کیا تقریباً پورے کا پورا طبقہ ہی ایسا ہے اور اگر کوئی ایسا نہیں تو اس کا شمار اس طبقے میں نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ قال: یدرس الاسلام کما یدرس وشی الثوب حتی لا یدری ما صیام ولا صلاۃ ولا نسک ولا صدقۃ، ولیسری علی کتاب اللہ فی لیلۃٍ فلا یبقی فی الأرض منہ آیۃ، وتبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز یقولون؟ أدرکنا آباء نا علی ھذہ الکلمۃ: لا الٰہ الا اللہ، فنحن نقولھا. ابن ماجہ، بیھیقی، حاکم، الضیاء

رسول اللہ ﷺ نے کہا اسلام اس طرح مٹ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش ونگار مٹ جاتے ہیں حتیٰ کہ کسی کو ادراک نہ ہوگا صیام یعنی روزے کیا ہیں اور نہ صلاۃ کا اور نہ قربانی کا اور نہ صدقے کا۔اور ایک لیل میں اللہ کی کتاب کو اٹھا لیا جائے گا پس نہیں باقی رہے گی زمین میں اس سے ایک آیت بھی۔اور جو جماعتیں لوگوں سے باقی بچیں گی ان سے انتہائی بوڑھا اور بڑھیا کہیں گے پایا ہم نے اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر اپنے آباؤ اجداد کو پس ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

آج پھر اسلام اسی حالت میں لوٹ چکا جس وقت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل تھا آج اسلام بلکل اسی طرح مٹ چکا جیسے محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا۔آج کسی کو بھی ادراک نہیں ہے کہ صوم اصل میں ہے کیا، صلاۃ ہے کیا، قربانی اور صدقہ کیا ہیں۔صلاۃ کو نماز کا نام دیکر پانچ وقت اللہ پر احسان کرنا بنا دیا گیا کسی کو علم ہی نہیں کہ اصل میں صلاۃ ہے کیا۔مثلاً آپ اس بات سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر آپ سے یا کسی عالم کہلانے والے سے پوچھا جائے کہ شیخ، علامہ، مولوی وغیرہ صاحب صلاۃ یعنی نماز پڑھنے کا حکم کسے دیا جائے گا؟ کیا کسی ہندو، عیسائی، یہودی یا کسی اور مذہب کے پیروکار کو نماز پڑھنے کا کہا جا سکتا ہے تو فوراً جواب ملے گا کہ نہیں نماز کا حکم اسے ہے جو مسلمان ہے۔

تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آل فرعون مسلمان تھے؟ کیا قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود سمیت جتنی بھی ہلاک شدہ اقوام تھیں وہ مسلمان تھیں؟ اگر مسلمان نہیں تھیں تو اللہ نے قرآن میں کہا کہ ان کو کہا تھا کہ صلاۃ قائم کریں انہوں نے صلاۃ قائم نہ کی جس وجہ سے وہ ہلاک ہوئیں۔ صلاۃ کی ضد فساد ہے ان قوموں کو صلاۃ کا حکم دیا گیا لیکن انہوں نے صلاۃ قائم نہ کی جس سے فساد ہوا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ کون سی صلاۃ ہے جو ہم نماز کے نام پر پڑھ رہے ہیں؟ کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے کہیں بھی صلاۃ پڑھنے کا حکم دیا یا کہا؟ صلاۃ کو تو قائم کرنے کا حکم دیا اور اس کائنات کی تمام مخلوقات صلاۃ قائم کرتی ہیں جیسے باقی مخلوقات صلاۃ قائم کرتی ہیں ہمیں بھی ویسے ہی صلاۃ قائم کرنی ہے۔ کیا یہ وہی صلاۃ ہے؟

اگر یہ وہی صلاۃ ہے تو اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے ملائکہ تم پر صلی کرتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کو اور ملائکہ کو نماز کی حاجت کیوں پیش آئی اور وہ بھی انسانوں کے لیے؟ اگر یہ وہی صلاۃ ہے جو آج ہم نے بنا لی تو ظاہر ہے اللہ اور ملائکہ جو صلاۃ انسانوں کے لیے قائم کرتے ہیں وہ بھی یہی ہونی چاہیئے؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ یہ وہ صلاۃ نہیں ہے جس کا حکم اللہ نے ہمیں دیا۔ صلاۃ صل سے ہے صل کہتے ہیں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا۔ یہی ہم نے کرنا تھا کہ دنیا کی تمام مخلوقات جو کہ پہلے ہی اپنے اپنے مقام پر تھیں انہیں رہنے دینا تھا اور انسانوں کو ان کے اس مقام پر رکھنا تھا جس مقام کا تعین اللہ نے کر دیا جب ایسا ہوتا تو تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتیں جس سے آسمانوں اور زمینوں کا نظام بلکل ٹھیک رہتا کوئی خامی نہ ہوتی لیکن جب ہم نے یہ صلاۃ قائم نہ کی تو آج وہی ہوا جو پہلی قوموں کے صلاۃ قائم نہ کرنے کی وجہ سے ہوا انہوں نے بھی صلاۃ کو ہماری طرح پوجا پاٹ بنا لیا ہوا تھا۔ صلاۃ پر ہماری کتاب ''الصلاۃ'' کا مطالعہ کیجئے اس میں صلاۃ کی مکمل تفصیلات کا ذکر کیا گیا ہے۔

آج کوئی بھی ایسا نہیں نظر آتا جسے صلاۃ کا ادراک ہو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج یہی کہا جاتا ہے جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا بس وہی ضرور جنت میں جائے گا جنت میں جانے کے لیے صرف زبان سے اس کلمے کا اقرار کرنا کافی ہے اور ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی پر پایا۔ اور بلکل یہی حال صیام، قربانی اور صدقے کا ہے۔ دین کے پانچوں ارکان کی ہی آج یہی حالت ہو چکی ہے۔

قرآن دنیا کے ہر انسان کو صلاۃ قائم کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن ہم نے صلاۃ کو نماز کا نام دیکر ایک مسلمان نامی گروہ سے مشروط کر دیا۔ جیسے یہود نے اسلام کو یہود کے نام پر دائرے میں بند کر کے گروہ بنا لیا بلکل اسی طرح نصاریٰ نے کیا اور بلکل اسی طرح اس امت نے کیا اسلام کو مسلم یا مسلمان کے نام پر ایک دائرے میں بند کر کے گروہ بنا دیا۔ نہ صرف یہ کیا بلکہ الٹا اس

میں بھی مزید فرقہ درفرقہ تقسیم ہوگئے جس سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے سختی سے منع کیا تھا۔ وہ دین جو پوری انسانیت کے لیے ہے اسے ہم نے ایک گروہ کا دین نہیں بلکہ مذہب بنا دیا۔ جو دین ہے ہی فطرت پر قائم ہونے کا نام ہم نے اسے پوجا پاٹ بنا لیا جس کا دین اسلام سے رائی برابر بھی کوئی تعلق نہیں الٹا یہ پوجا پاٹ دین اسلام کی ضد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: سیأتی علی أمتی زمان یکثر فیه القراء ویقل فیه الفقها ویقبض العلم ویکثر الهرج، ثم یاتی من بعد زمان یقرا القرآن رجال من امتی لا یجاوز تراقیهم، ثم یأتی من بعد زمان یجادل المشرک بالله المؤمن فی مثل مایقول. طبرانی ، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا میری امت پر زمانہ آئے گا جس میں قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور اس کی سمجھ رکھنے والوں کی بہت قلت اور علم قبض کرلیا جائے گا اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی پھر آئے گا اس کے بعد زمانہ جس میں میری امت سے لوگ قرآن پڑھیں گے نہیں ان کے حلقوں سے نیچے اترے گا یعنی قرآن کا تعلق ان کے حلق تک ہوگا پھر آئے گا اس کے بعد زمانہ جس میں اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا مومن کیساتھ اپنی باتوں سے جھگڑے گا۔

آج یہ تینوں زمانے ہم بیک وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جن میں قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہے لیکن قرآن کو سمجھنے والوں کی بہت قلت۔ قرآن کا تعلق صرف ان کے حلق کی حد تک ہے، حلق سے آواز نکلتی ہے اس لیے ان کا قرآن سے تعلق صرف پڑھنے کی حد تک ہوگا باقی جسم کے کسی حصے پر قرآن کا اظہار نہیں ہوگا یعنی باقی جسم کے تمام اعضاء وہی کریں گے جس سے قرآن روک رہا ہوگا۔ ایسے زمانے میں قرآن پڑھنے والوں کی تو کثرت تھی اور ہے لیکن قرآن کو سمجھنے والوں کی بہت قلت۔ اسی وجہ سے دنیا کی آج یہ حالت ہو چکی اگر قرآن کی سمجھ رکھنے والے ہوتے تو آج پوری دنیا میں اللہ کے ساتھ اس کے ہر کام میں انسان شریک نہ بنا ہوتا۔ آج پوری دنیا میں ہرج یعنی قتل کی کثرت بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں انسانی زندگی کی اہمیت مچھر یا مکھی سے بھی کم تر ہو چکی ہے۔ آج جس زمانے میں ہم موجود ہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ایک مومن سے بلکل اسی طرح اپنی باتوں سے جھگڑتے ہیں، ان کا کھانا دیکھیں تو غیر اللہ کا مصنوعی، سفر کے

ذرائع مصنوعی دجال کے،حتیٰ کہ ان کے استعمال کی ایک ایک شئے دجال کی خلق کردہ دجال لیکن وہ خود کو بانگ دہل نہ صرف مواحد کہلواتے ہیں بلکہ جب ایک مومن صرف اور صرف اللہ کی غلامی کی دعوت دیتا ہے تو اسے پاگل قرار دیتے ہیں الٹا اسے کافر ومشرک قرار دیتے ہیں اور اس بات کو کوئی مومن ہی سمجھ سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: لن تقوم الساعة حتى يسود كل قبيلة منافقوها.

طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا ہرگز قائم نہیں ہوگی ساعت یہاں تک کہ ہر قبیلے کا حکمران،سردار،لیڈر اس کا منافق نہ بن جائے۔

منافق کا مادہ ن ف ق یعنی نفق ہے۔نفق عربی میں چوہے کے بل کو کہتے ہیں جب آپ چوہے کو بھاگتا ہوا بل میں گھستا دیکھیں تو جس سوراخ میں وہ داخل ہوتا ہے صرف وہ چوہے کا بل نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کے بل کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔آپ ایسا کریں کہ وہاں سے زمین کو کھودنا شروع کردیں تو آپ یہ دیکھ کر دھنگ رہ جائیں گے کہ چوہے نے وسیع زمین کھود کر چھلنی کی ہوئی ہے اور درجنوں سوراخ ہیں جو پتہ نہیں کدھر کدھر نکل رہے ہیں۔چوہے کا بل نظر آنے میں تو ایک سوراخ ہوتا ہے لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس اور چونکا دینے والی ہوتی ہے۔بلکل یہی صفت جس میں پائی جائے وہ منافق کہلاتا ہے۔ یعنی جو وہ نظر آرہا ہوتا ہے یا جو وہ کہتا یا دعویٰ کرتا ہے حقیقت وہ نہیں ہوتی بلکہ حقیقت اس کے بلکل برعکس دھنگ کردینے والی ہوتی ہے۔ لیڈر کا مقصد قوم یا قبیلے کی صحیح سمت راہنمائی اور اس کی بھلائی مقصود ہوتی ہے۔لیڈران زبان سے دعوے تو ایسے ہی کریں گے لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہوگی حقیقت یہ ہوگی کے ان کے اپنے مفادات اس میں پوشیدہ ہوں گے اور وہ راہنما کی شکل میں راہزن ہوں گے یعنی ان کے دعوے کے برعکس ان کا مقصد صرف اور صرف لوٹ مار کرنا ہوگا،دھوکا دینا ہوگا اللہ کے ساتھ کھلم کھلا شرک عظیم کرنا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ قال: من اقتراب الساعة انتفاخ الأهلة. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا جو ساعت کا قریب ہونا ہے وہ چاند کا پھول جانا ہے یعنی چاند ایسے نظر آئے گا جیسے بہت قریب سے دیکھا جارہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جیسے کہ دوربینیں،ہائی ریزولوشن کیمرے اور

لینز وغیرہ جن سے چاند بلکل ایسے ہی قریب سے نظر آتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا اور یہ ساعت کے انتہائی قریب ہونے کی علامت ہے۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة كثرة القطر و قلة النبات، و كثرة القراء وقلة الفقهاء، و كثرة الأمراء وقلة الأمناء. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا یہ ساعت کا قریب ہونا ہے کہ بارشوں کی کثرت ہوگی اور نباتات کی قلت اور قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور قرآن کی سمجھ رکھنے والوں کی بہت قلت اور حکمرانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور حکمرانی کا حق ادا کرنے والوں کی بہت قلت ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج بارشوں کی تو بہت کثرت ہے جو کہ بے وقت بھی ہو رہی ہیں یہاں تک کے آئے دن سیلاب آئے رہتے ہیں لیکن ان بارشوں سے زمین نباتات نہیں اگاتی بلکہ وہ بارشیں الٹا تیار شدہ فصلوں کو تباہ کر دیتی ہیں اور آج زمین نباتات بہت کم اگا رہی ہے۔ جب تک زمین میں کھادیں وغیرہ نہ ڈالی جائیں تب تک زمین اگاتی ہی نہیں اگر اگاتی بھی ہے تو بہت کم۔ حالانکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضح کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بارشوں کا نظام بنایا ہی زمین سے نباتات اگانے کے لیے جس وجہ سے بارشیں صرف تب ہی ہوتی تھیں جب کھیتوں کو پانی کی ضرورت ہوتی تھی اور اتنی ہی مقدار میں ہوتی تھی لیکن آج بادلوں کے نظام میں بھی فساد ہو چکا بارشیں بے وقت اور کثرت سے ہو رہی ہیں لیکن ان سے زمین اپنی نباتات نہیں نکالتی۔

آج قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہے اور قرآن کو سریلی سے سریلی آواز میں پڑھنا ہی عالم وفاضل کی نشانی بن چکا ہے لیکن قرآن کی سمجھ رکھنے والوں کی تعداد نہ ہوں کے برابر ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو نظام انسان کو دیا جسے قرآن میں صلاۃ کہا اس میں پوری دنیا کے انسانوں میں ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیے لیکن آج اس کے برعکس نہ صرف دنیا میں بلکہ خود کو امت محمد کہلوانے والوں میں حکمرانوں کی کثرت ہو چکی ہے اور ان میں حکمرانی کا حق ادا کرنے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا اگر کوئی ہے بھی تو بہت کم۔ ان عوامل کو رسول اللہ ﷺ نے ساعت کے بلکل قریب ہونے کی علامات قرار دیا لیکن ہم ہیں کے ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی اور کوئی فکر ہی نہیں ہم ابھی بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ جیسے دنیا ختم ہونے والی نہیں یہ سب کچھ ایسے ہی چلتا رہے گا۔ کیا ہمارا یہ رویہ رسول اللہ ﷺ کی

تصدیق کے زمرے میں آتا ہے یا پھران کی تکذیب کے زمرے میں؟ حق ہم پر بلکل واضح ہے اس کے باوجود اگر ہم اپنی ضد پر ڈٹے رہے تو نقصان دنیا و آخرت میں ہمارا اپنا ہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يتباهى الناس فى المساجد.

مسلم، ترمذی، مسند احمد، ابو داود

رسول اللہ ﷺ نے کہا ہرگز قائم نہیں ہوگی ساعت یہاں تک کہ لوگ مساجد میں فخر نہ کرنے لگیں، شیخیاں نہ بکھارنے لگیں۔

آج یہ سب بھی ہم اپنی انکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ صرف مساجد کی تعمیر میں ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے بلکہ مساجد میں ایسے لباس وغیرہ پہن کر جایا جاتا ہے کہ ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے، شیخیاں بکھاری جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من أعلام الساعة و اشراطها أن يكتفى الرجال بالرجال و النساء بالنساء. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں یہ ساعت کی علامت اور اشراط میں سے ہے کہ مرد مرد سے اور عورت عورت سے کفایت کرے گی یعنی مرد مرد سے اور عورت عورت سے جنسی حاجت پوری کرے گی۔

آج نہ صرف یہ سب ہو رہا ہے بلکہ دنیا کے کئی مما لک میں تو با قاعدہ ایسے قوانین بن چکے ہیں اور ہم جنس پرستی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے۔ اور یہ سب اسی وقت ہونا تھا جب ساعت کا بلکل قریب ہونا تھا اور آج ساعت بلکل سر پر آ چکی۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من أعلام الساعة و اشراطها أن تكنف المساجد و أن تعلو المنابر. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں یہ ساعت کی علامات اور اشراط سے ہے کہ مساجد میں پاخانے کی جگہیں یعنی ٹوائلٹ بنائیں جائیں گے اور یہ بھی کہ مساجد کے منبر اونچے، اوپر کیے جائیں گے۔

آج دنیا میں بہت ہی کم وہ بھی نہ ہونے کے برابر ایسی مساجد ہوں گی جن میں پاخانے کی جگہیں موجود نہ ہوں ورنہ آج تقریباً پوری دنیا میں مساجد میں پاخانے کی جگہیں تعمیر کی جا چکی ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے ساعت کی علامات اور اشراط میں سے قرار دیا وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور آج مساجد میں منبر بھی اونچے بلند نہ صرف تعمیر کیے جاتے ہیں بلکہ اونچے بلند منبر رکھے جاتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان من أعلام الساعة و اشراطها أن تظهر المعازف وشرب الخمور. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں یہ ساعت کی علامات اور اشراط سے ہے کہ گانے بجانے کے آلات ظاہر ہو جائیں گے اور نشہ آور، الکوحل والے مشروبات پیئے جائیں گے۔

آج نہ صرف پوری دنیا میں جدید ترین موسیقی کے آلات ظاہر ہو چکے ہیں بلکہ آج یہ آلات نہ صرف کسی نہ کسی شکل میں ہر گھر میں موجود ہیں بلکہ اب تو ہر ایک اپنی جیبوں میں لیے پھر رہا ہے اور آج دنیا بھر میں سب سے زیادہ پیئے جانے والے مشروبات پیپسی و کوکا کولا وغیرہ ہیں جن میں باقاعدہ الکوحل شامل ہوتی ہے ان کے علاوہ بھی ایسے لاتعداد مشروبات اور بڑی مقدار میں خمر یعنی شرابیں بھی عام پی جا رہی ہیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے ساعت کی علامات اور اشراط میں سے قرار دیا یوں آج ساعت ہمارے سر پر آ چکی ہے لیکن ہم اس سے بلکل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان من أعلام الساعة و اشراطها أن تكثر أولاد الزنا. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں یہ ساعت کی علامات اور اشراط سے ہے کہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد کی کثرت ہو جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج زنا کی پیداوار میں بھی بہت کثرت ہو چکی ہے۔ مغربی معاشروں میں تو نکاح کا کوئی تصور موجود ہی نہیں رہا عورتیں جب چاہیں جس سے چاہیں بغیر نکاح کے بچے پیدا کرتی ہیں۔ کسی کو یہ نہیں علم ہوتا کہ آیا اس کا اصل باپ ہے کون اور یہ سب نہ صرف مغربی معاشروں میں ہو رہا ہے بلکہ یہ سب اب تو پوری دنیا میں اور ان معاشروں

میں بھی عام ہو چکا ہے جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں۔ یوں ساعت کی علامات اور اشراط میں سے یہ علامت اور شرط بھی پوری ہو چکی۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تذھب الدنیا حتی یستغنی النساء بالنساء والرجال بالرجال. ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں ختم ہو گی دنیا یہاں تک کہ عورت عورت سے اور مرد مرد سے اپنی حاجت پوری کرے۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہم جنس پرستی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے جو کہ دنیا کے ہر معاشرے میں سرائیت کر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: اذا ضیعت الأمانۃ فانتظر الساعۃ، قیل: کیف اضاعتھا؟ قال: اذا أسند الأمر الی غیر أھلہ فانتظر الساعۃ. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب ضائع کی جائے گی امانت پس انتظار کرنا ساعت کا۔ پوچھا گیا کیسے اسے ضائع کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جب حکمران ایسے لوگ بن جائیں جو اس کے اہل نہیں پس اس وقت ساعت کا انتظار کرنا۔

آج پوری دنیا میں ایسے حکمران مسلط ہو چکے ہیں جو امانت کو ضائع کر رہے ہیں یہ زمین اللہ سبحان وتعالیٰ کی امانت ہے اس پر حکمرانی کا حق صرف اسے ہے جو اس کا اہل ہو اور اہل صرف اور صرف وہی ہو سکتا ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے علم وحکمت سے نوازا ہو ورنہ جو بھی حکمران بنے گا وہ شیاطین کے مشن میں ان کا معاون کار بن کر زمین میں نمرود و فرعون سمیت پچھلی قوموں کی طرح فساد کرے گا جس سے اللہ کی اس امانے میں خیانت ہو گی جس وجہ سے آج جو تباہیاں، مصیبتیں، زلزلے، سیلاب آرہے ہیں یہ سب ہو گا اور آج یہ سب ہم خود نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ اسی وقت سے گزر رہے ہیں۔ یوں آج ساعت ہمارے سر پر آ کھڑی ہے۔

قال رسول الله ﷺ : ان امام الدجال سنين خداعة، يكذب فيها الصادق، ويصدق فيها الكاذب، ويخون فيها الامين، ويؤتمن فيها الخائن، ويتكلم فيها الرويبضة. قيل: وما الرويبضة؟ قال : الفويسق يتكلم فى امر العامة. مسند احمد

کہا رسول اللہ ﷺ نے اس میں کچھ شک نہیں کہ دھوکے کے سال دجال کے امام ہوں گے، ان میں جھوٹا سچا ہوگا اور سچا جھوٹا ہوگا، خیانت کرنے والے امین اور امانت کا حق ادا کرنے والے خیانت دار، بولیں گے ان میں رویبضہ۔ پوچھا گیا اور کیا ہیں رویبضہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا بات کو بدلنے والے، بات میں جھوٹ کی ملاوٹ کرنے والے سچ کو بدلنے والے بولیں گے دخل اندازی کریں گے عوام الناس کے معاملات میں۔

قال رسول الله ﷺ : تكون أمام الدجال سنون خداعة، يكثر فيها المطر ويقل النبت، ويكذب فيها الصادق و يصدق فيها الكاذب، ويؤتمن الخائن ويخون فيها الأمين، وينطق فيها الرويبضة، قيل: يا رسول الله ﷺ وما الرويبضة؟ قال: من لا يوبه له. طبرانی

يوبه. پرواہ، ذمہ داری کا احساس، ذمہ دار ہونا، سنجیدگی وغیرہ۔

کہا رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کے سال دجال کے امام ہوں گے، ان میں بارش کثرت سے ہوگی لیکن پیداوار کم سے کم ہوں گی، جھوٹا اس میں سچا ہوگا اور سچا اس میں جھوٹا، امانت کا حق ادا کرنے والا خائن اور امانت میں خیانت کرنے والا امین ہوگا، اور بولیں گے اس میں رویبضہ، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ رویبضہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا رویبضہ وہ ہوگا جس کو ذمہ داری کا احساس نہیں ہوگا غیر سنجیدہ، بے پرواہ، غیر ذمہ دار جو بغیر سوچے سمجھے بات کرے گا کہ اس کی وجہ سے خواہ کتنی ہی تباہی کیوں نہ آ جائے اسے

کوئی فکر، پرواہ نہیں ہوگی۔

النبی ﷺ قال: سیاتی علی الناس سنوات خداعات یصدق فیها الکاذب، ویکذب فیها الصادق، ویؤتمن الخائن ویخون فیها الأمین، وینطق فیها الرویبضة، قیل: یا رسول الله ﷺ وما الرویبضة؟ قال:الرجل التافه ینطق فی امر العامة. الأمالی الخمیسیة للشجری

التافه. بےوقعت، لالچی، کمینہ، بےبنیاد، احمق، کمتر، فضول، بےکار، مضحکہ خیز، نیچ، ذلیل، برا، سستاوغیرہ۔

نبی ﷺ نے کہا آئیں گے لوگوں پر دھوکے کے سال، جھوٹا اس میں سچا ہوگا اور سچا اس میں جھوٹا، امانت کا حق ادا کرنے والا خائن اور امانت میں خیانت کرنے والا امین ہوگا، اور بولیں گے اس میں رویبضۃ، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ رویبضہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا بےوقعت، لالچی، کمینہ، بے بنیاد، احمق، کمتر، فضول، بےکار، مضحکہ خیز، نیچ، ذلیل، برا، سستاوغیرہ شخص ہوگا جو بولے گا دخل اندازی کرے گا عوام الناس کے معاملات میں۔

روایات میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج یہ سب کچھ ہورہا ہے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ امانت کہتے ہیں حکمرانی کی ذمہ داری پوری کرنے کو جیسا کہ پورا کرنے کا حق ہے۔ اور آج ہم دیکھ سکتے ہیں پوری دنیا میں خائن حکمران مسلط ہیں، آج سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا بنا کر پیش کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے، بارشیں پوری دنیا میں کثرت سے ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آئے روز سیلاب آتے ہیں لیکن ان بارشوں کا فائدے کی بجائے نقصان ہوتا ہے بارشیں تو کثرت سے ہورہی ہیں لیکن ان بارشوں سے پیداوار نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ بارشوں کا نظام ہی درہم برہم ہو چکا ہے۔ رویبضہ آج عوام الناس کے معاملات میں بول رہے ہیں جنہیں ہم کسی بھی ٹی وی چینل یا میڈیا پر دیکھ سکتے ہیں پوری دنیا کے میڈیا میں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے جو سچ میں جھوٹ کی ملاوٹ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں انتہائی غیر ذمہ داری کر

مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جتنی جی چاہے تباہی آئے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اور ایسے تمام کے تمام لوگ لالچی، کمینے، شہرت کے بھوکے، بے وقعت، جاہل، فضول، فاسق و فاجر انسان ہیں۔ ایسے دھوکے سے بھرپور سالوں کو رسول اللہ ﷺ نے دجّال کے امام قرار دیا۔ ایسے تمام روایات میں امام الدجال کے معنی دجال سے پہلے دھوکے کے سال مراد لیے جاتے ہیں جو کہ بہت بڑا دھوکا اور فراڈ ہے۔ پہلے کے لیے عربی میں لفظ قبل استعمال ہوتا ہے نہ کہ امام۔ امام عربی میں کہتے ہیں جو آگے ہوتا ہے۔ جو لیڈ کرتا ہے۔

مثال کے طور پر ٹرین کی ہی مثال لے لیجئے ٹرین کا انجن باقی ڈبوں کا امام کہلائے گا کیونکہ وہ ان سب سے آگے آگے چلتا ہے۔ اور امام کو رسول اللہ ﷺ نے ڈھال قرار دیا۔ ڈھال ایسی شئے کو کہتے ہیں جس کی آڑ لے لی جائے جیسے پہلے ادوار میں لوہے کا ایک تھال ہوتا تھا جو دوران جنگ استعمال کیا جاتا تھا دشمن کا وار روکنے کے لیے اور اس کی آڑ میں دشمن سے لڑا جاتا تھا۔ جیسے درج ذیل روایت میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی بات کو واضح کر دیا۔

النبی ﷺ قال: انما الامام جنة، يقاتل من ورائه و يتقى به. مسلم

نبی ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں امام ڈھال ہے لڑا جاتا ہے اس کے پیچھے سے اور بچا جاتا ہے اس سے۔

ایسے دھوکے سے بھرپور سال دجّال کے امام ہوں گے یعنی ایسے سال دجّال کو لیڈ کر رہے ہوں گے دجّال ایسے سالوں کی آڑ لیے ہوئے ہوگا۔ اسی ڈھال یعنی دھوکے سے بھرپور سالوں کی وجہ سے کوئی بھی دجّال کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ رویبضہ جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے جیسے کہ میڈیا اینکرز، صحافی وغیرہ یہ سب دجّال کی امامت کر رہے ہیں دجّال ان کی آڑ لیے ہوئے ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دجّال کو مسیحا بنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے لفظ امام الدجال کا استعمال کر کے واضع کر دیا کہ انہیں سالوں میں دجّال موجود ہوگا نہ کہ ایسے سالوں کے بعد دجّال آئے گا۔ آج یہ وہی دھوکے سے بھرپور سال ہیں جو دجّال کے امام ہیں اور دجّال یعنی ٹیکنالوجی ان کی آڑ میں پوری دنیا کے انسانوں کا ربّ بنا ہوئی ہے۔ یہ میڈیا ٹیکنالوجی کو مسیحا بنا کر پیش کرتا ہے اس کا صرف ایک ہی رُخ دیکھاتا ہے جو دیکھنے میں بہت مزین ہے لیکن اس کا دوسرا رُخ کوئی بھی نہیں دیکھاتا سب چھپا دیتے ہیں جس کی وجہ سے آج انسانوں کی اکثریت دجّال کو پہچاننے سے قاصر ہے اور دجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہے۔

رسول الله ﷺ قال: ان بين يدى الساعة فتناً كأنها قطع الليل المظلم، يصبح الرجل فيها مؤمناً ويمسى كافراً، ويمسى مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع قوم أخلاقهم بعرضٍ من الدنيا يسيرٍ. مسند احمد، نعیم بن حماد، حلية الاولياء

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں ساعت کے ہاتھ کے درمیان یعنی جب ساعت بلکل سر پر آ جائے گی فتنے ہوں گے کالی سیاہ رات کی طرح اس میں شخص صبح کرے گا تو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کرے گا تو کافر ہوگا۔اس میں دنیا کی آسانیاں، سہولتیں پیش کے عوض اپنے اخلاق کا سودا کرے گا۔

رسول الله ﷺ قال: ان بين يدى الساعة فتناً كقطع الليل المظلم يصبح الرجل فيها مؤمناً ويمسى كافراً، ويمسى مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع فيها قوم دينهم بعرضٍ من الدنيا. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں ساعت کے ہاتھ کے درمیان یعنی جب ساعت بلکل سر پر آ چکی ہوگی فتنے ہوں گے کالی سیاہ رات کی طرح اس میں شخص صبح کرے گا تو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا اور صبح کرے گا تو کافر ہوگا۔اس میں قوم اپنا دین بیچ ڈالے گی دنیا کے عوض۔

رسول الله ﷺ قال: ان من اشراط الساعة أن يرفع العلم ويظهر الجهل. ابن النجار

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں یہ ساعت کی اشراط سے ہے علم کا بلند ہو جانا اور ظاہر ہو جانا جہالت کا۔

آج علم رفع یعنی بلند ہو چکا۔رفع ہونا کہتے ہیں بلند ہونے کو آج اگر کو علم کا طالب ہو تو اسے علم تک پہنچنے کے لیے خود بھی پہلے

رفع ہونا پڑے گا تا کہ وہ اس علم تک پہنچ سکے اور رفع ہونے کے لیے جو کچھ اللہ نے عطا کیا اس کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنا ہوگا جس مقصد کے لیے اللہ نے عطا جس سے انسان کے درجات بلند ہوں گے یوں اس کی رسائی علم تک ہو سکے گی جو کہ آج ہمیں کہیں بھی ایسے لوگ نظر نہیں آتے جس وجہ سے آج ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے۔رفع وہی ہوتا ہے جو دنیا کے پیچھے نہ بھاگے جو دنیا کی بجائے آخرت سے حب کرے اور اس کا دن رات آخرت کی جدوجہد میں گزرے لیکن آج تو ہر کوئی دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے بھاگ رہا ہے جس وجہ سے علم کی بجائے دنیا میں ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے۔

ساعت کی یہ شرط بھی آج ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان من علامات البلاء وأشراط الساعة أن تعزب العقول، وتنقص الأحلام، ويكثر القتل، ويرفع علامات الخير، وتظهر الفتن. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں آزمائشوں کی علامات اور ساعت کی اشراط میں سے ہے کہ عقلیں مخفی ہوجائیں گے اور بردباری سمجھ گھٹ جائے گی اور قتل کی کثرت ہوجائے گی اور خیر کی علامات رفع ہوجائیں گے اور فتنے ظاہر ہوجائیں گے۔

رسول الله ﷺ قال: ان من علامات البلاء وأشراط الساعة أن تعزب العقول، وتنقص الأحلام، وترفع علامات الحق، ويظهر الظلم. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں آزمائشوں کی علامات اور ساعت کی اشراط میں سے ہے کہ عقلیں مخفی ہوجائیں گے اور بردباری سمجھ گھٹ جائے گی اور قتل کی کثرت ہوجائے گی اور حق کی علامات رفع یعنی بلند ہو جائیں گی اور ظلم ظاہر ہوجائے گا۔

آج یہ سب ہو چکا۔آج مومن طرح طرح کی آزمائشوں کا شکار ہے عقلیں کم ہو چکیں مخفی ہو چکیں کوئی کسی کی بات سمجھتا ہے نہ

ہی سمجھنا چاہتا ہے بردباری تقریباً ختم ہوچکی اور انہی وجوہات کی بنا پر دنیا میں ہر طرف قتل ہی قتل ہے کہیں پر خیر کا پہلو نظر نہیں آتا اور انہی وجوہات کی بنا پر فتنے ہی فتنے ہیں۔
فتنہ کہتے ہیں اصل کے مقابلے پر نقل کے آجانے سے اصل شئے کی پہچان میں پیش آنے والے امتحان کو۔ آج کسی کو یہ سمجھ نہیں آرہا کہ حق کیا ہے دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے کیوں کہ ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے وہی جو طریقے پیش کر رہا ہے وہی حق ہے وہی جو کہہ رہا ہے وہی دنیا میں آنے کا مقصد ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فتنے ہی فتنے ہیں ہر طرف فتنے ہیں یعنی امتحان ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: يوشک العلم أن يرفع. قالها ثلاثا، قال زيد بن لبيد: وكيف يرفع العلم منا وهذا كتاب الله بين أظهرنا قد قرأناه ويقرئه أبناءنا أبناءهم! فقال: ثكلتک أمک يا زيد بن لبيد! ان كنت لأعدک من فقها أهل المدينة! أوليس هؤلاء اليهود والنصارى عند هم التوراة والانجيل فما اغنى عنهم! ان الله ليس يذهب بالعلم يرفع ولكن يذهب بحملته، لا قل ما قبض الله عالماً من هذا الأمة الا كان ثغرة فى الاسلام لا تسد بمثله الى يوم القيامة. ابن عساكر

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب علم بلند ہوجائے گا یہ تین بار کہا، زید بن لبید نے کہا اور کیسے رفع یعنی بلند ہو جائے گا علم ہم سے اور یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان ظاہر ہے۔ تحقیق کہ ہم نے اسے پڑھا اور اپنے بیٹوں کو پڑھایا وہ اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے، پس کہا رسول اللہ ﷺ نے تیری ماں تجھے گم پائے اے زید بن لبید میں تجھے اہل مدینہ کے سمجھداروں میں سے سمجھتا تھا۔ کیا نہیں یہ لوگ یہود و نصاریٰ جن کے پاس تورات اور انجیل ہے پس نہیں انہیں ان سے کچھ حاصل ہوتا۔ بیشک اللہ علم کو رفع کر کے نہیں ختم کرے گا بلکہ جو حاملین علم ہیں وہ ختم ہوجائیں گے۔ اللہ اس امت میں سے جس عالم کو قبض کر کے کمی کرے گا تو اسلام میں ایک شگاف پڑ جائے

گا جو اس جیسے شخص کے نہ ہونے سے قیامت تک بند نہیں ہوگا یعنی اس جیسا علم رکھنے والا پھر نہیں آئے گا کہ جس سے وہ خلا پر ہو سکے۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يرجع القرآن من حيث جاء فيكون له دوى حول العرش كدوى النحل فيقول الرب عزوجل: مالک؟ فيقول: منك خرجت واليك اعود، اتلى فلا يعمل بى، فعند ذلك يرفع القرآن. الديلمى

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ قرآن وہیں واپس نہ پلٹ جائے جہاں سے آیا پس ہوگی اس کے لیے عرش کے گرد ایسی آواز جیسے شہد کی مکھیوں کی ہوتی ہے۔ پس ربّ عزوجل کہے گا کیا ہوا تجھے؟ پس قرآن کہے گا تجھ ہی سے نکلا اور تیری ہی طرف واپس آیا میری تلاوت کی جاتی ہے پس نہیں مجھ پر عمل کیا جاتا پس اس وقت قرآن رفع ہو جائے گا۔

آج قرآن کی سمجھ رکھنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اس کے پڑھنے والوں کی کثرت ہے لیکن اس پر عمل بلکل بھی نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ آج قرآن رفع ہو چکا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ آج انسان رفع ہوئے بغیر ہی قرآن کا علم پا سکے۔ آج وہی قرآن کا علم پا سکتا ہے جو اللہ کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترے جو رفع نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ قرآن سمجھ نہیں آ سکتا اور اگر اس کا علم پہنچ بھی جائے تو کوئی اس کو ماننے کو تیار ہی نہ ہوگا کیونکہ کمہار کو لال کی قدر کا کیا علم لال کی قدر تو سنار ہی جانے۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من اشراط الساعة اخراب العامر واعمار الخراب. ابن عساكر

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں یہ ساعت کی اشراط سے ہے ویران کا آباد اور آباد کا ویران ہو جانا۔

یعنی جیسے برائی کی جگہوں کا اصل مقام ویران ہونا ہے لیکن جب یہ ویران کی بجائے آباد ہو جائیں تو یہ ساعت کی ایک شرط ہو گی جو پوری ہو جائیگی اور اسی طرح جو آباد کی جانے والی جگہیں ہے وہ اصلاح کرنے اور ہونے والی جگہیں ہیں خیر کی جگہیں

لیکن وہ آج ویران ہو چکیں۔آج آپ کو برائی کی جگہیں آباد سے آباد تر نظر آ ئیں گی۔

رسول الله ﷺ قال: ان بین یدی الساعة الھرج، قیل: وما الھرج؟ قال: القتل، وما ھو قتل الکفار ولکن قتل الأمة بعضھا بعضاً حتی أن الرجل یلقی اخاہ فیقتله، ینتزع عقول أھل ذلک الزمان ویخلف له ھباء من الناس، یحسب أکثرھم أنھم علی شیء ولیسوا علی شيء. ابن ماجه، مسند احمد، طبرانی، ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے کہا ساعت کے بلکل قریب ہرج ہوگا، پوچھا گیا اور یہ ہرج ہے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا قتل، اور جو قتل ہوگا وہ کفار کا نہیں بلکہ میری امت ایک دوسرے کو قتل کرے گی یہاں تک کہ شخص اپنے بھائی سے ملے گا تو پس اسے بھی قتل کر دے گا۔اس زمانے کے لوگوں کی عقلیں چھن جائیں گی اور پیچھے ناکارہ لوگ رہ جائیں گے ان کی اکثریت جو کچھ کر رہی ہوگی وہ سمجھے گی کہ وہ کسی شئے پر ہیں یعنی وہ حق پر ہوتے ہوئے یہ سب کر رہے ہیں اور ہرگز نہیں وہ کسی شئ پر ہوں گے یعنی کہ وہ ہرگز حق پر نہیں ہو گے۔

آج ہر طرف قتل ہی قتل ہے اور یہ قتل خود کو امت محمد کہلوانے والے ہی ایک دوسرے کو کر رہے ہیں لوگوں کی عقلیں چھن چکی ہیں کوئی بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا ہر کوئی بغیر سوچے سمجھے جو جی میں آتا ہے کر رہا ہے اور وہ یہ بھی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ یہ سب دین پر عمل کر رہا ہے لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہے یہ وہ عذاب ہے جو بعض کو بعض سے قتل کے ذریعے دیا جاتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی یقتل الرجل أخاہ. حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ شخص اپنے بھائی کو قتل کرے گا۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی تعود ارض العرب مروجاً و

انهاراً. حاکم ، مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ عرب کی زمین شاداب اورنہروں، پانی کی پائپ لائنوں سے بھر جائے گی۔

آج عرب کی زمین نہ صرف شاداب ہوچکی بلکہ زیرزمین پانی کی پائپ لائنوں کا جال بچھ چکا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: من اشراط الساعة أن يملک من ليس أهلاً أن يملک، ويرفع الوضيع، ويتضع الرفيع. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا یہ ساعت کی اشراط سے ہے کہ ایسا شخص حکمرانی کرے گا نہیں تھا وہ اس کا اہل کے حکمرانی کرے۔گھٹیا بلند رتبہ پائے گا اور اور بلند رتبہ کو گھٹایا جائے گا۔

آج ہم ایسے حکمرانوں کی کثرت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جو اس کا اہل ہے اس کی تذلیل وتحقیق کی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة اذا كثر خطباء منابركم وركن علماؤكم الى ولا تكم فأحلوا لهم الحرام وحرمو عليهم الحلال فأتوهم بما يشتهون، وتعلم علماؤكم ليحلوا به دنانيركم ودراهمكم، واتخذتم القرآن تجارةً. الديلمى

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب ساعت قریب ہوگی تب تمہارے منبروں کے خطباء زیادہ ہوجائیں گے اور تمہارے علماء تمہارے حکمرانوں کی طرف مائل ہوجائیں گے پس ان کے لیے حلال کریں گے حرام کو اور حرام کریں گے ان پر حلال کو اور ان کے سامنے ان کی پسند کا دین پیش کریں گے اور علم سیکھیں گے تمہارے علماء اس علم سے تمہارے درہم و دینار اپنے لیے حلال کرنے کے لیے یعنی دین کو پیشہ بنالیں گے اور قرآن کو تم لوگ تجارت کا ذریعہ بنا

لو گے۔

آج یہ سب مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔موجودہ علماء نامی طبقے کا کردار بھی بلکل وہی ہے جس کا ذکر محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا۔حکمرانوں کی خواہشات کیمطابق دین پیش کرنے والے،ان کے لیے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانے والے۔عالم بنا ہی آج اسی لیے جاتا ہے کہ یہ ایک پیشہ بن چکا ہے تا کہ اس کے ذریعے سے مال و دولت سمیٹیں اور قرآن کو تجارت کا ذریعہ بنالیا گیا یہاں تک کہ جدید دور کے تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے آج لاکھوں لوگ انٹرنیٹ پر آن لائن قرآن اجرت پر پڑھا رہے ہیں جو کہ کھلم کھلا قرآن کی تجارت کر رہے ہیں لیکن کسی کو کوئی خوف نہیں اس کے علاوہ جس کو جو ذریعہ میسر ہے وہ قرآن کو تجارت بنائے ہوئے ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: تکون فی أمتی قذعة فیصیر الناس الی علمائهم فاذا هم قردة و خنازیر. الحکیم

رسول اللہ ﷺ نے کہا ہوں کے میری امت میں قذعۃ،قذعۃ کہتے ہیں لعنت کے قابل لوگوں کو،بے شرم،بے حیا،بے غیرت،بدنام،فحش گو یعنی گالیاں دینے والے بات بات پر فحش گوئی کرنے والے،فاحش لوگ،گندے، بیہودہ ترین،برا سلوک کرنے والے،غلط کام کو جرأت مندانہ طریقے سے کرنے والے،غیر اخلاق،بداخلاق، شرمناک،پرتشدد،ہنسی مذاق کرنے والے،تمسخر اڑانے والے،بے ادب،گھٹیا ترین لوگ،تشدد کرنے والے،ظلم کرنے والے وغیرہ۔رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے پس لوگ آئیں گے اپنے علماء کی طرف تب وہ ہوں گے بندر اور خنازیر۔

جب امت محمد میں ایسے لوگ ہوں گے جو کہ آج ہمیں ہر طرف نظر آتے ہیں تب ان کے علماء کیسے ہوں گے وہ بھی رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا کہ اس وقت ان کے علماء بندر اور سور ہوں گے۔بندر اور سور سے مراد کیا ہے اور کیوں اس وقت کے علماء کو بندر اور سور کہا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بندر جو دیکھتا سنتا ہے وہی نقل کرتا ہے وہ خود سے اپنی عقل استعمال نہیں کرتا،خود سے غور و فکر نہیں کرتا۔اور خنزیر خباثت کی نشانی ہے اور خنزیر کھاتا بھی خبائث ہی ہے اس کے علاوہ خنزیر کی گردن پیچھے نہیں مڑتی جس وجہ سے وہ دائیں بائیں یا پیچھے نہیں دیکھ سکتا اور دوسری بات یہ کہ اگر خنزیر پر اس کی خواہش کے برعکس حملہ کیا جائے تو وہ الٹا حملہ کر دیتا ہے پھر وہ نہ آؤ دیکھتا ہے نہ تاؤ۔گردن کا نہ مڑنا جس کی وجہ سے پیچھے نہ دیکھ پانا یہ تدبر نہ ہونے کی نشانی کہلاتا ہے۔

علماء کا بندر اور خنزیر بن جانے سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ظاہری جسامت اور شکل میں بندر اور خنزیر بن جائیں گے بلکہ جیسا کہ پہلے ہم نے واضح کر دیا کہ بندر خود سے غور و فکر نہیں کرتا بلکہ وہ جو دیکھتا، سنتا ہے اسی کی نقل کرتا ہے بلکل یہی حالت علماء کی ہوگی وہ خود سے غور و فکر نہیں کریں گے بلکہ وہ نقل سے کام لیں گے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کریں گے۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب ہوتا دیکھ رہے ہیں کہ آج کے علماء کی اکثریت خود سے غور و فکر نہیں کرتی بلکہ جو ان کے آباؤ اجداد نے لکھا اسی کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں اور الٹا جو غور و فکر کی بات کرے اس پر یہ کفر و شرک وارتداد اور نیا دین لانے کے فتوے داغتے ہیں۔ دن رات یہی ورد کرتے ہیں کہ عقل سے نہیں بلکہ نقل سے کام لو یعنی خود سے غور و فکر نہ کرو بلکہ جو تمہارے آباؤ اجداد نے لکھا اور سمجھا اسی کو لو اسی پر ڈٹے رہو یوں حقیقتاً یہ لوگ بندر بن چکے ہیں اور ان کی یہ حالت کیوں ہوئی اس کی بھی وجہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتا دی کہ یہ خنازیر بن چکے ہوں گے یعنی یہ لوگ خبائث کھا کھا کر خبیث بن چکے ہوں گے اور جیسے خنزیر دائیں بائیں اور پیچھے نہیں دیکھ سکتا گردن موڑ کر بلکل اسی طرح یہ لوگ بھی جو کچھ بھی کریں گے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھیں گے کہ آیا انہوں نے کوئی غلطی تو نہیں کی جس سے اپنی اصلاح کر سکیں یعنی ان میں تدبر نہیں ہوگا۔ کہ جو پیچھے ہوا یا کیا اس سے سیکھیں اس کو سامنے رکھ کر آئندہ کا لائحہ عمل تیار کریں ایسا کرنے والے نہیں ہوں گے بلکہ جو کچھ بھی کریں گے جیسا بھی ہو خواہ وہ غلط ہو اور انہیں علم بھی ہوگا لیکن اس کے باوجود باطل پر ہی ڈٹ نے والے ہوں گے جھوٹ بول کر جھوٹ پر پہرا دینے والے ہوں گے اور اگر کوئی ان کی غلطی کی نشاندہی کرے گا تو یہ لوگ اپنی خوہشات پر حملہ تصور کرتے ہوئے خنزیر کی طرح نہ آؤ دیکھیں گے نہ تاؤ اس پر چڑھ دوڑیں گے اور جو ان کے بس میں ہوگا اس کے خلاف کریں گے جس حد تک جا سکنے کی صلاحیت ان میں ہوگی اس حد تک جائیں گے۔ جب انسان طیب کی بجائے خبیث کھاتا ہے تو وہ بندر و خنزیر ہی بن جاتا ہے بلکل اسی طرح بنی اسرائیل میں سے بھی بندر اور سور بنے تھے قرآن میں اللہ نے بتا دیا کہ وہ حلال طیب کی بجائے خبیث کھاتے تھے اس وجہ سے وہ بندر اور سور بن گئے۔ ظاہری طور پر دیکھنے میں تو انسان ہی ہیں لیکن ان کے اندر صفات بندروں اور سور والی آ چکی ہوتی ہیں پھر یہ وہی سب کرتے ہیں جو بندر اور خنازیر کرتے ہیں۔ اس موضوع کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے ہماری کتاب ''حلال طیب اور فتنہ دجال'' کا مطالعہ کیجئے۔

یہ ہے آج کے علماء کی حقیقت محمد رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں اور ایسے بندروں اور سوروں سے حق کی امید رکھنا اور یہ امید رکھنا کہ یہ لوگ آپ کی حق کی طرف راہنمائی کریں گے محض پاگل پن کے سوا اور کچھ نہیں اس لیے اپنی دنیا و آخرت کی فکر کیجئے آنکھیں بند کر کے ایسے لوگوں کے پیچھے چلنا بند کر دیجئے ورنہ جو انجام ہوگا وہ انتہائی بھیانک ہے۔

اگر تو آج امت میں ایسے لوگ موجود ہیں یعنی قذعۃ جن کا رسول اللہ ﷺ نے کہا تو پھر آج کے علماء نامی طبقے کی حقیقت بھی

واضح ہے اور اگر ابھی تک ایسے لوگ امت میں موجود نہیں تو پھر تو فکر کی کوئی بات نہیں۔حق بلکل واضح ہے چاہے تو تصدیق و اتباع کریں اور چاہے تو اپنی خواہشات کو اپنا اللہ بنائیں اور صرف تین یوم جو کہ تین سال ہیں تک انتظار کریں تب سب واضح ہو جائے گا لیکن اس وقت سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ قال: من اقتراب الساعة أن ترفع الأشرار وتوضع الاخيار ويفتح القول ويحبس العمل، ويقرأ في القوم المثناة ليس فيه أحد ينكرها، قيل: وما المثناة؟ قال: ما كتب سوى كتاب الله. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا یہ ساعت کا قریب ہونا ہے کہ شریر مفسد لوگوں کو بلند رتبہ پر فائز کیا جائے گا ان کا مقام بڑھایا جائے گا اور جو خیر ہوں گے ان کا مقام گھٹایا جائے گا، باتیں کی جائیں گی لیکن عمل بند ہو جائے گا اور پڑھا جائے گا لوگوں میں مثناۃ ان میں کوئی ایک بھی نہیں ہوگا جو مثناۃ پڑھنے سے روکے۔ پوچھا گیا مثناۃ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جو کچھ بھی اللہ کی کتاب کے سوا کتب کیا گیا یعنی لکھ کر محفوظ کیا گیا۔

کتاب اللہ کے علاوہ جو کچھ کتب کیا گیا وہ المثناۃ ہے جس المثناۃ کا ذکر ہے یہ وہ سب کچھ ہے جو احادیث کے نام پر لکھا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ ہے یہی آج پڑھا جاتا ہے اور پوری دنیا میں پڑھایا جاتا ہے۔اور یہی واحد ایسی شئے ہے جس سے روکنے کی کسی میں جرات نہیں کیونکہ فتوے کا خوف ہوتا ہے۔اگر کوئی ایسی جرات کرلے تو دین کے ٹھیکیدار اسے فوراً دین سے ہی خارج کر دیتے ہیں جیسے دین نہ ہوا ان کی ذاتی تعمیر کردہ ایک چاردیواری ہوئی اس میں کوئی ایسا داخل ہوا جو ان کے خودساختہ قوانین پر پورا نہ اترا تو اسے دھکا دیکر باہر نکال دیا۔اس کے علاوہ اس روایت میں جو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں ان کے عین مطابق سب کچھ ویسا ہی ہو رہا ہے۔

قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ سبحان وتعالیٰ نے خود لی تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں تبدیلی کرنے والی قوت بھی کوئی بڑی ہوگی اتنی بڑی کہ جس سے قرآن کو تبدیلی سے بچانا انسان کے بس کا کام نہیں۔تو پھر جس شئے کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے نہیں لی یعنی قرآن کے علاوہ باقیچو کچھ بھی کتب کیا گیا جن میں ذخیرہ احادیث بھی ہیں۔تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دشمن قوت ان کتابوں میں کوئی تبدیلی نہ کرے اور پھر جب ہم دجال کے بارے میں ایسے تصورات رکھتے ہیں جن کے سامنے نعوذ باللہ اللہ کے وجود سے ہی غافل ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ اللہ سے زیادہ قوت والا ہے۔نعوذ باللہ۔

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان کتابوں میں تبدیلی نہ کرے جن کے ذریعے اسے گمراہ کرنے کا موقع میسر ہو۔اور وہ قرآن سے دور کرنے کے لیے قرآن کے متبادل کیوں نہیں سامنے لائے گا؟اس نے یہ سب کیا لیکن ہم تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں حالانکہ اُمت کے حالات، دنیا کے حالات سب کے سامنے ہیں۔قرآن کے تراجم اور تفاسیر کے نام پر وہ کچھ کیا گیا جو نا قابل بیان ہے لیکن یہ اسی کو نظر آئے گا جو اندھا نہ ہوا جس کا دل زندہ ہو، طیب حالت میں ہو اور جن کے دل ہی مردہ ہو جائیں خبث کی وجہ سے تو وہ آنکھیں ہونے کے باوجود اندھے ہو جاتے ہیں پھر انہیں کچھ نظر نہیں آتا، کچھ سمجھ نہیں سکتے حالانکہ دعوے بڑے بڑے کرتے ہیں۔

آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہونے والے واقعات کو ایسے بدل کر پیش کیا جاتا ہے کہ عقل وشعور رکھنے والا انسان دھنگ رہ جاتا۔میڈیا کے ذریعے دو جمع دو، پانچ سیکھایا جا رہا ہے اور انسانوں کی اکثریت اس پر لبیک کہہ رہی ہے۔ایک واقعہ ہوتا ہے اور اسے نوے ڈگری اُلٹ دیکھایا جاتا ہے۔سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر دیکھایا جا رہا ہے اور وہ سب جو آج ہمارے درمیان ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے جب اس کا یہ حال کیا جا رہا ہے تو پھر جو کتابیں، مواد صدیوں پرانا ہے اس میں کیسے ممکن ہے کہ کوئی تبدیلی نہ کی گئی ہو؟اس میں ملاوٹ نہ کی گئی ہو؟۔اس سے سبق حاصل کرنے کی بجائے ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں کہ جو مواد صدیوں سے موجود ہے اس میں کوئی تبدیلی کی گئی۔

اگر ہم غور وفکر کریں تو ہمارے لیے چونکا دینے والے حقائق موجود ہیں لیکن افسوس کہ ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنا ہی نہیں چاہتے جس مقصد کے لیے اللہ نے دیں۔

آج سے محض چند دہائیاں پہلے یہ کتابیں دنیا میں صرف مخصوص مقامات پر ہوتی تھیں۔انتہائی کم گنے چنے افراد کی ان تک رسائی ہوتی تھی۔ہاتھوں سے لکھنا پڑتا تھا ان کتابوں کو جس کی وجہ سے یہ عام لوگوں تو کیا خواص میں سے بھی بہت کم کی پہنچ میں ہوتی تھیں۔دنیا میں جو وقت گزرا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر ایک ہی کتاب کے دو مختلف جگہوں پر موجود نسخوں میں تبدیلی کر دی جاتی تو اس کی نشاندہی ناممکن حد تک مشکل تھی۔ اور جو اسلام دشمن قوتیں ہیں وہ روز اول سے اسی جدو جہد میں رہیں کہ ایسا موقعہ ہاتھ آئے جو اسلام کی جڑیں کھودنے کے لیے سود مند ہو اور اس کے لیے وہ اپنے اموال کی تجوریوں کے منہ کھول دیتے۔تاریخ میں کئی بار پوری کی پوری اُمت یہود ونصاریٰ کے رحم وکرم پر رہی۔تو کیا اس دوران یہود ونصاریٰ خاموش رہے؟ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے؟

بات یہ ہے کہ ہم حق کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں کیوں کہ ہم ملامت سے ڈرتے ہیں۔ہمیں اللہ کی کوئی پرواہ نہیں۔

کون نہیں جانتا کہ کہ اُمت کا علمی خزانہ آج سے چند صدیاں پہلے صرف چند ایک مقام پر ہوتا تھا وہ مقام جو خلافت اسلامیہ کا

دارلخلافہ ہوتا۔ایک لمبے عرصے تک دارلخلافہ بغداد رہا۔پورے کا پورا علمی خزانہ بغداد میں تھا۔تاتاریوں کے ذریعے اس امت کا قتل عام کیا گیا اتنی بڑی ذلت کا شکار ہوئے کہ بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔بغداد کی گلیوں میں اُمت کا خون ایسے تھا کہ تاتاریوں کے گھوڑوں کے سم اس میں ڈوبے ہوئے تھے۔نصاریٰ نے کروڑوں کی تعداد میں ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتب میں علمی خزانے کو یورپ منتقل کیا۔آج بھی صرف فرانس کی ایک قدیم اورسب سے بڑی لائبریری میں تین کروڑ بیس لاکھ سے زائد ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں اور دنیا کے نقشے موجود ہیں جو اس وقت بغداد سے یورپ منتقل کیے گئے۔یہ تین کروڑ بیس لاکھ تو صرف فرانس کی ایک لائبریری میں ہیں جو فرانس کے حصے میں آئے اور اس کے علاوہ سپین اور برطانیہ کی لائبریریوں میں بھی کثیر تعداد میں علمی خزانہ موجود ہے جو بغداد سے لایا گیا۔جسے صلیبیوں نے تین سو سال لگائے ان کے تراجم کرنے کے لیے۔

اب ذرا سوچیں جب اتنا بڑا علمی ذخیرہ لے گئے تو پیچھے جو چھوڑا کیوں چھوڑا؟

اسے ساتھ کیوں نہ لے گئے؟

اور کیا بغیر تبدیلی کیے چھوڑ گئے؟ جب کہ وہ جو چاہتے کر سکتے تھے اور کیا۔

اگر یہ ہاتھ اوپر باندھنا، نیچے باندھنا، رفع یدین کرنا، نہ کرنا، ٹخنے ننگے کرنا نہ کرنا وغیرہ سب کچھ دین ہوتا اور اتنا ضروری ہوتا تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن میں کیوں نہ کیا؟

کیا نعوذ باللہ، اللہ سبحان وتعالیٰ ان کا ذکر کرنا بھول گئے؟ قرآن میں کمیاں کوتاہیاں، کجیاں چھوڑ دیں؟

کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ یہ سب اتنا ضروری ہے؟

کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کو علم ہی نہیں تھا کہ ان وجوہات کی بنیاد پر امت محمد ﷺ اختلافات کا شکار ہو گی اس لیے ان کا ذکر قرآن میں نہ کر سکے؟

لاتعداد سوالات پیدا ہوتے ہیں جو کہ بلکل ہونے چاہییں اور ان کے جوابات ہمیں تلاش کرنا چاہیئں وگرنہ ہم اپنی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کر بیٹھیں گے۔

یہ سب بیان کرنے کا اور اس طرف متوجہ کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ کیا دجال جو رب ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ اتنا ہی کمزور اور لاعلم تھا کہ اس نے اتنے بڑے بڑے مواقع ضائع کر دئے؟ اور ابلیس جو کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن، دین اسلام کا اصل دشمن ہے وہ ہی غافل رہا ان سب مواقعوں سے؟ حالانکہ اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن میں کہتے ہیں کہ ''انہ لکم عدو مبین'' وہ تمہارا ایسا دشمن ہے کہ اس پر تمہارا سب کچھ واضح ہے۔اسے علم ہے کہ کس کس کو کیسے کیسے گمراہ کرنا ہے۔

ابلیس لعین نے ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور فائدہ اٹھاتا بھی کیوں نہ جب کہ وہ خود ہی ان سب معاملات کے پیچھے تھا۔ تو اس نے پیچھے جو کتابیں چھوڑیں ان میں خوب ردوبدل کی اور بلخصوص ایسی ردوبدل کہ جس سے ایمان لانے والوں کی اکثریت اسے نہ پہچان سکے۔ قرآن کے علاوہ جو کچھ بھی لکھا گیا اور پڑھا جارہا ہے کوئی ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس سے روکے۔ اس لیے کہ دین کے ٹھیکیداروں کی توپوں کا رخ اپنی طرف ہونے سے ڈرتے ہیں۔ اگر کسی نے ایسی جرأت کی تو دین اسلام کے ٹھیکیدار اسے یک لخت اسلام سے خارج اور واجب القتل سمیت نہ جانے کیا کیا قرار دیں گے۔ اور مجھے یہ سب قبول ہے اس لیے میں ڈھنکے کی چوٹ پر بانگ دہل کہتا ہوں جو کچھ بھی اللہ کی کتاب کے علاوہ کتب کیا گیا وہ سب المثناۃ ہے جس کی کوئی وقعت، اہمیت وحثیت نہیں۔ وہ سب کا سب گمراہی ہے، گمراہی ہے، گمراہی ہے۔ اور مجھے کیا ان کا خوف ہوگا جنہیں محمد رسول اللہ ﷺ نے بندر اور سور کہا؟ مجھے کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہیں اگر ہے تو صرف اور صرف میرے ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ کی۔ اس لیے مجھے کسی فتوے کا خوف نہیں۔ میں صرف حق کا پابند ہوں کسی کی خواہشات و باطل عقائد و نظریات کا نہیں۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة أن يرى الهلال قبلا. طبرانی، بیهیقی

رسول اللہ ﷺ نے کہا یہ ساعت کا قریب ہونا ہے کہ چاند آمنے سامنے دیکھائی دے۔

آج ایسے آلات دوربینیں، کیمرے، لینز وغیرہ ایجاد ہوچکے ہیں کے جن سے چاند بلکل آمنے سامنے دیکھائی دیتا ہے۔ قبلا کے ایک معنی پہلے کے بھی ہیں کہ چاند کا پہلے ہی دیکھ لیا جانا ساعت کا قریب ہونا ہے اور یہ بات بھی آج پوری ہوچکی ہے آج چاند کب کہاں کس وقت طلوع ہوگا پہلے ہی سب علم موجود ہے اور پہلے ہی بتا دیا جاتا ہے کہ کب، کس وقت اور کہاں پر چاند نظر آئے گا کیونکہ پہلے ہی اسے دیکھا جارہا ہوتا ہے جدید آلات اور علم کے ذریعے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تذهب الأيام والليالى حتى يخلق القرآن فى صدور أقوام من هذا الأمة كما تخلق الثياب، ويكون ما سواه أعجب لهم ويكون أمرهم طمعاً كله لا يخالطه خوف، ان قصر عن حق الله

منه نفسه الأماني، وان تجاوز الى ما نهى الله عنه قال: أرجو أن يتجاوز الله غى، يلبسون جلود الضأن على قلوب الذئاب، أفضلهم فى أنفسهم المداهن الذى لا يأمر ولا ينهى. حلية الاولياء

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں ختم ہوں گے دن اور راتیں حتیٰ کہ قرآن اس امت کے سینوں میں ایسے پرانا ہو جائے جیسے کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو قرآن کے علاوہ جو ہو گا وہ بھلا لگے گا ان کے سارے کے سارے کام لالچ ہوں گے جن کیساتھ کوئی خوف نہیں ہو گا۔ اگر اللہ کے حق میں کوتاہی ہوئی تو اس کا نفس اسے امیدیں دلائے گا اور اگر تجاوز کرے گا اس کی طرف جس سے اللہ نے روکا کہے گا یقیناً امید ہے اللہ میری اس بغاوت کو درگذر کرے گا۔ بھیڑوں کی کھالیں پہن لیں گے بھیڑیوں کے دلوں پر۔ ان کے نزدیک وہ مداہن افضل ہو گا جو نہ معروف کا حکم دے اور نہ منکرات سے روکے۔

آج یہ سب ہو رہا ہے اور ہم نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اسی سے گزر رہے ہیں۔ قرآن کی بلکل وہی اہمیت ہو چکی ہے جیسے جب کوئی کپڑا پرانا ہو جاتا ہے۔ جب کپڑا نیا ہوتا ہے تو انسان کے لیے قابل توجہ ہوتا ہے لیکن جیسے جیسے پرانا ہو جاتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی موجود تو ہوتا ہے لیکن اس کی موجودگی بلکل غیر موجودگی کی طرح ہو جاتی ہے بلکل اسی طرح قرآن کو اس کے شروع کے وقت تو اہمیت دی گئی لیکن آج پرانے کپڑے کی طرح اس کی اہمیت ہو چکی۔ قرآن موجود تو ہے پڑھا بھی جاتا ہے لیکن علم و عمل کے عدم وجود سے بلکل ایسا نظر آتا ہے کہ قرآن موجود ہی نہیں۔ جو قرآن کے علاوہ ہے لوگوں کو وہ بھلا لگتا ہے اسی کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن کی بات کرو تو ایسے بھاگتے ہیں جیسے کوئی آگ لیکر پیچھے پڑا ہو۔ قرآن کے علاوہ وہ کیا شئے ہے جس کی آج اہمیت وحثیت نہ صرف قرآن کے برابر بلکہ قرآن سے بڑھ کر ہے کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج اگر منکرات میں سے کوئی برائی انجام دی جاتی ہے تو خود کو ساتھ تسلیاں بھی دی جاتی ہیں کہ وہ معاف کر دے گا وہ ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہے۔ ماں اپنے بچے کا برا نہیں سوچ سکتی وہ اسے کوئی تکلیف نہیں دے سکتی تو جو ماں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے وہ اپنے بندے کو کیوں نہ معاف کرے گا یوں ایک کے بعد دوسرے، تیسرے اور مسلسل منکرات کو انجام دیا جاتا ہے برائی میں دن بدن آگے بڑھا جا رہا ہے۔ لوگوں کے دل تو بھیڑیوں کے ہیں لیکن ان پر لبادہ بھیڑ کا اوڑھا ہوا ہے اور دن رات ایک دوسرے کو دھوکے پر دھوکا دینے میں مگن ہیں جیسے یہی زندگی کا مقصد ہو۔

رسول الله ﷺ قال: يأتي على الناس زمان تمطر السماء مطراً ولا تنبت الأرض شيئاً. حاكم

رسول اللہ ﷺ نے کہا آئے گا لوگوں پر زمانہ آسمان بارشیں برسائے گا لیکن زمین کوئی شئے نہیں اگائے گی۔

آج موجودہ دور میں بارشوں کی تو کثرت ہے لیکن زمین ان بارشوں سے کچھ بھی نہیں اگاتی اگر اگایا جارہا ہے تو وہ صرف اور صرف کھادوں اور مصنوعی دجال بیجوں سے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تزول الجبال عن أماكنها وترون الأمور العظام التي لم تكونوا ترونها. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں ہوگی قائم ساعت یہاں تک کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور تم ایسے غیر معمولی کام جن کو اگر نکال دیا جائے تو پیچھے کسی کام کی کوئی اہمیت وحثیت نہیں رہ جاتی نہ دیکھ لو جو تم نے پہلے ہوتے ہوئے نہیں دیکھے۔

آج پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل چکے۔ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کران سے پوری دنیا میں گھر، محلات اور اپنے پوجا خانے تعمیر کیے جا رہے ہیں ان کو پھاڑ کران میں رستے اخذ کیے جارہے ہیں۔ اور صرف اور صرف آج موجودہ سائنسی دور میں ہی ایسے غیر معمولی کام ہم ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لیکر سائنسی دور سے پہلے تک نہیں دیکھے گئے آج ہی ہوتے ہوئے دیکھے جارہے ہیں اور آج جو کام ہم ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اگر ان کو نکال دیا جائے تو پیچھے سب کاموں کی اہمیت وحثیت ایسی ہی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام ہڈی نکال لی جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحثیت رہ جاتی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يتسافد الناس تسافد البهائم في الطريق. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں ہوگی قائم ساعت یہاں تک کہ لوگ جانوروں کی طرح رستوں میں جفتی کریں۔

آج مغربی معاشروں میں یہ مناظر عام ہو چکے ہیں لوگ رستوں میں، بسوں، ٹرینوں میں کھلے عام جنسی حاجات پوری کرتے اور ایک دوسرے سے چمٹے نظر آتے ہیں جیسے جانور کرتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تتخذ المساجد طرقاً. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ مساجد کو رستے بنا لیا جائے۔

مسجد بنیادی طور پر کمیونٹی سنٹر ہے جیسا کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کو دیکھیں تو جب بھی کوئی بھی کام ہوتا تھا یا کوئی معاملہ پیش آتا تھا تو فوراً سب کو مسجد میں جمع کیا جاتا تھا۔ مثلاً اگر کسی کا نکاح ہے تو مسجد میں، ولیمہ ہے تو مسجد میں، کسی کے مہمان آئے تو مسجد میں، کوئی مسافر ہے تو مسجد میں ٹھہرتا، کوئی اعلان کرنا ہوتا تو مسجد میں لوگوں کو اکٹھا کر لیا جاتا، جنازہ ہوتا تو مسجد میں، لوگوں کی تربیت کرنا مقصود ہوتا تو مسجد میں، کسی کیس کا فیصلہ کرنا ہوتا تو مسجد میں، شکایات سنٹر مسجد تھی، زکاۃ کی تقسیم کا معاملہ ہو تو مسجد میں یعنی مسجد ایک مکمل کمیونٹی سنٹر تھا جسے آج صرف گزرنے کا ایک رستہ بنا دیا گیا۔ چند منٹ کے لیے دروازہ کھولا جاتا ہے لوگ داخل ہوتے ہیں اور صلاۃ کے نام پر اللہ سبحان وتعالیٰ پر احسان کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں اس کے بعد پھر تالا لگا دیا جاتا ہے جب تک کے اگلی صلاۃ کے نام پر نماز کا وقت نہ ہو جائے۔ اسی طرح پہلے لوگ جب رستوں سے گزر رہے ہوتے تھے تو پاخانے یا پیشاب کی حاجت لاحق ہوتی تو رستے میں ہی ایک طرف ہو کر حاجت پوری کر لیتے اور آج مساجد بھی بلکل اسی کام کے لیے رہ گئیں لوگ آتے جاتے جب حاجت لاحق ہوتی ہے تو مسجد میں حاجت پوری کرنے کے لیے داخل ہوتے ہیں جیسے ہی حاجت پوری ہوتی ہے نکل جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج مساجد کو گزرگاہیں بنا دیا گیا۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يمطر الناس مطراً لا تكن منه بيوت المدر ولا تكن الا بيوت الشعر. مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ بارشیں ہوگی ان سے نہیں بچے گا کوئی گارے کا گھر سوائے اس کے جو الشعر کے بنے گھر ہوں گے۔

الشعر کے معنی کتاب میں تفصیل کیساتھ گزر چکے۔الشعر کہتے ہیں اس مواد کو جس سے بال وغیرہ وجود میں آتے ہیں آج ہم اس مواد کو نائیلو ناور لک یعنی اسفلت وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ان سے جتنی بھی اشیاء وجود میں آتی ہیں انہیں الشعر کہا جائے گا جو کہ آج تعمیرات کے شعبے میں کثیر تعداد میں ایسی اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے گھروں کی چھتیں بھی اسی سے بن رہی ہیں جو گھر کو بارشوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: یاتی علی الناس زمان یتباھون بالمساجد ثم لا یعمرونھا الا قلیلاً. ابن خزیمہ

رسول اللہ ﷺ نے کہا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا لوگ مساجد سے فخر کریں گے یعنی مقابلے پر ایک سے بڑھ کر ایک عالمی شان مساجد تعمیر کریں گے پھر ان کو آباد نہیں کریں گے مگر بہت کم۔

آج مساجد تو ایک دوسرے کے مقابلے پر عالی شان تعمیر کی جارہی ہیں لیکن ان کو آباد نہ ہونے کے برابر کیا جاتا ہے یوں ساعت کی یہ علامت بھی ہم پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: ما من عام الا والذی بعدہ شر منہ حتی تلقوا ربکم. ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں ہے کوئی سال جو اس کے بعد آئے گا اس میں شر ہی ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔ یعنی ہر آنے والا سال پہلے سے زیادہ برا اور شر والا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ قال: کل شیء ینقص الا الشر فانہ یزاد فیہ. مسند احمد، طبرانی، ابو یعلی

رسول اللہ ﷺ نے کہا ہر شئے میں کمی ہوتی ہے سوائے شر کے اس میں کچھ شک نہیں شر میں زیادتی ہی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: ما من عام الا ينقص الخير فيه ويزيد الشر. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں ہے کوئی سال مگر اس میں کمی ہو گی خیر کی اور اس میں بڑھے گا شر۔ یعنی ہر سال خیر میں کمی واقع ہو گی اور شر میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا یاتی علیکم عام ولا یوم الا والذی بعده شر منه حتی تلقوا ربکم. بخاری، مسند احمد، نسائی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں آئے گا تم پر کوئی سال اور دن مگر جو بھی اس کے بعد آئے گا اس میں شر ہی ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔

رسول اللہ ﷺ قال: انکم قد أصبحتم فی زمان کثیر فقهاؤه قلیل خطباؤه قلیل سؤاله کثیر معطوه، العمل فیه خیر من العلم، وسیأتی علیکم زمان قلیل فقهاؤه کثیر خطباؤه کثیر سؤاله قلیل معطوه، العلم فیه خیر من العمل. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ نہیں کہ تم ایسے زمانے میں ہو جس میں قرآن کی سمجھ رکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ اور اس کا خطاب کرنے والے بہت کم ہیں۔ سوال کرنے والے بہت کم اور جواب دینے والے بہت زیادہ ہیں۔ اس زمانے میں عمل کرنا علم سے بہتر، خیر ہے۔ اور عنقریب آئے گا تم پر زمانہ جس میں قرآن کی سمجھ رکھنے والے بہت کم اور اس کا خطاب کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے، اس کا سوال کرنے والے بہت زیادہ اور جواب دینے والے بہت کم ہوں گے اس زمانے میں عمل سے بہتر، خیر علم ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ قال: ثلاث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن

آمنت من قبل أو كسبت فی ايمانها خيراً: طلوع الشمس من مغربها، والدخان، و دابة الأرض. مسلم، ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس وقت کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا نہ ہوا جو ایمان والا اس سے پہلے یا اس نے اپنے ایمان میں خیر نہ کمائی جب یہ تین نکل آئیں سورج کا اس کے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع ہونا اور دخان یعنی دھواں اور زمین کا دابہ یعنی انسان کی خلق کردہ رینگنے والی، چلنے والی اور اڑنے والی مخلوقات۔

ایمان لایا جاتا ہے غیب پر یعنی چھپی ہوئی شئے پر۔ مثلاً آپ کے پاس کسی ایسی شئے کی خبر آئے جسے نہ آپ نے دیکھا ہوا اور نہ ہی آپ کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم ہو لیکن آپ اس خبر کو دل سے تسلیم کرلیں کہ ہاں یہ سچ ہے آپ اسے تسلیم کرتے ہیں یہ ایمان لانا کہلاتا ہے اور ایمان کا تعلق غیب یعنی چھپی ہوئی یا بغیر علم ہونے والی شئے سے ہوتا ہے لیکن جب شئے سامنے آجائے یا اس کے بارے میں علم آجائے تب اس کا چاہ کر بھی انکار نہیں کیا جاسکتا تب تسلیم کرنا مجبوری بن جاتا ہے وہ ایمان نہیں کہلاتا۔ جن تین چیزوں کے نکلنے کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا ان کے نکلنے سے پہلے اصل امتحان ہی ایمان لانا ہوتا تھا یعنی جو کچھ اللہ نے اس کائنات کے بارے میں کہا وہ حق ہے اسے دل سے تسلیم کرلینا ہی اصل امتحان ہوتا تھا لیکن جب یہ تین چیزیں نکل آئیں تب سائنس نے ہر شئے کو کھول کھول کر رکھ دیا کچھ بھی چھپا نہ رہا یوں جب آج سب کچھ واضح ہو چکا تو آج ان باتوں کو مان لینا ہر کسی کی مجبوری ہے کوئی انکار نہیں کرسکتا اس لیے آج یہ ایمان لانا کوئی نفع نہیں دے گا آج جو شئے نفع دے گی وہ ہے عمل خیر کرنا، اصلاح والے کام کرنا۔

کتاب میں پیچھے تفاصیل کیساتھ گزر چکا کہ سورج مغرب سے کب کا طلوع ہو چکا، دخان نکل چکا یعنی آج پوری دنیا انسان کے ان اعمال کی وجہ سے دھویں سے بھر چکی جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بار بار منع کیا اور پہلی تباہ شدہ اقوام کی بار بار مثالیں بیان کیں انہوں نے بھی یہی سب کیا تھا تو ان کا انجام کیا ہوا۔ آج دابہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے لیکن کسی کو نظر ہی نہیں آرہا۔ ویسے تو کتاب میں پیچھے ناقابل تردید تفصیلات گزر چکیں لیکن اس کے باوجود ہم یہاں اس لفظ پر مختصر بات کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اگر اس لفظ کو سمجھنے میں کوئی مشکل ہو تو دابہ کہتے ہیں ہر اس مخلوق کو جو چلتی ہے، رینگتی ہے اور اڑتی ہے۔ آپ ایسا کریں ان تمام مخلوقات پر فہرست مرتب کریں جو چلتی ہیں، رینگتی ہیں اور اڑتی ہیں۔ اس کے بعد ایسا کریں اس میں سے ان کو نکال لیں جن کو اللہ نے خلق کیا۔ اللہ نے قرآن میں کہا کہ اللہ نے اپنا سارے کا سارا دابہ پانی سے خلق کیا۔ یوں اس فہرست میں سے پانی سے خلق کردہ ایسی تمام مخلوقات کو نکال دیں اگر تو پیچھے کچھ نہ بچے تو دابہ نہیں نکلا اور اگر

بچ جائے تو دابہ نکل چکا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ پیچھے بہت سی مخلوقات بچ جائیں گی جو پانی سے خلق نہیں ہوئیں وہ تمام کی تمام انسان کی خلق کردہ مخلوقات ہوں گی جن کو آج ہم گاڑیاں، جہاز اور ٹرینیں کہتے ہیں یہ جس مواد سے بنیں وہ سب کا سب زمین سے نکلا اور اس دابہ کے بنانے والوں کا تعلق بھی زمین سے۔ آج دابہ پوری دنیا میں موجود ہے لیکن کسی کو بھی نظر نہیں آ رہا۔ آج کسی کو اس کا ایمان کوئی نفع نہیں دے گا سوائے اس کے کہ وہ اصلاح کرنے والے اعمال نہ کرے اور خیر نہ کما لے۔ نہ صرف آج تک یہ تین کام ہو چکے بلکہ ساعت کے قیام سے پہلے جو کچھ ہونا تھا وہ سب کچھ ہو چکا لیکن کسی کو نظر ہی نہیں آ رہا اس لیے کہ آج دنیا کی وہ حالت ہو چکی جس کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی بہت زیادہ تفصیلات بیان کر دیں۔ آج وہی وقت ہے جو قوم نوح پر آیا تھا جب نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی اللہ سے اس قوم کی جڑ ھ کاٹنے کی کہ ان کی پیدا ہونے والی اولادیں بھی فاسق و فاجر پیدا ہوں گی آج ایک بار پھر دنیا اسی نہج پر پہنچ چکی ہے۔

یہ سب انہیں ہی نظر آئے گا جو اللہ کے قانون کیمطابق زندہ ہیں اللہ نے انہیں زندہ کہا جو اپنی آنکھوں، کانوں اور دل کو اس مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں دیں اور اللہ نے قرآن میں بار بار واضح کر دیا کہ اللہ نے یہ نعمتیں غور و فکر کرنے کے لیے دیں جو غور و فکر نہیں کرتے ان کو اللہ نے ایک مقام پر اندھے، بہرے قرار دیا، دوسرے مقام پر جانور، تیسرے پر مردہ تو چوتھے پر قبروں میں قرار دیا۔ قرآن کیمطابق یہ سب صرف انہیں نظر آئے گا جو زندہ ہیں اور زندہ غور و فکر کرنے والے ہیں۔ اب آپ کو خود فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کا شمار کن میں ہوتا ہے اور جن کو یہ سب کچھ اس طرح ہر لحاظ سے کھول کھول کر رکھ دینے کے بعد بھی نظر نہیں آئے گا تو وہ صرف تین یوم جو کہ تین سال ہیں انتظار کر لیں تب ان کی آنکھیں جو دیکھیں گی پھٹیں گی اور پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی میرے ذمہ تو پہنچانا تھا اللہ نے جس مقصد کے لیے مجھے بھیجا میں نے وہ کر دیا اے اللہ گواہ رہنا۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تكون عشر آيات: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف في جزيرة العرب، والدجال، والدخان، ونزول عيسى، ویاجوج و ماجوج، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الى المحشر تحشر

الذر والنمل. طبرانی، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ ہوجائیں دس آیات مشرق سے دھنسنا، اور مغرب سے دھنسنا اور جزیرہ عرب سے دھنسنا اور دجال اور دھواں اور عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور یاجوج اور ماجوج اور چلنے والی، رینگنے والی، اڑنی والی انسان کی خلق کردہ مخلوقات اور سورج کا اس کے ڈونے کی جگہ سے طلوع ہونا اور آگ نکلے گی زمین کی گہرائیوں سے کھود کر سوراخ کرکے اس کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ سے، اس آگ کی وجہ سے لوگ اس کی طرف اکٹھے ہوں گے، اکٹھے ہوں گے اس کی وجہ سے مکوڑے اور چیونٹیاں۔

یہ دس کی دس آیات ہوچکیں کتاب میں پیچھے نا قابل رد اور لا جواب تفصیلات گزر چکیں ہیں۔ جس آگ کا رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا اس پر بھی تفصیلات گزر چکیں کہ وہ خام تیل ہے جو زمین کھود کر گہرائیوں تک سورخ کرکے چٹانی تہہ سے نکالا جارہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: یقتتل عند کنزکم هذا ثلاثة کلهم ابن خلیفه، ثم یصیر الی واحد منهم، ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلاً لم یقتله قوم، فذا رأیتموہ فبایعوہ ولو حبواً علی الثلج فأنه خلیفة الله المهدی. ابن ماجه، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا قتال یعنی لڑیں گے تین تمہارے اس خزانے کے پاس سب ابن خلیفہ ہوں گے، پھر ان میں سے کسی ایک کی طرف نہیں جائے گا پھر مشرق کی جانب سے کالے جھنڈے نمودار ہوں گے پس وہ تمہارے ساتھ لڑیں گے قتال کریں گے تمہیں قتل کریں گے ایسے کہ کسی قوم کو ایسے قتل نہیں کیا گیا ہوگا پس جب دیکھو اسے تو پس اس کی بیعت کرلینا اور اگر تمہیں رینگ کر جانا پڑے برف پر سے پس اس میں کچھ شک نہیں وہ اللہ کا خلیفہ المهدی ہوگا۔

یہ کون سا خزانہ ہے جس پر لڑائی ہونے کی خبر اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے چودہ صدیاں قبل دی تھی اس کی وضاحت

بھی خود محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت کردی تھی۔ایسی تمام روایات کو سامنے رکھیں تو ان کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ یہ خزانہ وہ آگ ہے جو اس وقت کہا تھا کہ آج وہ آگ زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے۔اسے نکالا جائے گا زمین کو کھود کر، زمین میں گہرایوں تک سوراخ کر کے اس کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ کو کھجور کی شاخوں کی طرح پھاڑ کر نکالا جائے گا۔وہ آگ اڑے گی بادلوں کی طرح اس آگ سے اڑنے والی مخلوقات اڑیں گے اس آگ کی تجارت ہوگی، اس آگ سے لوگ ادھر، ادھر سفر کریں گے، ہجرت کریں گے وغیرہ۔آج بلکل واضح ہوگیا کہ وہ خزانہ جس پر تین قوتوں کی لڑائی ہونا تھی وہ یہی آگ تھی جسے آج ہم خام تیل کا نام دیتے ہیں۔اسی خزانے پر تین ابن خلیفہ لڑتے رہے ان میں سے یہ خزانہ کسی ایک کے پاس قطعی طور پر نہ پلٹا یہاں تک کہ مشرق سے کالے جھنڈے نمودار ہو گئے۔

خلیفہ کہتے ہیں نائب کو، بعد والے کو۔اس وقت زمین پر اللہ کے بعد شیاطین کا قبضہ ہے ابلیس کے قبضے میں ہے زمین اور دنیا میں تین ابلیسی قوتیں جو کہ ابن خلیفہ کہلائیں گے یعنی تینوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ زمین پر فساد کرنا اصلاح کے نام پر۔یہ تینوں طاقتیں اسی خزانے کے حصول کی خاطر دنیا میں جنگیں کر رہی تھیں اور کر رہی ہیں کہ اس دوران مشرق سے کالے جھنڈے نمودار ہو گئے۔اور آج پوری دنیا نے دیکھا کہ ان کالے جھنڈے والوں نے ایسے قتال کیا اور ایسے ایسے طریقوں سے دشمنوں کو قتل کیا کہ اس سے پہلے ایسے کسی قوم کو قتل نہیں کیا گیا۔ان کے قتال کے طریقے پر پوری دنیا بلبلا اٹھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ ان کو دیکھو تو ان کی بیعت کر لینا خواہ تمہیں برف پر سے رینگ کر جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہو گا۔

مہدی پر بھی پیچھے کتاب میں تفصیل سے بات ہو چکی۔ ہم نے مہدی کے نام پر ایک مخصوص شخصیت کو اخذ کر لیا جو کہ بلکل غلط ہے۔مہدی کہتے ہیں ہدایت یافتہ کو۔مہدی کوئی ایک مخصوص شخصیت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے لیکر ساعت کے قیام تک جب جب دین کی حالت وہ ہونا تھی جیسے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل تھی تب تب ایک ایسی شخصیت ہونا تھی جو باقیوں کی بجائے ہدایت یافتہ ہونا تھی جو دین کو اسی طرح قائم کرتی جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا۔یہ سلسلہ قیامت تک چلنا تھا۔آج پوری دنیا میں جتنے بھی حکمران ہیں ان میں واحد ایک ہی ایسی شخصیت ہے جو مہدی ہے یعنی ہدایت یافتہ ہے وہ وہ ابوبکر البغدادی ہے جو کالے جھنڈے والوں کا امام ہے۔جس کی بیعت کرنے کا حکم خود محمد رسول اللہ ﷺ نے چودہ صدیاں قبل دے دیا تھا۔اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے چاہے تو اپنی خواہشات کی اتباع کریں اپنی خواہشات کو الٰہ بنائیں چاہے تو حق آ چکا اس کی اتباع کریں۔میرے ذمہ تو پہنچا دینا تھا سو میں پہنچا چکا اور اس پر میرا رب اللہ سبحان وتعالیٰ گواہ ہے۔اے اللہ تو گواہ رہنا جس مقصد کے لیے تو نے مجھے کھڑا کیا وہ میں نے ادا کر دیا۔

رسول الله ﷺ قال: اذا اتخذ الفیء دولاً والأمانة مغنماً والزكاة مغرماً و تعلتم لغير الدين، وأطاع الرجل امرأته وعق أمه، وأدنى صديقه وقصى أباه، وظهرت الأصوات فى المساجد، وساد القبيلة فاسقهم، وكان زعيم القوم أرذلهم، وأكرم الرجل مخافة شره، وظهرت القينات والمعازف، وشربت الخمور، ولعن آخر هذه الأمة أولها فليرتقبوا عند ذلک ريحاً حمراء وزلزلةً وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآيات تتابع كنظام لآلٍ قطع سلكه فتتابع. ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب غنیمت کو مال بنالیا جائے اور امانت غنیمت بن جائے زکاۃ کو جرمانہ،ٹیکس بنالیا جائے اور علم حاصل کیا جائے گا دین کے علاوہ اور مقاصد یعنی دنیا کے حصول کے لیے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی جو اس کی بات کی تصدیق کرے گا اس کو نزدیک کیا جائے گا اور ابا کو دور کیا جائے گا ،مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں گی بلند ہوں گی شوروغل ہوگا، اور قبیلے کا سردار،حکمران اس کا فاسق بن جائے گا اور زلیل وحقیر ترین آدمی قوم کا بڑا بن جائے گا، کسی کی عزت واکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے گا، چینلز اور موسیقی کے آلات ظاہر ہوجائیں گے،الکوحل ملے مشروبات،شرابیں پی جائیں گی،اس امت کے آخر والے پہلوں پرلعن کریں گے،پس اس وقت انتظار کرنا سرخ آندھیوں کا اور زلزلوں کا اور دھنسنے کا اور مسخ ہونے کا اور پے درپے آیات کا جیسے موتیوں کی لڑی کاٹ دی جائے تو موتی پے درپے گرنے لگتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب غنیمت کو مال بنالیا جائے یعنی جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ تمہارا رزق تلوار کے سائے میں ہے یعنی اللہ کی راہ میں قتال کروتا کہ دین صرف اللہ کا ہوجائے۔جو قتال سے تمہیں غنیمت حاصل ہوگی وہی تمہارا رزق ہے لیکن اس کے بجائے خودکو امت محمد کہنے والے مال کے حصول کے لیے دنیا کے پیچھے بھاگیں گے یوں غنیمت مال بن جائے گا۔اور امانت غنیمت بن جائے۔امانت کہتے ہیں حکمرانی ملنے کو یہ زمین اللہ کی امانت ہیں جس کو اختیار ملتا ہے زمین

کا اس کے پاس اللہ کی یہ امانت ہوتی ہے تو یہ امانت غنیمت بن جائے گی یعنی جن کو حکمرانی ملے گی وہ حکمران اس امانت کا حق ادا کرنے کی بجائے اسے غنیمت یعنی لوٹ مار کرنا بنالیں گے حکمرانی حاصل ہی لوٹ مار کرنے کے لیے کی جائے گی۔ زکاۃ کو جرمانہ ٹیکس بنالیا جائے اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے صرف زکاۃ کا حکم دیا اور حکومت صرف زکاۃ لینے کی حقدار ہے لیکن آج زکاۃ کی بجائے جرمانے وٹیکسز زبردستی وصول کیے جارہے ہیں یعنی آج زکاۃ ٹیکس و جرمانے میں بدل چکی۔ اور علم حاصل کیا جائے گا دین کے علاوہ دنیا کے حصول کے لیے۔ آج یہ سب بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج علم صرف اور صرف دنیاوی مقاصد وخواہشات کی تکمیل کے لیے حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ دین کے لیے۔ اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی۔ یہ سب بھی آج عام ہو چکا ہے۔ جو اس کی بات کی تصدیق کرے گا اس کو نزدیک کیا جائے گا اور ابا کو دور کیا جائے گا ابا کہتے ہیں جس کی ملت یعنی طور طریقے پر چلا جائے۔ آج یہ حالات بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اگر کوئی انسان کوئی بات کرتا ہے جو اس کی بات کی تصدیق کرتا ہے خوشامد کرتا ہے اس کو قریب کیا جاتا ہے اور جو اس کی بات کی تکذیب کرے اور ابا ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کرے یعنی جو تم کہہ رہے ہو وہ غلط ہے اور جو ہمارے ابا ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہی حق ہے لہذا وہ کرو تو ایسوں کو دور کیا جائے گا۔ مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں گی بلند ہوں گی شور وغل ہوگا۔ آج یہ سب بھی ہو رہا ہے مساجد میں جدید آلات نصب ہیں جن سے آوازیں دور دور تک سنائی دیتی ہیں اور مساجد میں شور غل مچا ہوا ہے۔ اور قبیلے کا سردار، حکمران اس کا فاسق بن جائے گا اور زلیل وحقیر ترین آدمی قوم کا بڑا بن جائے گا۔ یہ سب بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی کی عزت واکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے گا۔ آج یہ بھی عام ہو چکا۔ چینلز اور موسیقی کے آلات ظاہر ہو جائیں گے۔ آج یہ سب بھی ہر طرف عام ہو چکا ہر گھر تو کیا اب تو ہر ایک کی جیب میں بھی موجود ہیں ایسے آلات موبائل کی شکل میں۔ الکوحل ملے مشروبات، شرابیں پی جائیں گی۔ آج ہر کوئی پی رہا ہے اس کی مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''حلال طیب اور فتنہ دجال'' کا مطالعہ کریں۔ اس امت کے آخر والے پہلوں پر لعن کریں گے یعنی جیسے پہلوں نے دین پر عمل کیا اس کو بلکل نظر انداز کر دیں گے ان کو گالیاں دیں گے پس اس وقت انتظار کرنا سرخ آندھیوں کا اور زلزلوں کا اور دھنسنے کا اور مسخ ہونے کا اور پے در پے آیات کا جیسے موتیوں کی لڑی کاٹ دی جائے تو موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔ یہ سب بھی آج پوری دنیا میں ہو رہا ہے جب ان کو نظر انداز کیا اور دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا تو دنیا میں ہر طرف فساد ہو گیا جس کا اظہار اب مختلف آندھیوں، سیلابوں، زلزلوں، زمین کے دھنسے، بیماریوں سمیت لاتعداد عذابوں کی شکل میں ہو رہا ہے۔

دجال کے بارے میں نظریات والی عبارتیں

کیا دجّال انسان ہے۔

سب سے پہلے ہمیں قرب قیامت میں جو فتنہ دجّال ہوگا اس میں اور اس دجّال سے پہلے آنے والے، تین، تیس، چالیس، ستر، چھہتر، ان سے زائد یا کم دجالوں میں فرق کرنا پڑے گا۔ ان میں وہ دجّال جس کی وجہ سے ساعت آئے گی جس دجّال سے تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو ڈرایا اس کے علاوہ باقی جتنے بھی دجّال جن کا ذکر روایات میں آیا ہے وہ سب بلاشبہ انسان ہیں اور تھے لیکن ان کے علاوہ قرب قیامت والا دجّال جس کی وجہ سے ساعت آئے گی اس کے بارے میں کسی ایک بھی روایت میں یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا ہو کہ وہ انسان ہوگا۔ بلکہ اُلٹا رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی صراحت کے ساتھ یہ بیان کر دیا کہ وہ انسان نہیں ہوگا۔ کسی بھی صورت انسان نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے حوالے سے جو نظریات خلق کیے گئے ان میں نہ صرف اس کو انسان بنا کر پیش کیا گیا بلکہ دجّال کے حوالے سے ایک تو ان تمام احادیث کو ہر ممکن حد تک چھپایا گیا جن سے ایسے باطل و بے ہودہ نظریات پر سوالات اٹھتے بلکہ جن روایات کو لیکر اسے انسان ثابت کرنے کی انتہائی ناکام کوشش کی گئی ان روایات کے تراجم توڑ مروڑ کر کیے گئے۔ الفاظ کو اپنی مرضی کے مطالب پہنائے گئے۔ روایات میں پوری پوری لائنوں کو حذف کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ جیسے ان روایات کو پیش کیا گیا اس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لانے والے بھی اسی طرح گمراہی کا شکار ہو گئے جیسے کہ ایسے بے ہودہ و باطل نظریات کے خالق تھے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ دجّال کے بارے میں اکثر احادیث کو چھپایا گیا اور انہیں چھپانے کی وجہ بھی یہی تھی کہ کوئی ان روایات کو لے کر ان سے یہ سوال نہ کر بیٹھے کہ ان روایات میں رسول اللہ ﷺ کے دجّال کے بارے میں جو الفاظ ملتے ہیں وہ قطعاً کسی انسان کے لیے استعمال نہیں ہو سکتے۔ جس کا جواب دینا ایسے لوگوں کے لیے ناممکن تھا۔ ایسے لوگوں نے انتہائی کمال مہارت سے بہت ہی آسانی سے اپنے باطل نظریات کو اکثریت کے ذہنوں میں اُتار دیا۔ جس کی جو بنیادی وجوہات بنیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

پہلی تو یہ کہ عربی کو اس کے مقام، اصلوب سے ہی ہٹا دیا گیا۔ عربی دنیا کی واحد ایسی زبان جس کا ترجمہ کرنا سرے سے ہے ہی ناممکن اس کا خودساختہ ترجمہ کیا گیا اور وہ بھی اسطرح کہ توڑ مروڑ کر۔ اک ہی لفظ کو ایسے ایسے معنی زبردستی پہنائے گئے جن کا ان الفاظ سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔ جس سے لوگوں کو یہ تاثر دیا گیا کہ عربی کو سمجھنا ان کے بس کی بات نہیں حالانکہ اگر حقیقت یہی تھی تو کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ دنیا میں انسانوں کی بہت قلیل تعداد ہوگی جو عربی جاننے والی ہوگی اس کے برعکس کثیر تعداد لوگوں کی عربی سے ناواقف ہوگی تو اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن کو صرف عربی کی بجائے تمام زبانوں میں اس کے تراجم بھی نازل کر دیتے۔ کیا یہ اللہ کی ذات کے لیے ناممکن یا مشکل تھا؟ اگر نہیں تو پھر اس کے باوجود اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کو عربی میں ہی نازل کیوں کیا؟

عربی دنیا کی واحد ایسی زبان ہے جو فطرت کی زبان ہے عربی کو عرب کہلانے والا بھی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ وہ اللہ کی آیات جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے اللہ کی آیات ہیں میں غور وفکر نہ کرے۔ جب انسان اللہ کی آیات میں یعنی اس کائنات کی مخلوقات میں غور وفکر کرے گا تو اس پر حق کھل کر ایسے واضع آجائے گا کہ بڑے سے بڑا عربی دان بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کی مثال یوں لے لیجیئے کہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے جن مراحل کا ذکر کیا پوری دنیا میں ان میں سے ایک مرحلے کا ترجمہ خون کا لوتھڑا کر دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے یہ ترجمہ انہیں لوگوں نے کیا جو عربی جاننے والے تھے لیکن آج میڈیکل سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ ماں کے پیٹ میں ایسا کوئی مرحلہ سرے سے آتا ہی نہیں کیونکہ انہوں نے نو ماہ تک کیمروں سے ایک ایک لمحے کی رکارڈنگ کی اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب بڑے سے بڑا عربی دان بھی اس انسان کا مقابلہ نہیں کرسکتا جس نے اس پر تحقیق کی وہ عربی جاننے والے سے بہتر جانتا ہے کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں چاہے اس کی زبان کوئی بھی ہو۔ اس کے علاوہ لاکھوں مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن بات یہی ہے کہ عربی کو سمجھنے کے لیے، قرآن کو سمجھنے کے لیے غور وفکر کرنا لازم ہے۔ اس کے بغیر قرآن کی عربی کو سمجھنا جو کہ خالص عربی ہے ناممکن ہے۔ آج جو عربی مختلف خطوں میں بولی جاتی ہے اس کی مثال یوں ہے کہ انگلش میں لفظ ٹیکنالوجی ہے تو اس کو تیکنالوجی کہہ کر عربی کا لفظ قرار دیا گیا جس کا عربی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

پھر دوسری بنیادی وجہ یہ بنی کہ ایسے لوگوں نے اپنے باطل نظریات وعقائد کے خلاف کسی بھی قسم کی مزاحمت کا راستہ روکنے کے لیے دین کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایک ایسا خودساختہ اصول مرتب کیا جو علی الاعلان اللہ کی کتاب قرآن سے نہ صرف متصادم ہے بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کو اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والے ناشکرے اور جانور قرار دیا۔ یہ اُصول یہ تھا اور آج بھی دھوم دھام سے موجود ہے کہ دین کو سمجھنے کے لیے عقل نہیں بلکہ نقل سے کام لیا جائے گا ورنہ نہ صرف

ایسا انسان گمراہ ہوگا بلکہ کافر، مرتد، زندیق اور پتہ نہیں کیا کیا ہو جائے گا۔

اس نظریے اور عقیدے کو اللہ کی کتاب کی روشنی میں ہی دیکھ لیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کے بارے میں کیا کہا۔

قرآن میں درجنوں آیات ایسی ہیں جن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے غور وفکر کرنے کے لیے بہت سختی سے حکم دیا۔

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قف مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَکٰفِرُوْنَ . الروم ۸

کیوں نہیں تفکر (غور وفکر، سوچ و بچار) کرتے اپنی ہی ذاتوں میں، نہیں خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ اور اجل مسمی، اور اس میں کچھ شک نہیں اکثریت انسانوں سے اپنے رب سے ملنے کا کفر کرنے والی ہے۔

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ . آل عمران ۱۹۱

ایسے جو غور وفکر کر کے یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (یعنی لیٹے ہوئے) اور تفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمینوں کی خلق میں، اے وہ ذات جس نے ہمیں خلق کیا جب ہمارا وجود نہیں تھا اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا اور جس مقصد کے لیے خلق کیا اجل آنے کے بعد اس کے بارے میں سوال کرنے والے، نہیں خلق کیا یہ سب تو نے باطل یعنی بغیر کسی مقصد کے، یا اگر ان میں چھیڑ چھاڑ کی جائے تو ان میں خرابی نہ ہو ایسا ممکن نہیں ہے۔ تُو سبحان ہے یعنی کہ تو بغیر کسی مقصد کے خلق کرنے سے پاک ہے تو ایسا نہیں کرتا اور تو ہر قسم کی خامی، خرابی، نقص اور نفی وغیرہ سے پاک ہے جو عیوب غور وفکر کرنے میں نظر آئے تو اس سے پاک ہے ان کی ذمہ داری تجھ پر نہیں اوروں پر ہے جنہوں نے تیری ہدایات کے خلاف عمل کیا۔ ان میں چھیڑ چھاڑ کی یا عمل کیا۔ پس بچا

ہمیں آگ کی سزا سے۔

اوراسی غوروفکر کرنے کے لیےاللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ اللہ نے آنکھیں ،کان اوردل جیسی نعمتیں دی ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات میں ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ . النحل ۷۸

اوراللہ نے نکالا تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نہیں علم رکھتے تھے تم کسی شئے کا اور کر دیئے تمہارے لیے سننے والے اوردیکھنے والے اور جو سنتے اوردیکھتے ہیں اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والا تا کہ تم ان تمام نعمتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جس مقصد کے استعمال کے لیے یہ تمہیں دیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ.

المومنون ۷۸

اور وہی ہے جس نے تمہاری ذہانت بڑھائی سیکھنے ،سمجھنے کی صلاحیت رکھی ، سیکھنے سمجھنے، ذہانت کے آلات نصب کیے ۔اور کر دیئے تمہارے لیے سننے والے اوردیکھنے والے اور جو سنتے اوردیکھتے ہو اس کا سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے۔ بہت ہی کم ہیں جو ہماری ان دی ہوئی نعمتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے دیں۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ . السجدہ ۹

پھر اسے مکمل کیا اور پھونکا اس میں اپنی روح سے اور کر دیا تمہارے لیے سننے والا اوردیکھنے والا اور جو سنتے اور دیکھتے ہو اس کا سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والا۔ بہت ہی کم ہیں جو ہماری ان دی ہوئی نعمتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے دیں۔

قُلْ هُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَ كُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِيْلاً مَّا تَشْكُرُوْنَ . الملک ۲۳

کہو وہی ہے جس نے تمہاری ذہانت بڑھائی سیکھنے، سمجھنے کی صلاحیت رکھی، سیکھنے سمجھنے، ذہانت کے آلات نصب کیے۔اور کر دیئے تمہارے لیے سننے والے اور دیکھنے والے اور جو سنتے اور دیکھتے ہو اس کا سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے۔ بہت ہی کم ہیں جو ہماری ان دی ہوئی نعمتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے دیں۔

یہ نعمتیں اللہ نے جس مقصد کے لیے دیں وہ حکم تو دے دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ بہت کم ایسے ہوں گے جو شکر کریں گے یعنی ان نعمتوں کا استعمال اس مقصد کے لیے کریں گے جس مقصد کے لیے عطا کیں اور جو نہیں کریں گے ان کے بارے میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو کہا ان آیات میں سے چند درج ذیل ہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ صلے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّايَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ . الاعراف ۱۷۹

اور تحقیق کے بنایا ہم نے جہنم کے لیے اکثریت کو جنوں سے اور انسانوں سے، ان کے دل نہیں ان کیساتھ سمجھتے اور ان کی آنکھیں نہیں دیکھتے ان کے ساتھ اور ان کے کان نہیں سنتے ان کیساتھ یہی ہیں جیسے کہ جانور بلکہ یہ گمراہ ہیں۔یہی ہیں وہ (جنہیں جہنم کے لیے بنایا گیا) جو غفلت میں پڑے ہیں۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ. البقرۃ ۱۸

بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں پس یہ نہیں رجوع کرنے والے۔

وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ. فاطر ۱۹

اورنہیں برابراندھےاوردیکھنے والے۔

یہ ان اندھوں اور دیکھنے والوں کی بات نہیں ہو رہی جن کی آنکھیں ہوتی ہیں یا نہیں ہوتیں بلکہ• یہ ان اندھوں کی بات ہو رہی ہے جو آنکھوں کو اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کرتے جس مقصد کے لیے دی گئیں۔ جیسے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ درج ذیل آیت میں بتاتے ہیں کہ اصل میں اندھا ہونا کیا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ. الحج ۴۶

پس اس میں کچھ شک نہیں دیکھنے کی صلاحیت سے اندھا نہیں ہوتا یعنی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔

وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ. فاطر ۲۲

اورنہیں ہیں برابر جو زندہ ہیں اور جو مردہ ہیں اس میں کچھ شک نہیں اللہ سناتا ہے جیسے اس کا قانون ہے اور نہیں تم سنا سکتے ان کو جو قبروں میں ہیں۔

اس آیت میں وفات شدگان کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان کو اموات یعنی مردہ قرار دیکر کہا کہ زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے جو لوگ آنکھوں، کانوں اور دل کا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرتے جس مقصد کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں دیں یعنی جو غور وفکر نہیں کرتے ان کو اللہ نے مردہ قرار دیا اور آیت کے آخری حصے میں غور وفکر نہ کرنے والوں کو قبروں میں قرار دیا حالانکہ جیتے جاگتے انسان ہیں اس کے باوجود قبروں میں اس لیے قرار دیا کہ یہ جو جانوروں سمیت مختلف حیات غیرہ ہمیں نظر آتے ہیں طیب ہوں یا خبیث یہ سب ان کی ہی حالت قبر ہے۔ ان میں اور ایک زندہ انسان میں ایک ہی شئے تمیز کرتی ہے اور وہ ہی غور وفکر کرنا۔ یہ صرف چند آیات ہیں ان کے علاوہ قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے۔ اوپر بیان کردہ تمام آیات کو سامنے رکھیں اور فیصلہ آپ خود کریں۔

قرآن کی آیات میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے احکامات آپ کے سامنے ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والوں اور ایسے نظریے وعقیدے پرعمل کرنے والوں اوراسی کا پرچار کرنے والوں کا کیا دین سے کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟

کیا ایسے لوگ دنیا کے طالب ہیں یا آخرت کے؟ خواہ اپنی زبانوں سے لاکھ آخرت کی طلب کے دعوے کرتے رہیں۔کیا یہ وہی کام نہیں جو پچھلی قوموں نے انجام دیا اور جس کی ممانعت رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی شدت سے کی لیکن ان عقل کے اندھوں،شریر،مفاد پرست،فرقہ پرست، جہلا نے نہ صرف اللہ کے نبی کے لائے ہوئے دین کو جہالت میں بدل دیا بلکہ اللہ اوراس کے کلام کا ہی کفر کر دیا۔

میں نے پیچھے بیان کر دیا کہ قرب قیامت والا دجّال انسان ہے اس کا نہ تو کسی روایت میں کوئی ذکر ملتا ہے اور نہ ہی دین اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اُلٹا تمام کی تمام روایات اس کے انسان ہونے کی نفی کرتی ہیں۔مثال کے طور پر اگر وہ ایک انسان ہوتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اللہ سبحان وتعالیٰ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں اتنی تفاصیل کیوں بیان کیں۔جب کہ اگر وہ ایک انسان تھا، ہوگا تو اللہ کے نبی اتنی وضاحتیں وتفصیلات بیان کرنے کی بجائے ایک ہی بات کہہ دیتے کہ اے اللہ کے غلامو تمہیں علم ہے کہ تم اپنے رب اللہ کو اس دنیا کی زندگی میں نہیں دیکھ سکتے اس لیے کوئی بھی ہو جو بھی تمہارے سامنے آ کر یہ دعویٰ کرے کہ میں ربّ ہوں تو اس کا جھوٹا ہونے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سامنے آ گیا۔تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوگے۔دیکھنے کی بات تو بہت دور کی ہے سورت اخلاص جو کہ قرآن کی ایک صورت ہے اس میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بتا دیا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۠ الاخلاص ۴

اور نہیں ہے نہ ہوسکتا ہے اس کے جیسا وہ اکیلا ہے

اس کے جیسا کوئی بھی نہیں، اگر ذہن میں کوئی تصور بھی قائم ہو جائے تو وہ تمہارا رب اللہ نہیں ہوسکتا۔اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات کا ادراک دنیاوی زندگی میں کسی بھی سطح پر ناممکن ہے۔

اس کے باوجود اگر ہم یہ کہیں کہ وہ ایک انسان ہوگا تو ایسا کہنے سے پہلے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو ہی علم نہ تھا کہ اللہ کی ذات کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا۔اور پھر اصحاب رسول کو بھی یہ علم نہ تھا اور ممکن تھا کہ کوئی انسان اور وہ بھی ان کے عقائد ونظریات کے مطابق ایک آنکھ والا کانا، ٹھگنے قد والا، ٹیڑی پنڈلیوں والا، ایک آنکھ تو سرے سے ہوگی

نہیں اور دوسری جو ہو گی وہ بھی عیب زدہ پھولی ہوئی آنکھ والا سامنے آکر رب ہونے کا دعویٰ کرتا تو اصحاب رسول ہی اس پر کہیں ایمان نہ لے آتے۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارے ان باطل و بے ہودہ نظریات کی بنیاد و حقیقت ہے کیا۔ اگر ایسا ہی ہوتا کہ وہ ایک انسان ہوتا تو دن رات اتنی تفاصیل بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اللہ کے نبی ﷺ صرف ایک ہے بات بتا دیتے کہ دیکھو کوئی بھی ہو، ایک آنکھ چھوڑ و کوئی لاکھ آنکھوں والا بھی آجائے، کوئی کیسا ہی کیوں نہ ہو جس کو بھی تم دنیا کی زندگی میں دیکھ لو وہ تمہارا رب اللہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بات ختم اس لیے پریشان ہونے کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں۔

لیکن اس کے برعکس اللہ کے نبی ﷺ نے جو کہا وہ چونکا دینے والا ہے۔ ایک طرف اللہ کے نبی دجّال کے بارے میں سب کچھ بیان کر رہے ہیں کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نہیں چھوڑی اور اس کے باوجود یہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی بھی یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ تمہاری عقلوں میں آجائے۔ وہ تمہاری عقلوں میں نہیں آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ قال: انی قد حدثتکم عن الدجّال حتی خشیت ان لا تعقلوا. ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں میں نے تمہیں دجّال کے بارے میں جو بھی ایجادات، حادثات، واقعات ہوں گے سب بیان کر دیا اس کے باوجود مجھے یہ یقین ہے کہ وہ تمہاری عقلوں میں نہیں آئے گا۔

اگر وہ ایک انسان ہی تھا تو پھر اللہ کے نبی نے ایسے الفاظ کیوں استعمال کیے؟

اگر انسان تھا تو وہ ایک آنکھ کیا بغیر آنکھ کے ہوتا یا لا تعداد آنکھوں والا ہوتا، یا انسان کی بجائے کوئی ایک ہی عجیب الخلقت مخلوق ہوتی جو سامنے آکر یہ دعویٰ کرتی کہ میں تمہارا ربّ ہوں تو اس کے انکار کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ ہم اپنے ربّ کو اس دنیا میں دیکھ ہی نہیں سکتے اس لیے یہ کذاب ہے یہ ہمارا ربّ ہے ہی نہیں۔

اور مسلمان مومن ہی کیا اسے تو یہودی بھی ربّ تسلیم نہیں کریں گے وہ بھی اس کا انکار کر دیں گے۔ اس کو تو ہند کے مشرکین جنہیں ہم ہندو کہتے ہیں وہ بھی اس کی تکذیب کر دیں گے۔ ان کی آسمانی کتاب وید میں وہی سورت موجود ہے جو قرآن میں سورت اخلاص کے نام سے موجود ہے۔

اس کے باوجود اگر کسی کا ایسا نظریہ ہو کہ دجّال انسان ہی ہو گا تو پھر میرے نزدیک تو ایسے انسان کا تو علی الاعلان یہ عقیدہ و

نظریہ ہے کہ اللہ کی ذات کو دنیا میں بھی دیکھا جاسکتا ہے نہ صرف دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے بلکہ انسانی شکل وصورت میں۔اس کا فائدہ ایک عیب دار انسان اُٹھاتے ہوئے سامنے آکر اپنے ربّ ہونے کا اعلان کرے گا اور دنیا کی اکثریت اس پر ایمان لے آئے گی۔

اس سب کے باوجود کوئی ایسا عقیدہ ونظریہ رکھے کہ دجّال ایک انسان ہوگا تو ایسا عقیدہ رکھنے والے سے میرے لاتعداد لاجواب سوالات میں سے چند سوالات ہیں جن کے جواب کا منتظر رہوں گا۔اور یہ سوال ہر اس شخص سے بھی ہیں جو جبے و کبے میں ملبوس اپنے نام کے ساتھ الشیخ ،مولانا، علامہ، مفتی وغیرہ سمیت کوئی لقب لگاتا ہے اور ایسا تاثر دیتا ہے کہ اس کے پاس دین کا ٹھیکہ ہے۔اور وہ دجّال کے بارے میں ایسے عقائد ونظریات کے پرچار میں مصروف ہے۔ ہر اس انسان سے میرے یہ سوالات ہیں جو دجّال کے ایک انسان ہونے پر بضد ہے۔

۱۔دجّال اگر انسان ہوگا تو پھر اللہ کے نبی نے اتنی تفصیلات کیوں بیان کیں؟ صرف ایک ہی بات کہہ دیتے کہ کوئی بھی ہو جسے تم دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو وہ تمہارا رب ہو ہی نہیں سکتا؟

۲۔ دجّال اگر انسان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب الرسول کو ہی علم نہ تھا کہ اللہ کو دنیا میں نہیں دیکھا جاسکتا۔

۳۔اگر علم تھا تو یقین نہیں تھا۔اور ان کے نزدیک یہ ممکن تھا کہ وہ دنیا میں اللہ کو انسانی شکل میں دیکھ سکتے ہیں؟

۴۔یہ عقیدہ نہ صرف آپ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ یہی عقیدہ آپ کا بھی ہے؟ ان شاءاللہ آگے کتاب میں تمام کی تمام تفاصیل بہت صراحت کیساتھ آجائیں گی۔

۵۔کیا اللہ کی کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے کہ اللہ کی کائنات میں کوئی بھی کام اس کے قانون کے خلاف ہوسکتا ہے جیسا کہ آپ دجّال کے بارے میں کہتے ہیں۔کہ وہ ایک انسان ہوگا اور آسمان کو برسنے کا حکم دے گا، زمین کو پیدا کرنے کا حکم دے گا، ہوا میں تیز رفتاری سے اُڑے گا، زمین کے خزانے نکالے گا۔صحراؤں کو سرسبزوشاداب کردے گا۔زندہ کو مردہ اور مردو کو زندہ کرے گا۔اس کے علاوہ جو بھی روایات میں آیا ہے کیا یہ سب کرنے کے لیے احکامات زبان سے دے گا؟ کیا وہ یہ سب بغیر کسی قوت کے کرے گا؟

کیا وہ یہ سب بغیر کسی شئے کے کرے گا؟

اگر وہ زبان سے آسمان کو برسنے کا حکم دے گا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے قانون میں اس کی گنجائش موجود ہے؟

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بارش برسنے کا باقائدہ ایک قانون وضع کر دیا۔اس قانون کے برعکس اللہ کے علاوہ کائنات کی کوئی بھی طاقت بارش نہیں برسا سکتی تو دجّال انسان ہو کر ایسا کیسے کر سکتا ہے؟

زمین کے خزانے اللہ کے قانون کے مطابق ہی نکالے جائیں گے اس کے لیے زمین کو پھاڑا جائے گا اس قانون کے بغیر دنیا کی کوئی طاقت زمین کے خزانے نہیں نکال سکتی۔تو دجّال اللہ کے قانون کے خلاف کیسے کر سکتا ہے؟

۶۔دجّال انسان ہے آپ کے نزدیک چالیس دن کے لیے آئے گا تو ان چالیس دنوں میں ہی وہ ہر انسان کو فرداً فرداً اپنے ربّ ہونے کی دعوت دے گا۔جب وہ ایسا کرے گا اسے یہ کرنے کے لیے کتنی مدت درکار ہوگی؟ اور کیا ایسا چالیس دنوں میں ممکن ہے؟

۷۔دجّال انسان ہوگا اس کے ساتھ جنت اور جہنم کیسے ہوگی؟ وہ جنت اور جہنم کہاں ہوگی؟ کس طرح اس کا کفر کرنے والوں کو جہنم میں اور ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل کرے گا؟

۸۔اس کے قتل کے بعد اس کی جنت اور جہنم کا کیا بنے گا؟ اس کے جنتیوں کا کیا بنے گا اور اس کے جہنمیوں کا کیا بنے گا؟

۹۔آپ کے عقائد ونظریات کے مطابق وہ اتنے بڑے بڑے کام کرے گا۔مردوں کو زندہ کرے گا۔اندھوں کو انکھیں، معذوروں کی معذوری دور کرے گا وغیرہ تو پھر اپنی ہی ٹانگوں کا ٹیڑھ کیوں نہ دور کر سکے گا؟ اپنی ہی آنکھوں کا ٹھیک کرنے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟

۱۰۔ اس کی آنکھوں کے درمیان یعنی ماتھے پر ک ف ر ''کافر'' لکھا ہوگا تو اس کو ہی مٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟ چلیں مان لیا کہ وہ ان حروف کو مٹانے پر قادر نہیں ہوگا لیکن ان کو چھپا تو سکتا ہے نہ،تو اس پر کوئی اسٹیکر وغیرہ ہی چپکا کر اسے چھپا ہی تو لیتا اس کے باوجود بھی وہ کیا اسے اپنا ''ک ف ر'' دیکھانے کا شوق ہوگا؟

اس کے علاوہ بھی لاتعداد سوالات ہیں لیکن اگر مجھے صرف ان سوالات کے جوابات مل گئے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے میرے تمام سوالات کے جوابات مل گئے۔

اگر دجّال انسان ہے تو سوالات

دجّال اگر انسان ہے تو پھر اسے دنیا کے تمام انسانوں پر بھی عبور ہونا چاہیے۔ جو کہ اربوں کی تعداد میں ہیں۔
دنیا کے ہر انسان کو اپنے رب ہونے کی دعوت دینے کے لیے ہر انسان کے پاس اگر جائے گا تو اسے اس کے لیے کتنا وقت درکار ہوگا ہمیں اس کا بھی اندازہ لگانا ہوگا کیا ایسا ممکن ہے؟ دنیا کی آج سات ارب سے زیادہ آبادی ہے ہر انسان کے پاس جائے گا تو کتنا وقت درکار ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن اتنا ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے تو سینکڑوں سال عمر درکار ہوگی۔ پھر وہ جو ایمان لائیں گے انہیں نوازے گا بھی۔ ان کے لیے سب کچھ خلق کرے گا تو کیا اس سب کو وقت نہیں لگے گا؟
جو ایمان نہیں لائیں گے ان کو اپنی جہنم میں ڈالے گا کتنا عرصہ جہنم میں رکھے گا اس کے قتل کے بعد اس کی جنت اور جہنم کا کیا بنے گا؟ ان کاموں کے لیے بھی اسے کتنا وقت درکار ہوگا؟ کیا یہ سب چالیس دن یا سال میں ممکن ہے؟
اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کو علم وحکمت سے خلق کیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک قانون بنا دیا۔ کوئی بھی کام اگر ہوگا تو وہ صرف اسی قانون کے اندر رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ کے قانون کو سامنے رکھ کو غور وفکر کریں تو اللہ کا قانون، اللہ کا دین، اللہ کا کلام کھلم کھلا اس کی نفی کرتا ہے کہ کوئی انسان ایسی صلاحیتوں کا حامل ہوسکتا ہے۔ اور پھر اللہ سبحان وتعالیٰ الرحمٰن ہیں الرحمٰن ہونے کے ناطے وہ کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنائیں گے کہ جس سے دنیا کے انسانوں میں فرق کریں یعنی جو گزر چکے ان کے لیے دجّال نہیں تھا اور دجّال صرف قیامت کے قریب کے انسانوں ہی کے لیے رکھا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بہت سے مقامات پر کھول کر بیان کر دیا کہ اللہ انسانوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔
دجّال کے خالق اللہ نہیں انسان بذات خود ہیں۔ فتنے کے خالق اللہ سبحان وتعالیٰ نہیں فتنہ انسان خود خلق کرتا ہے اپنے لیے۔
اب اس کا اختیار انسان کو ہے کہ وہ اپنے لیے کتنا بڑا فتنہ خلق کرے۔ البتہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے قانون میں اس کی گنجائش رکھ دی۔ اگر اللہ سبحان وتعالیٰ قانون میں یعنی قدر میں اس کی گنجائش نہ رکھتے تو انسان ایسا کرنے پر قدرت نہ رکھتا۔

اگر دجّال انسان ہے حتیٰ کہ اگر جن بھی ہے تو اسے جہنم میں جانا چاہیے اور اللہ کے نبی ﷺ کو اس کا واضح ذکر کرنا چاہیے۔ کیا ہمیں کوئی ایسا ذکر ملتا ہے جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ کہا ہو کہ قیامت سے پہلے نکلنے والا دجّال اکبر جہنم میں جائے گا؟ ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اللہ تمہیں اپنے ایک عبد یعنی غلام کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کرے گا اور اسے دجال کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے بلکل واضح الفاظ میں دجال کو اللہ کا غلام قرار دیا اور اللہ کا قرآن میں وعدہ ہے کہ اللہ اپنے کسی غلام کو عذاب نہیں دیتا بلکہ عذاب انہیں کو دیا جائے گا جو اللہ کے باغی ہیں جو غلامی اختیار نہیں کرتے اور وہ بھی صرف اور صرف دو مخلوقات میں ہیں جنات اور انسانوں میں سے۔

اگر دجّال انسان ہے تو کیا ایسا ممکن ہے۔

جب ہم روایات میں غور کریں تو دجّال کی صرف آنکھوں ہی کی تعداد کم سے کم بارہ سے زیادہ بنتی ہے۔اور یہ وہ تعداد ہے جو روایات ہم تک پہنچ سکیں ان سے پتہ چلا ورنہ بہت سی روایات تو ہم تک پہنچی ہی نہیں ورنہ یہ تعداد اس سے بھی کئی گنا بڑھ سکتی تھی۔

عین الیمنی

عین الیسری

عین الشمال

مطموس العین

جیسے اوپر بیان کر یہ چار ہیں اسی طرح آپ خود روایات سے باقی کو جمع کر سکتے ہیں۔جس سے کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں ان میں سب سے پہلا یہ کہ کیا کوئی انسان بارہ یا اس سے زائد آنکھوں والا ہو سکتا ہے؟ فرض کریں اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ہو سکتا ہے ایسا ممکن ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ کیوں کہا کہ دجّال اعور العین ہو گا جس کا ترجمہ ایک آنکھ والا کیا جاتا ہے؟ اور اگر مختلف تاویلات پہنا کر یہ ثابت بھی کرنے کی کوشش کی جائے کہ آنکھیں بارہ نہیں دو ہی ہیں لیکن ان کی صفات بارہ سے زیادہ ہیں تو پھر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے واضح الفاظ کی روشنی میں تین آنکھیں تو لازم بنتی ہیں۔

عین الیسری

عین الیمنی

عین الشمال

یوں واضح الفاظ میں تین آنکھوں کا ذکر ملتا ہے تو کیا کسی انسان کی تین آنکھیں ہو سکتی ہیں؟ اور ان تین کے علاوہ وہ بھی ہیں جو

مٹی ہوئی ہیں یعنی سرے سے ہیں ہی نہیں۔اب جب انسان کی تین آنکھیں ہوں تو اسے ایک آنکھ والا کیسے کہا جا سکتا ہے؟
پھر کون سی آنکھ سے کانا ہے؟

بعض روایات میں ہے **اعور العین الیسری**

اور بعض میں ہے **اعور العین الیمنی**

اور بعض میں **اعور العین الشمال**

یعنی وہ تینوں ہی آنکھوں سے کانا ہے تو پھر اس کی وہ کون سی آنکھ ہے جس سے وہ دیکھتا ہے یقیناً وہ پھر ان کے علاوہ چوتھی ہوگی اور پھر جو مٹی ہوئی ہے وہ پانچویں اور جو بلکل چپٹی ہے وہ چھٹی اسی طرح جیسے جیسے غور کرتے جائیں تو اس کی آنکھیں بڑھتی ہی جائیں گی۔

یہ صرف چند سوالات ہیں جو صرف اور صرف اسی وجہ سے پیدا ہوئے کہ ہم نے پہلے ہی ایک نظریہ قائم کر لیا کہ دجّال ایک انسان ہے ایک معین شخصیت ہے لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ دجّال ایک آنکھ والا ہوگا، دجّال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا، دائیں آنکھ سے کانا ہوگا یا شمال والی آنکھ سے کانا ہوگا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

الدجال اعور العین الیسری

الدجال اعور العین الیمنی

الدجال اعور العین الشمال

اعور کہتے ہیں کوئی بھی کام ایک ہی رخ سے دیکھ کر کرنا یعنی کسی بھی شئے کا دوسرا رخ نہ دیکھنا، عیب دار، خرابی، نقص والا کام کرنا۔

عین. دیکھنے کا آلہ۔ ہر وہ شئے جس میں وہ صفات پائی جاتی ہیں جو آنکھ میں پائی جاتی ہیں وہ عربی میں عین کہلاتا ہے۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان یا جانوروں کے اجسام میں دیکھنے کا جو آلہ نصب کیا اسی وجہ سے اسے عربی میں عین کہا جاتا ہے۔

الدجال اعور

دجّال ہے کسی بھی کام کو ایک ہی رخ سے دیکھ کر عیب زدہ، نقص زدہ، خرابی والا نامکمل کرنا۔یعنی دجّال وہ ہے جو کام عیب زدہ ہوتا ہے وہ صرف ایک ہی رخ سے دیکھ کر ہوتا ہے نہ کہ وہ کسی بھی کام کو دونوں رخ سے دیکھ کر ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہر کام ناقص، عیب زدہ، خامی وخرابی سے پاک نہیں ہوتا۔ بلکل آسان الفاظ میں ہر وہ شئے جس میں حمد نہیں وہ انسان سمیت اس

کائنات کی ہر مخلوق کے لیے نقصاب دہ اور باعث تباہی ہے مگر اس میں موجود خرابی و خامی پر پردہ ڈال کر اسے فائدہ مند مسیحا بنا کر پیش کیا جائے کہ انسان اسے اپنا مسیحا یعنی فائدہ مند تسلیم کر کے اخذ کر لیں وہ دجال ہے، دجال کی خلق کردہ ہے۔ اور جس میں صرف اور صرف حمد ہو ہر طرح کے نقص سے پاک ہو وہ اللہ کی خلق کردہ ہے اس کے استعمال کرنے والے کا ربّ اللہ کہلائے گا۔

الدجال اعور العین الیسری

دجّال ہے ایک ہی رخ سے دیکھنے کا آلہ بائیں طرفہ۔

الدجال اعور العین الیمنی

دجال ہے ایک ہی رخ سے دیکھنے کا آلہ دائین طرفہ

الدجال اعور العین الشمال

دجّال ہے ایک ہی رخ سے دیکھنے کا آلہ شمال طرفہ

کسی بھی روایت میں یہ نہیں ہے کہ دجّال کی ایک آنکھ ہے پھر کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہے، کبھی بائیں اور کبھی شمال والی آنکھ سے کانا۔ ایسے جتنے بھی تراجم موجود ہیں کوئی ایک بھی ترجمہ عربی زبان کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ ہم بار بار پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ عربی دنیا کی واحد ایسی زبان ہے جس کا ترجمہ دنیا کی کسی بھی زبان میں نہیں کیا جا سکتا مگر صرف اور صرف معنی بیان کیے جا سکتے ہیں آج معنی کی بجائے مفہوم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور معنی سے مراد ترجمہ لے لیا جاتا ہے جو کہ بلکل غلط العام ہے۔

تمام کی تمام روایات میں کہا گیا ہے کہ دجّال ہی وہ شیئے ہے جو یک طرفہ دیکھنے کا آلہ ہے۔ اور وہ کوئی ایک آلہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بڑی تفصیلات بیان کر دیں جو الحمدللہ پیچھے گزر چکیں۔

یہی وہ وجہ تھی جس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ دجّال تمہاری عقل میں آ جائے یعنی دجال تمہاری عقلوں میں آئے گا ہی نہیں۔

اب آتے ہیں اس طرف کہ دجال کو انسان کس بنیاد پر قرار دیا گیا یعنی دجال کو انسان ثابت کرنے یا دجال کے انسان ہونے کے عقیدے کی وجہ کیا بنی۔ وہ کون سے روایت ہے جس کی بنیاد پر دجال کو ایک انسان قرار دیا گیا بلکہ نہ صرف انسان قرار دیا

گیا بلکہ ایک معین شخصیت جو کہ ایک جزیرے پر قید میں ہے۔

دجال کو انسان سمجھنے اور دجال کا انسان ہونے کا نظریہ ایک ایسی روایت بنی جس میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور ایک ہی روایت ہے لیکن مختلف راویوں سے بیان ہونے کی وجہ سے روایت میں ایسی خامیاں موجود ہیں جن کی وجہ سے تحقیق کرنے والوں نے ایسی تمام روایات کا سرے سے نہ صرف نکار کر دیا بلکہ من گھڑت قرار دیا۔ اور بلاشبہ اگر کوئی انسان غیر جانبدارانہ تحقیق کرے تو اسے من گھڑت ہی قرار دے گا مگر اس کے باوجود وہ تمام لوگ جنہوں نے دجال کو ایک انسان قرار دیا وہ اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔ صحیح قرار دینے کی وجہ ہی یہی ہے کہ ان کے پاس دجال کو انسان قرار دینے کی واحد یہی ایک دلیل ہے اگر وہ بھی اس کو من گھڑت قرار دیں تو ان کے دجال کے بارے میں تمام تر عقائد و نظریات کی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی ضد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

اس روایت پر اعتراضات کرنے والوں نے جو سوالات اٹھائے وہ حقیقتاً ایسے ہیں کہ ان کا جواب دینا اس وقت تک ناممکن ہو جاتا ہے جب تک کہ اس بات پر بضد رہا جائے کہ اس روایت کا ایک ایک لفظ صحیح ہے لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ روایت میں ایسی کمزوریاں تو موجو ہیں لیکن اس کے باوجود جو واقعہ روایت میں بیان ہوا ہے اس میں کسی حد تک صداقت موجو ہے تو اس صورت میں اس روایت پر اٹھنے والے تمام تر اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے جا سکتے ہیں۔ اعتراضات اٹھانے والا فریق چاہتا ہی یہی ہے کہ اس روایت کو صحیح ماننے والے یہ بات تسلیم کریں کہ اس میں یسی کمزوریاں، خامیاں موجود ہیں تو اس کے بعد روایت کے صحیح ہونے کی بنیا ہی ختم ہو جائے گی اور ساری بحث ہی ختم ہو جائے گی اور اسی خوف سے اس روایت کو صحیح ماننے والے اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں کہ روایت میں خامیاں اور کمروزیاں موجود ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اس بات کو مان لیں تو ان کے پاس اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی یوں ان کے دجال کے بارے میں یہ عقائد زمین بوس ہو جائیں گے کہ دجال ایک انسان ہے۔ اور یہی وہ نہیں چاہتے کہ ایسا ہو۔ اور ایسے تمام کے تمام لوگ خواہ ان کا کسی بھی فرقے سے تعلق ہو وہ روایت کے ایسے تراجم و تشریحات کرتے ہیں جن سے نہ صرف روایت کے اصل متن میں پیدا ہونے والے تمام سوالات کو غائب کر دیتے ہیں بلکہ دجال کو انسان ثابت کرنے والے اپنے نظریے کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں جو محض ترجمے کی حد تک سخت دھوکے پر مبنی ہوتی ہے اگر اس روایت کے اصل عربی متن کو دیکھ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ علماء کے نا پر طبقہ جان بوجھ کر علم کے باوجود سادہ لوح عوام کو کتنا عظیم دھوکا دے رہا ہے۔ نہ صرف اپنی آخرت تباہ کر رہا ہے بلکہ لاتعداد انسانوں کی آخرت سے کھلواڑ کر رہا ہے۔ عوام بھی آنکھیں بند کر کے ان کے تراجم و

تشریحات پر ایسے ایمان لے آتی ہے اور لا رہی ہے جیسے کہ یہ اللہ کے مبعوث کیے گئے انبیاء ہوں۔
ہم صرف اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کے فضل سے نہ صرف اس روایت کی بنیاد پر دیئے جانے والے دھوکوں کو افشاء کریں گے بلکہ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے اس کو بھی ہر لحاظ سے ایسے کھول دیں گے کہ کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہ رہے اور ایک ایک بات کھل کر واضح ہو جائے۔

سب سے پہلے ہم اس روایت پر تحقیق کریں گے کہ آیا اس روایت کی کوئی وقعت ہے بھی یا نہیں؟ آیا کہ یہ روایت قابل تسلیم ہے بھی یا نہیں؟ تا کہ اس روایت کی وجہ سے علمائے دجال کے دھوکے میں مبتلا لوگوں کے لیے کسی بھی لحاظ سے کوئی بھی پریشانی باقی نہ رہے اور ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے۔ اور اس بات کے پیش نظر سب سے پہلے اس روایت کو پڑھنے سے جو سوالات سامنے آتے ہیں ہم ان سوالات کو سامنے رکھیں گے اس کے بعد ہم اس روایت میں بیان کیے جانے والے واقعے کی حقیقت کو بلکل کھول کر بیان کریں گے۔
اس لیے ہم سب سے پہلے ایسا کرتے ہیں کہ جن کتب احادیث میں یہ روایت مذکور ہے ان کتب کے صفحات کو معہ تراجم یہاں پیش کرتے ہیں تا کہ تمام قارعین اس روایت کے عربی متن اور تراجم کو خود پڑھ لیں۔ اس کے بعد ہم اس پر اٹھنے والے سوالات کو سامنے لائیں گے۔

مسلم کی روایات

صحیح مسلم شریف — جلد ششم — فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

بَابُ قِصَّةِ الْجَسَّاسَةِ

٧٣٨٦- عَنْ عَامِرِ بْنِ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيِّ شَعْبُ هَمْدَانَ أَنَّهُ سَأَلَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ فَقَالَ حَدِّثِينِي حَدِيثًا سَمِعْتِيهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا تُسْنِدِيهِ إِلَى

باب: دجال کے جاسوس کا بیان

٧٣٨٦- عامر بن شراحیل سے روایت ہے انھوں نے کہا فاطمہ بنت قیس سے جو بہن تھیں ضحاک بن قیس کی اور ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے پہلے ہجرت کی تھی کہ بیان کرو مجھ سے ایک حدیث جو تم نے سنی ہو رسول اللہ سے اور مت واسطہ کرنا اس میں اور کسی کا؟ وہ بولیں اچھا اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں بیان کروں گی۔

أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ خَطَبَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَخَطَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَى مَوْلَاهُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَكُنْتُ قَدْ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ((**مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ**)) فَلَمَّا كَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَمْرِي بِيَدِكَ فَأَنْكِحْنِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ انْتَقِلِي إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ وَأُمُّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ غَنِيَّةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَظِيمَةُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ يَنْزِلُ عَلَيْهَا الضِّيفَانُ فَقُلْتُ سَأَفْعَلُ فَقَالَ ((**لَا تَفْعَلِي إِنَّ أُمَّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ كَثِيرَةُ الضِّيفَانِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسْقُطَ عَنْكِ خِمَارُكِ أَوْ يَنْكَشِفَ الثَّوْبُ عَنْ سَاقَيْكِ فَيَرَى الْقَوْمُ مِنْكِ بَعْضَ مَا تَكْرَهِينَ وَلَكِنِ انْتَقِلِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ**)) وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فِهْرٍ فِهْرِ قُرَيْشٍ وَهُوَ مِنَ الْبَطْنِ الَّذِي هِيَ مِنْهُ فَانْتَقَلْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِي سَمِعْتُ نِدَاءَ الْمُنَادِي مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ يُنَادِي الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ فِي صَفِّ النِّسَاءِ الَّتِي تَلِي ظُهُورَ الْقَوْمِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔ فاطمہ نے کہ میں نے نکاح کیا ابن مغیرہ سے اور وہ قریش کے عمدہ جوانوں میں سے تھے ان دنوں۔ پھر وہ شہید ہوئے پہلے ہی جہاد میں رسول اللہؐ کے ساتھ ۔جب میں بیوہ ہوگئی تو مجھ سے پیام بھیجا عبدالرحمٰن بن عوف اور کئی اصحاب نے رسول اللہؐ کے اور رسول اللہؐ نے بھی پیام بھیجا اپنے مولیٰ اسامہ بن زید کے لیے اور میں یہ حدیث سن چکی تھی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھے اس کو چاہیے کہ اسامہ سے بھی محبت رکھے جب رسول اللہؐ نے مجھ سے اس باب میں گفتگو کی تو میں نے کہا میرے کام کا اختیار آپ کو ہے آپ جس سے چاہیں نکاح کردیجئے۔ آپ نے فرمایا ام شریک کے گھر اٹھ جاؤ اورام شریک ایک عورت تھی مالدار انصار میں کی بہت خرچنے والی اللہ کی راہ میں۔اس کے پاس مہمان اترتے تھے۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا میں ام شریک کے پاس اٹھ جاؤں گی۔ پھر آپ نے فرمایا ام شریک کے پاس مت جا اس کے پاس مہمان بہت آتے ہیں اور مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہیں تیری اوڑھنی گر جائے یا تیری پنڈلیوں پر سے کپڑا ہٹ جائے اور لوگ تیرے بدن میں سے وہ دیکھیں جو تجھ کو برا لگے لیکن چلی جا اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم کے پاس اور وہ ایک شخص تھا بنی فہر میں سے اور فہر قریش کی ایک شاخ ہے اور وہ اس قبیلہ میں سے تھا جس میں سے فاطمہ بھی تھی۔ پھر فاطمہ نے کہا میں ان کے گھر میں چلی گئی۔ جب میری عدت گزر گئی تو میں نے پکارنے والے کی آواز سنی وہ پکارنے والا منادی تھا رسول اللہ کا پکارتا تھا نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ میں بھی مسجد کی طرف نکلی اور میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں اس صف میں تھی جس میں عورتیں تھیں لوگوں کے پیچھے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو منبر پر بیٹھے اور آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہر ایک آدمی اپنی نماز کی جگہ پر رہے پھر فرمایا تم جانتے ہو میں نے تم کو کیوں اکٹھا کیا؟ وہ بولے اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا

صَلَاتَهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ ((لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ)) ثُمَّ قَالَ ((أَتَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ)) قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتَّى مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ فَقَالُوا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوا وَمَا الْجَسَّاسَةُ قَالَتْ أَيُّهَا الْقَوْمُ انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ قَالُوا نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَصَادَفْنَا الْبَحْرَ حِينَ اغْتَلَمَ فَلَعِبَ بِنَا الْمَوْجُ شَهْرًا ثُمَّ أَرْفَأْنَا إِلَى جَزِيرَتِكَ هَذِهِ فَجَلَسْنَا فِي أَقْرُبِهَا فَدَخَلْنَا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يُدْرَى مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثْرَةِ

ہے۔ آپ نے فرمایا قسم خدا کی میں نے تم کو رغبت دلانے یا ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا بلکہ اس لیے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا وہ آیا اور اس نے بیعت کی اور مسلمان ہوا اور مجھ سے ایک حدیث بیان کی جو موافق پڑی اس حدیث کے جو میں تم سے بیان کیا کرتا تھا دجال کے باب میں۔ اس نے بیان کیا کہ وہ شخص یعنی تمیم سوار ہوا سمندر کے جہاز میں تیس آدمیوں کے ساتھ جو لخم اور جذام کی قوم سے تھے۔ سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت موج سے جہاز تباہ رہا)۔ پھر وہ لوگ جا لگے سمندر میں ایک ٹاپو کی طرف سورج ڈوبتے۔ پھر جہاز سے پلوار (یعنی چھوٹی کشتی) میں بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت بالوں والا ملا کہ اس کا آگا پیچھا دریافت نہ ہوتا تھا بالوں کے ہجوم سے۔ تو لوگوں نے اس سے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا جاسوس کیا؟ اس نے کہا اس مرد کے پاس چلو جو دیر میں ہے اس واسطے کہ وہ تمہاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم نے کہا جب اس نے مرد کا نام لیا تو ہم اس جانور سے ڈرے کہ کہیں شیطان نہ ہو۔ تمیم نے کہا پھر ہم چلے دوڑتے یہاں تک کہ دیر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ درمیان دونوں زانو کے دونوں ٹخنوں تک لوہے سے۔ ہم نے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا تم قابو پاگئے میری خبر پر (یعنی میرا حال تو تم کو اب معلوم ہو جائے گا) تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم عرب لوگ ہیں جو سمندر میں سوار ہوئے تھے جہاز میں لیکن جب ہم سوار ہوئے تو سمندر کو جوش میں پایا پھر ایک مہینے کی مدت تک لہر ہم سے کھیلتی رہی بعد اس کے آ لگے اس ٹاپو میں پھر ہم بیٹھے چھوٹی کشتی میں اور داخل ہوئے ٹاپو میں سو ملا ہم کو ایک بھاری دم کا جانور بہت بالوں والا ہم نہ جانتے تھے اس کا آگا پیچھا بالوں کی کثرت سے ہم نے اس سے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ سو

الشَّعْرِ فَقُلْنَا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قُلْنَا وَمَا الْجَسَّاسَةُ قَالَتْ اعْمِدُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا وَفَزِعْنَا مِنْهَا وَلَمْ نَأْمَنْ أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً فَقَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا هَلْ يُثْمِرُ قُلْنَا لَهُ نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ هَلْ فِيهَا مَاءٌ قَالُوا هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ قَالَ أَمَا إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ قَالُوا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ قُلْنَا لَهُ نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَائِهَا قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ قَالُوا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنْ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ قَالَ لَهُمْ قَدْ كَانَ ذَلِكَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّ ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَأَخْرُجَ فَأَسِيرَ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعَ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً أَوْ وَاحِدًا مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اس نے کہا میں جاسوس ہوں ہم نے کہا جاسوس کیا؟ اس نے کہا چلو اس مرد کے پاس جو دیر میں ہے کہ البتہ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے سو ہم تیری طرف دوڑتے آئے اور ہم اس سے ڈرے کہ کہیں بھوت پریت نہ ہو۔ پھر اس مرد نے کہا کہ مجھ کو خبر دو بیسان کے نخلستان سے؟ ہم نے کہا کہ کونسا حال اس کا تو پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کے نخلستان سے پوچھتا ہوں کہ پھلتا ہے؟ ہم نے اس سے کہا ہاں پھلتا ہے۔ اس نے کہا خبردار ہو کہ مقرر عنقریب ہے کہ وہ نہ پھلے گا اس نے کہا کہ بتلاؤ مجھ کو طبرستان کا دریا ہم نے کہا کونسا حال اس دریا کا تو پوچھتا ہے؟ وہ بولا اس میں پانی ہے؟ لوگوں نے کہا اس میں بہت پانی ہے۔ اس نے کہا البتہ اس کا پانی عنقریب جاتا رہے گا۔ پھر اس نے کہا خبر دو مجھ کو زغر کے چشمے سے۔ لوگوں نے کہا کیا حال اس کا پوچھتا ہے؟ اس نے کہا اس چشمہ میں پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے اس سے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ کھیتی کرتے ہیں اس کے پانی سے۔ اس نے کہا مجھ کو خبر دو عرب کے پیغمبر سے؟ انھوں نے کہا وہ مکہ سے نکلے اور مدینہ میں گئے۔ اس نے کہا کیا عرب کے لوگ ان سے لڑے؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیونکر انھوں نے عربوں کے ساتھ کیا؟ ہم نے کہا وہ غالب ہوئے اپنے گرد و پیش کے عربوں پر اور انھوں نے اطاعت کی ان کی۔ اس نے کہا یہ بات ہو چکی؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا خبردار رہو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہے کہ پیغمبر کے تابعدار ہوں اور البتہ میں تم سے اپنا حال کہتا ہوں کہ مسیح ہوں یعنی دجال تمام زمین کا پھرنے والا اور البتہ وہ زمانہ قریب ہے جب مجھ کو اجازت ہوگی نکلنے کی۔ سو میں نکلوں گا اور سیر کروں گا اور کسی بستی کو نہ چھوڑوں گا جہاں نہ جاؤں چالیس رات کے اندر سوائے مکہ اور طیبہ کے۔ وہاں جانا مجھ پر حرام ہے یعنی منع ہے جب میں چاہوں گا ان دو بستیوں میں سے کسی کے اندر جانا تو میرے آگے بڑھ آئے گا ایک فرشتہ اور اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی وہ مجھ کو وہاں جانے سے روک دے گا اور البتہ

صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنبَرِ هَذِهِ طَيْبَةُ ((هَذِهِ طَيْبَةُ هَذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذَلِكَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَإِنَّهُ أَعْجَبَنِي حَدِيثُ تَمِيمٍ أَنَّهُ وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ وَعَنِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّأْمِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ)) وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ قَالَتْ فَحَفِظْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

اس کے ہر ایک ناکہ پر فرشتے ہونگے جو اس کی چوکیداری کریں گے۔ پھر حضرتؐ نے اپنے پشت خار سے منبر پر ٹکورا دیا اور فرمایا کہ طیبہ یہی ہے طیبہ یہی ہے طیبہ یہی ہے یعنی طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ خبردار ہو بھلا میں تم کو اس حال کی خبر دے چکا ہوں؟ تو اصحاب نے کہا کہ ہاں حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اچھی لگی تمیم کی بات جو موافق پڑی اس چیز کے جو میں تم کو دجال اور مدینہ اور مکہ کے حال سے فرمادیا کرتا تھا۔ خبردار ہو کہ البتہ وہ دریائے شام یا دریائے یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ وہ پورب کی طرف ہے وہ پورب کی طرف ہے وہ پورب کی طرف ہے۔ (پورب کی طرف بحر ہند ہے شاید دجال بحر ہند کے کسی جزیرہ میں ہو) اور آپ نے اشارہ کیا پورب کی طرف۔ فاطمہ بنت قیس نے کہا تو یہ حدیث میں نے رسول اللہؐ سے یاد رکھی۔

۷۳۸۷- عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنِ انْطَلَقَ مِنَ النَّاسِ قَالَتْ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ مِنَ النِّسَاءِ وَهُوَ يَلِي الْمُؤَخَّرَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَقَالَ ((إِنَّ بَنِي عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَهْوَى بِمِخْصَرَتِهِ إِلَى الْأَرْضِ وَقَالَ ((هَذِهِ طَيْبَةُ)) يَعْنِي الْمَدِينَةَ.

۷۳۸۷- شعبیؒ سے روایت ہے ہم فاطمہ بنت قیس کے پاس گئے انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں ترکھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہؐ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔ پھر لوگوں میں منادی کی گئی نماز کے لیے جمع ہو میں بھی چلی ان لوگوں کے ساتھ جو چلے اور عورتوں کی پہلی صف میں تھی جو مردوں کی آخری صف کے بعد تھی۔ میں نے سنا رسول اللہؐ سے سنا اور آپ منبر پر خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ تمیم داری کے چچازاد بھائی سمندر میں سوار ہوئے۔ پھر بیان کیا وہی قصہ جو گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ فاطمہ نے کہا گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہوں آپ نے اپنا پشت خار زمین پر مارا اور فرمایا طیبہ یہی ہے یعنی مدینہ۔

۷۳۸۸- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ

۷۳۸۸- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس تمیم داری آئے اور آپ کو خبر دی کہ سمندر میں سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے

سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إِلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا يَلْتَمِسُ الْمَاءَ فَلَقِيَ إِنْسَانًا يَجُرُّ شَعَرَهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَدْ وَطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَأَخْرَجَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ قَالَ ((هَذِهِ طَيْبَةُ وَذَاكَ الدَّجَّالُ)).

جالگا۔ وہ اس کے اندر گئے پانی کی تلاش میں۔ وہاں ایک آدمی دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہا تھا اور بیان کیا سارا قصہ حدیث کا۔ پھر کہا کہ دجال نے کہا اگر مجھ کو اجازت ملتی نکلنے کی تو میں سب شہروں میں ہو آتا سوا طیبہ کے۔ پھر رسول اللہؐ نے تمیم کو لوگوں کے سامنے نکالا اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا طیبہ یہی مدینہ ہے اور دجال وہی شخص ہے۔

۷۳۸۹- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ ((أَيُّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِي تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

۷۳۸۹- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا اے لوگو! مجھ سے بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار ہو رہے اور ایک جزیرہ میں گئے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزرا۔

سنن ابوداود کی روایات

(المعجم ۱۵) - بَابٌ: فِي خَبَرِ الْجَسَّاسَةِ (التحفة ۱۵)

باب:۱۵- جساسہ کا بیان

فائدہ: یہ ایک حیوان ہے جو ایک سمندری جزیرے میں دیکھا گیا ہے اور اسے "جساسہ" اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ دجال کی خبریں پوچھتا تھا۔

٤٣٢٥- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَّرَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ:

۴۳۲۵- حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرما دی۔ پھر تشریف لائے اور فرمایا: "مجھے تمیم داری کی باتوں نے روک لیا تھا۔ وہ بیان کر رہے تھے کہ سمندری جزیروں میں سے ایک جزیرے میں ایک آدمی

«إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عَنْ رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ: فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا، قَالَ: مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ، فَأَتَيْتُهُ فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الأَغْلَالِ يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَقُلْتُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: أَنَا الدَّجَّالُ، خَرَجَ نَبِيُّ الأُمِّيِّينَ بَعْدُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: أَطَاعُوهُ أَمْ عَصَوْهُ؟ قُلْتُ: بَلْ أَطَاعُوهُ قَالَ: ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ».

تھا' اور میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہی تھی۔ پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں "جساسہ" ہوں' اس محل میں چلے جاؤ' میں وہاں گیا تو اس میں ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہا تھا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل رہا تھا۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دجال ہوں۔ کیا عربوں کا نبی آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا ان لوگوں نے اس کی اطاعت کی ہے یا نافرمانی؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ اطاعت کی ہے۔ اس نے کہا: یہ ان کے لیے بہتر ہے۔"

٤٣٢٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ حُسَيْنًا الْمُعَلِّمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ: حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُنَادِي: أَنِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَ: «لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ»، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «إِنِّي مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَهْبَةٍ وَلَا رَغْبَةٍ،

۴۳۲۶- حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے کو منادی کرتے ہوئے سنا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ تو میں بھی چلی آئی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو منبر پر تشریف لائے اور آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا رہے۔" پھر فرمایا: "کیا جانتے ہو میں نے تمھیں کیوں جمع کیا ہے؟" انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں نے تمھیں ڈرانے یا خوشخبری سنانے کے لیے جمع نہیں کیا ہے۔ میں نے تمھیں اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری عیسائی تھا' میرے ہاں آیا' بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور اس نے مجھے ایک بات بیان کی ہے جو میری بات کی

وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ أَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ، فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ وَأَرْفَؤُوا إِلَى جَزِيرَةٍ حِينَ مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ، فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ. قَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي هَذَا الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ. قَالَ: لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ وَعَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ. قَالَ: إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ [الدَّجَّالُ] وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ». قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَإِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ، أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا، بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ»، مَرَّتَيْنِ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ. قَالَتْ: حَفِظْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

تائید میں ہے جو میں نے تمہیں دجال کے متعلق کہی ہے۔اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک جہاز میں سوار ہوا' اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تمیں آدمی تھے۔جہاز کو طوفانی موجوں نے آ لیا جو انہیں ایک مہینہ تک پریشان کیے رہیں......اور وہ سورج غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کے پاس پہنچے اور ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر جزیرے میں جا اترے۔تو انہیں ایک جانور ملا جس کی دم بھاری اور جسم پر بہت بال تھے۔ انہوں نے کہا: کم بخت! تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔اس گرجے میں ایک آدمی ہے اس کے پاس جاؤ' وہ تمہاری خبروں کا بہت مشتاق ہے۔جب اس نے ہمارے سامنے آدمی کا نام لیا تو ہم اس سے ڈر گئے کہ یہ کہیں شیطان نہ ہو۔ہم جلدی سے چلے اور اس گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا' اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے......'' اور حدیث بیان کی...... اس نے ان سے (شام کے) نخلستان بیسان' چشمہ زغر اور نبی اُمی ﷺ کے متعلق پوچھا...... اور کہا کہ میں ہی مسیح (دجال) ہوں۔عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت مل جائے گی۔نبی ﷺ نے فرمایا: ''دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے' نہیں بلکہ مشرق کی طرف میں ہے۔'' دو بار فرمایا......آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔سیدہ فاطمہ بنت قیس ﷝ کہتی ہیں: میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہے...... اور بقیہ حدیث بیان کی۔

٤٣٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عن مُجَالِدِ بنِ سَعِيدٍ، عن عَامِرٍ قالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ؛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ وكَانَ لا يَصْعَدُ عَلَيْهِ إِلَّا يَوْمَ جُمُعَةٍ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ ذَكَرَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ.

۴۳۲۷- حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لائے اور آپ جمعہ کے علاوہ منبر پر نہ آتے تھے۔ مگر اس دن منبر پر آئے۔ پھر یہ قصہ بیان کیا۔

قالَ أَبُو دَاوُدَ: ابنُ صُدْرَانَ بَصْرِيٌّ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابنِ مِسْوَرٍ لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ.

امام ابوداود ؒ کہتے ہیں: ابن صدران بصری ہیں جو ابن مسور کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئے تھے اور اس کے علاوہ اور کوئی محفوظ نہیں رہا تھا۔

٤٣٢٨- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بنُ عَبْدِ الأَعْلَى: حَدَّثَنَا ابنُ فُضَيْلٍ عن الْوَلِيدِ بنِ عَبْدِ الله بنِ جُمَيْعٍ، عن أَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عن جَابِرٍ قالَ: قالَ رَسُولُ الله ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ: «إِنَّهُ بَيْنَمَا أُنَاسٌ يَسِيرُونَ فِي الْبَحْرِ فَنَفِدَ طَعَامُهُمْ فَرُفِعَتْ لَهُمْ جَزِيرَةٌ، فَخَرَجُوا يُرِيدُونَ الْخُبْزَ فَلَقِيَتْهُمُ الْجَسَّاسَةُ» - فَقُلْتُ لأَبِي سَلَمَةَ: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قال: امْرَأَةٌ تَجُرُّ شَعْرَ جِلْدِهَا وَرَأْسِهَا - قالَتْ: فِي هٰذَا الْقَصْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. وَسَأَلَ عن نَخْلِ بَيْسَانَ وَعن عَيْنِ زُغَرَ. قال: هُوَ الْمَسِيحُ فقالَ لِي ابنُ أَبِي سَلَمَةَ: إِنَّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ شَيْئًا مَا حَفِظْتُهُ. قال: شَهِدَ جَابِرٌ أَنَّهُ هُوَ

۴۳۲۸- حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ”کچھ لوگ سمندر میں جا رہے تھے کہ ان کا کھانا ختم ہو گیا تو انہیں ایک جزیرہ دکھائی دیا۔ وہ روٹی کی تلاش میں اسی میں چلے گئے تو جساسہ سے ان کی ملاقات ہو گئی۔“ ولید بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ سے پوچھا: جساسہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: ایک عورت ہے جو اپنے جسم اور سر کے بال کھینچ رہی تھی۔ اس نے کہا...... اس محل میں...... اور حدیث بیان کی۔ اور (محل والے آدمی نے) ان سے بیسان کے نخلستان اور زُغر کے چشمے کے متعلق معلوم کیا۔ کہا: وہی مسیح (دجال) ہے۔ ابن ابوسلمہ نے مجھ سے کہا کہ اس حدیث میں ایک بات ہے جو مجھے یاد نہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت جابر ؓ نے گواہی دی کہ یہی ابن صائد ہے۔ میں نے کہا: وہ تو مر چکا ہے۔ کہا اگرچہ مر گیا ہے۔

ابْنُ صَائِدٍ. قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ. قَالَ: وَإِنْ مَاتَ! قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ أَسْلَمَ. قَالَ: وَإِنْ أَسْلَمَ! قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ دَخَلَ الْمَدِينَةَ، قَالَ: وَإِنْ دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

میں نے کہا: اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ کہا اگر چہ اسلام قبول کیا تھا۔ میں نے کہا: وہ تو مدینے میں بھی داخل ہوا تھا۔ کہا اگر چہ مدینے میں بھی داخل ہوا تھا۔

سنن ابن ماجہ کی روایات

٤٠٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، ذَاتَ يَوْمٍ. وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ. وَكَانَ لَا يَصْعَدُ عَلَيْهِ، قَبْلَ ذٰلِكَ، إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ. فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ. فَمِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَجَالِسٍ. فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ أَنِ اقْعُدُوا: «فَإِنِّي، وَاللهِ مَا قُمْتُ مَقَامِي هٰذَا لِأَمْرٍ يَنْفَعُكُمْ، لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ. وَلٰكِنْ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبَرًا مَنَعَنِي الْقَيْلُولَةَ، مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ. فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ. أَلَا إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا

۴۰۷۴- حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ صرف جمعہ کے دن (خطبہ جمعہ کے لیے) منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ لوگوں کو اس سے پریشانی ہوئی۔ کوئی کھڑا تھا کوئی بیٹھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ (پھر فرمایا:) ''اللہ کی قسم! اس جگہ میں کوئی ایسی ترغیب وترہیب والی بات بتانے کھڑا نہیں ہوا جس سے تمھیں فائدہ ہو۔ لیکن میرے پاس تمیم داری آئے اور مجھے ایک خبر دی جس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ مجھے دوپہر کو خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کی وجہ سے نیند نہیں آئی اس لیے میں نے چاہا کہ تمھارے نبی کی خوشی سے تم سب کو آگاہ کر دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) باد مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں

هُمْ بِشَيْءٍ أَهْدَبَ، أَسْوَدَ. قَالُوا لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ. قَالُوا: أَخْبِرِينَا. قَالَتْ: مَا أَنَا بِمُخْبِرَتِكُمْ شَيْئًا. وَلَا سَائِلَتِكُمْ. وَلٰكِنْ هٰذَا الدَّيْرُ، قَدْ رَمَقْتُمُوهُ. فَأْتُوهُ. فَإِنَّ فِيهِ رَجُلًا بِالْأَشْوَاقِ إِلَى أَنْ تُخْبِرُوهُ وَيُخْبِرَكُمْ. فَأَتَوْهُ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ. فَإِذَا هُمْ بِشَيْخٍ مُوثَقٍ، شَدِيدِ الْوَثَاقِ. يُظْهِرُ الْحُزْنَ. شَدِيدِ التَّشَكِّي. فَقَالَ لَهُمْ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالُوا: مِنَ الشَّامِ. قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ الْعَرَبِ. عَمَّ تَسْأَلُ؟ قَالَ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي خَرَجَ فِيكُمْ؟ قَالُوا: خَيْرًا. نَاوَى قَوْمًا. فَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِمْ. فَأَمْرُهُمُ الْيَوْمَ جَمِيعٌ: إِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ، وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ. قَالَ: مَا فَعَلَتْ عَيْنُ زُغَرَ؟ قَالُوا:

بیٹھ کر جزیرے میں پہنچے۔ انھیں بڑی بڑی پلکوں والی ایک سیاہ فام چیز ملی۔ انھوں نے اسے کہا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔ انھوں نے کہا: ہمیں (وضاحت سے) بتا۔ اس نے کہا: میں نہ تمھیں کچھ بتاؤں گی' نہ تم سے کچھ پوچھوں گی۔ لیکن یہ مندر جو تمھیں نظر آ رہا ہے' اس میں جاؤ۔ وہاں ایک آدمی ہے جس کی شدید خواہش ہے کہ تم اسے کچھ بتاؤ اور وہ تمھیں کچھ بتائے۔ وہ اس مندر میں گئے اور اس شخص کے پاس جا پہنچے' دیکھا تو ایک بڑی عمر کا آدمی ہے جو خوب جکڑا ہوا ہے۔ اس سے بہت رنج و غم ظاہر ہو رہا ہے' بہت ہائے وائے کر رہا ہے۔ اس نے ان سے کہا: کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا: شام سے۔ اس نے کہا: عربوں کا کیا حال ہے؟ وہ بولے: ہم عرب کے لوگ ہیں' تو کس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: تمھارے اندر جو آدمی (نبی ﷺ) ظاہر ہوا ہے اس کا کیا حال ہے؟ وہ بولے: اچھا حال ہے۔ اس (نبی ﷺ)

خَيْرًا. يَسْقُونَ مِنْهَا زُرُوعَهُمْ. وَيَسْتَقُونَ مِنْهَا لِسَقْيِهِمْ. قَالَ: فَمَا فَعَلَ نَخْلٌ بَيْنَ عَمَّانَ وَبَيْسَانَ؟ قَالُوا: يُطْعِمُ ثَمَرَهُ كُلَّ عَامٍ. قَالَ: فَمَا فَعَلَتْ بُحَيْرَةُ الطَّبَرِيَّةِ؟ قَالُوا: تَدَفَّقُ جَنَبَاتُهَا مِنْ كَثْرَةِ الْمَاءِ. قَالَ: فَزَفَرَ ثَلَاثَ زَفَرَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: لَوِ انْفَلَتُّ مِنْ وَثَاقِي هٰذَا، لَمْ أَدَعْ أَرْضًا إِلَّا وَطِئْتُهَا بِرِجْلَيَّ هَاتَيْنِ. إِلَّا طَيْبَةَ. لَيْسَ لِي

نے قوم کا مقابلہ کیا تو اللہ نے اسے قوم پر غلبہ عطا فرما دیا۔ اب وہ سب (اہل عرب) متحد ہیں۔ ان کا معبود بھی ایک ہے اور دین بھی ایک ہے۔ اس نے کہا: زُغر کے چشمے کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا: اچھا ہے۔ لوگ اس سے کھیتی کو پانی دیتے اور خود پینے کے لیے پانی بھرتے ہیں۔ اس نے کہا: بیسان اور عمان کے درمیان کے کھجوروں کے درختوں کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا: ہر سال پھل دیتے ہیں۔ اس نے کہا: بحیرہ طبریہ کا کیا

عَلَيْهَا سَبِيلٌ». قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِلَى هَٰذَا يَنْتَهِي فَرَحِي. هَٰذِهِ طَيْبَةُ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا طَرِيقٌ ضَيِّقٌ وَلَا وَاسِعٌ، وَلَا سَهْلٌ وَلَا جَبَلٌ، إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ شَاهِرٌ سَيْفَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

حال ہے؟ انھوں نے کہا: اس کا پانی اتنا زیادہ ہے کہ کناروں سے اچھلتا ہے۔ اس نے تین بار ٹھنڈی سانس لی، پھر بولا: اگر میں اس قید سے چھوٹ گیا تو زمین کا کوئی علاقہ نہیں رہے گا جس پر میرے یہ قدم نہ لگیں، سوائے طیبہ کے۔ اس پر میرا بس نہیں چلے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ سن کر میری خوشی کی انتہا ہوگئی (بے حد خوشی ہوئی۔) یہ (مدینہ منورہ ہی) طیبہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس کے ہر تنگ اور کھلے راستے پر، ہر میدان اور پہاڑ پر قیامت تک کے لیے فرشتے تلواریں سونتے کھڑے ہیں۔''

مسند احمد بن حنبل کی روایات

(٢٧٨٧٤) حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ مُسْرِعًا فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ وَاجْتَمَعَ النَّاسُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَمْ أَدْعُكُمْ لِرَغْبَةٍ نَزَلَتْ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلَكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ فِلَسْطِينَ رَكِبُوا الْبَحْرَ فَقَذَفَتْهُمُ الرِّيحُ إِلَى جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ فَإِذَا هُمْ بِدَابَّةٍ أَشْعَرَ لَا يُدْرَى أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى مِنْ كَثْرَةِ شَعْرِهِ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوا فَأَخْبِرِينَا قَالَتْ مَا أَنَا بِمُخْبِرَتِكُمْ وَلَا بِمُسْتَخْبِرَتِكُمْ وَلَكِنْ فِي هَذَا الدَّيْرِ رَجُلٌ فَقِيرٌ إِلَى أَنْ يُخْبِرَكُمْ وَيَسْتَخْبِرَكُمْ فَدَخَلُوا الدَّيْرَ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرِيرٌ وَمُصَفَّدٌ فِي الْحَدِيدِ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ قُلْنَا نَحْنُ الْعَرَبُ قَالَ هَلْ بُعِثَ فِيكُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَهَلْ اتَّبَعَهُ الْعَرَبُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ قَالَ مَا فَعَلَتْ فَارِسُ هَلْ ظَهَرَ عَلَيْهَا قَالُوا لَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهَا بَعْدُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ مَا فَعَلَتْ عَيْنُ زُغَرَ قَالُوا هِيَ تَدْفُقُ مَلْأَى قَالَ فَمَا فَعَلَتْ بُحَيْرَةُ طَبَرِيَّةَ قَالُوا هِيَ تَدْفُقُ مَلْأَى قَالَ فَمَا فَعَلَتْ نَخْلُ بَيْسَانَ هَلْ أَطْعَمَ بَعْدُ قَالُوا قَدْ أَطْعَمَ أَوَائِلُهُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَفْلِتُ فَقُلْنَا مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا الدَّجَّالُ أَمَا إِنِّي سَأَطَأُ الْأَرْضَ كُلَّهَا غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرُوا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ هَذِهِ طَيْبَةُ لَا يَدْخُلُهَا الدَّجَّالُ [راجع: ٢٧٦٤٠].

(۲۷۸۷۴) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام باہر نکلے اور ظہر کی نماز پڑھائی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر لی تو بیٹھے رہو، منبر پر تشریف فرما ہوئے لوگ حیران ہوئے تو فرمایا لوگو! اپنی نماز کی جگہ پر ہی میں نے تمہیں کسی بات کی ترغیب یا اللہ سے ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا۔ میں نے تمہیں صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری میرے پاس آئے اور اسلام پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئے اور مجھے ایک بات بتائی کہ وہ اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ ایک بحری کشتی میں سوار ہوئے، اچانک سمندر میں طوفان آ گیا، وہ سمندر میں ایک نامعلوم جزیرہ کی طرف پہنچے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک جانور ملا جو موٹے اور گھنے بالوں والا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ مرد ہے یا عورت انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، انہوں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: اے قوم! اس آدمی کی طرف گرجے میں چلو کیونکہ وہ تمہاری خبر کے بارے میں بہت شوق رکھتا ہے ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ باندھا گیا تھا، اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں، اس نے پوچھا کہ اہل عرب کا کیا بنا؟ کیا ان کے نبی کا ظہور ہو گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس نے پوچھا پھر اہل عرب نے کیا کیا؟ انہوں نے بتایا کہ اچھا کیا، ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی، اس نے کہا کہ انہوں نے اچھا کیا پھر اس نے پوچھا کہ اہل فارس کا کیا بنا، کیا وہ ان پر غالب آ گئے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ابھی تک تو اہل فارس پر غالب نہیں آئے، اس نے کہا یاد رکھو! عنقریب وہ ان پر غالب آ جائیں گے، اس نے کہا: مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتاؤ، ہم نے کہا یہ کثیر پانی والا ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں، پھر اس نے کہا نخل بیسان کا کیا بنا؟ کیا اس نے پھل دینا شروع کیا؟ انہوں نے کہا کہ اس کا ابتدائی حصہ پھل دینے لگا ہے، اس پر وہ اتنا اچھلا کہ ہم سمجھے یہ ہم پر حملہ کر دے گا، ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسیح (دجال) ہوں، عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ پس میں نکلوں گا تو زمین میں چکر لگاؤں گا اور چالیس راتوں میں ہر ہر بستی پر اتروں گا مکہ اور طیبہ کے علاوہ کیونکہ ان دونوں پر داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا مسلمانو! خوش ہو جاؤ کہ طیبہ یہی مدینہ ہے، اس میں دجال داخل نہ ہو سکے گا۔

(۲۷۸۹۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنْ عَامِرٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَتَيْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ فَحَدَّثَتْنِي أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ لِي أَخُوهُ اخْرُجِي مِنْ الدَّارِ فَقُلْتُ إِنَّ لِي نَفَقَةً وَسُكْنَى حَتَّى يَحِلَّ الْأَجَلُ قَالَ لَا قَالَتْ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ فُلَانًا طَلَّقَنِي وَإِنَّ أَخَاهُ أَخْرَجَنِي وَمَنَعَنِي السُّكْنَى وَالنَّفَقَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنَةِ آلِ قَيْسٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَخِي طَلَّقَهَا ثَلَاثًا جَمِيعًا قَالَتْ فَقَالَ

لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرِي أَيْ بِنْتَ آلِ قَيْسٍ إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَى لِلْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا مَا كَانَتْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ فَلَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنَى اخْرُجِي فَانْزِلِي عَلَى فُلَانَةَ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ يُتَحَدَّثُ إِلَيْهَا انْزِلِي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ أَعْمَى لَا يَرَاكِ ثُمَّ قَالَ لَا تَنْكِحِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا أُنْكِحُكِ قَالَتْ فَخَطَبَنِي رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَأْمِرُهُ فَقَالَ أَلَا تَنْكِحِينَ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَنْكِحْنِي مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَتْ فَأَنْكَحَنِي مِنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَخْرُجَ قَالَتْ اجْلِسْ حَتَّى أُحَدِّثَكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا مِنَ الْأَيَّامِ فَصَلَّى صَلَاةَ الْهَاجِرَةِ ثُمَّ قَعَدَ فَفَزِعَ النَّاسُ فَقَالَ اجْلِسُوا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنِّي لَمْ أَقُمْ مَقَامِي هَذَا لِفَزَعٍ وَلَكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبَرًا مَنَعَنِي مِنَ الْقَيْلُولَةِ مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي أَنَّ رَهْطًا مِنْ بَنِي عَمِّهِ رَكِبُوا الْبَحْرَ فَأَصَابَتْهُمْ رِيحٌ عَاصِفٌ فَأَلْجَأَتْهُمُ الرِّيحُ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا فَقَعَدُوا فِي قُوَيْرِبِ سَفِينَةٍ حَتَّى خَرَجُوا إِلَى الْجَزِيرَةِ فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْلَبَ كَثِيرِ الشَّعْرِ لَا يَدْرُونَ أَرَجُلٌ هُوَ أَوِ امْرَأَةٌ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ فَقَالُوا أَلَا تُخْبِرُنَا فَقَالَ مَا أَنَا بِمُخْبِرِكُمْ وَلَا مُسْتَخْبِرِكُمْ وَلَكِنَّ هَذَا الدَّيْرَ قَدْ رَهِقْتُمُوهُ فَفِيهِ مَنْ هُوَ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ أَنْ يُخْبِرَكُمْ وَيَسْتَخْبِرَكُمْ قَالُوا قُلْنَا مَا أَنْتِ قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ فَانْطَلَقُوا حَتَّى أَتَوْا الدَّيْرَ فَإِذَا هُمْ بِرَجُلٍ مُوثَقٍ شَدِيدِ الْوَثَاقِ مُظْهِرٍ الْحُزْنَ كَثِيرِ التَّشَكِّي فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ قَالُوا مِنَ الْعَرَبِ قَالَ مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ أَخَرَجَ نَبِيُّهُمْ بَعْدُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَمَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ قَالُوا خَيْرًا آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ قَالَ ذَلِكَ خَيْرٌ لَهُمْ وَكَانَ لَهُ عَدُوٌّ فَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَالَ فَالْعَرَبُ الْيَوْمَ إِلَهُهُمْ وَاحِدٌ وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ وَكَلِمَتُهُمْ وَاحِدَةٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ عَيْنُ زُغَرَ قَالَ قَالُوا صَالِحَةٌ يَشْرَبُ مِنْهَا أَهْلُهَا لِشَفَتِهِمْ وَيَسْقُونَ مِنْهَا زَرْعَهُمْ قَالَ فَمَا فَعَلَ نَخْلٌ بَيْنَ عَمَّانَ وَبَيْسَانَ قَالُوا صَالِحٌ يُطْعِمُ جَنَاهُ كُلَّ عَامٍ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ بُحَيْرَةُ الطَّبَرِيَّةِ قَالُوا مَلْأَى قَالَ فَزَفَرَ ثُمَّ زَفَرَ ثُمَّ زَفَرَ ثُمَّ حَلَفَ لَوْ خَرَجْتُ مِنْ مَكَانِي هَذَا مَا تَرَكْتُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ اللَّهِ إِلَّا وَطِئْتُهَا غَيْرَ طَيْبَةَ لَيْسَ لِي عَلَيْهَا سُلْطَانٌ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هَذَا انْتَهَى فَرَحِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِنَّ طَيْبَةَ الْمَدِينَةُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الدَّجَّالِ أَنْ يَدْخُلَهَا ثُمَّ حَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَا لَهَا طَرِيقٌ ضَيِّقٌ وَلَا وَاسِعٌ فِي سَهْلٍ وَلَا جَبَلٍ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ شَاهِرٌ بِالسَّيْفِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا يَسْتَطِيعُ الدَّجَّالُ أَنْ يَدْخُلَهَا عَلَى أَهْلِهَا [راجع: ٢٧٦٤٠].

(٢٧٨٩١) امام عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ نبی علیہ السلام کے دور میں ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی، اسی دوران نبی علیہ السلام نے اسے ایک دستے کے ساتھ روانہ فرما دیا، تو مجھ سے اس کے بھائی نے کہا کہ تم اس گھر سے نکل جاؤ، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا عدت ختم ہونے تک مجھے نفقہ اور رہائش ملے گی؟ اس نے کہا نہیں، میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئی اور عرض کیا کہ فلاں شخص نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس کا بھائی مجھے گھر سے نکال رہا ہے اور نفقہ اور سکنی بھی نہیں دے رہا؟ نبی علیہ السلام نے پیغام

بھیج کر اسے بلایا اور فرمایا بنت آل قیس کے ساتھ تمہارا کیا جھگڑا ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی نے اسے اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں، اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا اے بنت آل قیس! دیکھو، شوہر کے ذمے اس بیوی کا نفقہ اور سکنی واجب ہوتا ہے جس سے وہ رجوع کر سکتا ہو اور جب اس کے پاس رجوع کی گنجائش نہ ہو تو عورت کو نفقہ اور سکنی نہیں ملتا، اس لئے تم اس گھر سے فلاں عورت کے گھر منتقل ہو جاؤ، پھر فرمایا اس کے یہاں لوگ جمع ہو کر باتیں کرتے ہیں اس لئے تم ابن ام مکتوم کے یہاں چلی جاؤ، کیونکہ وہ نابینا ہیں اور تمہیں دیکھ نہیں سکیں گے، اور تم اپنا آئندہ نکاح خود سے نہ کرنا بلکہ میں خود تمہارا نکاح کروں گا، اسی دوران مجھے قریش کے ایک آدمی نے پیغام نکاح بھیجا، میں نبی علیہ السلام کے پاس مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اس شخص سے نکاح نہیں کر لیتیں جو مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ جس سے چاہیں میرا نکاح کرا دیں، چنانچہ نبی علیہ السلام نے مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا، امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں وہاں سے جانے لگا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں تمہیں نبی علیہ السلام کی ایک حدیث سناتی ہوں، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام باہر نکلے اور ظہر کی نماز پڑھائی، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو بیٹھے رہو، منبر پر تشریف فرما ہوئے لوگ حیران ہوئے تو فرمایا لوگو! اپنی نماز کی جگہ پر ہی میں نے تمہیں کسی بات کی ترغیب یا اللہ سے ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا۔ میں نے تمہیں صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری میرے پاس آئے اور اسلام پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئے اور مجھے ایک بات بتائی، جس نے خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک سے مجھے قیلولہ کرنے سے روک دیا، اس لئے میں نے چاہا کہ تمہارے پیغمبر کی خوشی تم تک پھیلا دوں، چنانچہ انہوں نے مجھے خبر دی کہ وہ اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ ایک بحری کشتی میں سوار ہوئے، اچانک سمندر میں طوفان آ گیا، وہ سمندر میں ایک نامعلوم جزیرہ کی طرف پہنچے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک جانور ملا جو موٹے اور گھنے بالوں والا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ مرد ہے یا عورت انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، انہوں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: اے قوم! اس آدمی کی طرف گرجے میں چلو کیونکہ وہ تمہاری خبر کے بارے میں بہت شوق رکھتا ہے ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں، اس نے پوچھا کہ اہل عرب کا کیا بنا؟ کیا ان کے نبی کا ظہور ہو گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس نے پوچھا پھر اہل عرب نے کیا کیا؟ انہوں نے بتایا کہ اچھا کیا، ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی، اس نے کہا کہ ان کے دشمن تھے لیکن اللہ نے انہیں ان پر غالب کر دیا، اس نے پوچھا کہ اب عرب کا ایک خدا، ایک دین اور ایک کلمہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! اس نے پوچھا زغر چشمے کا کیا بنا؟ انہوں نے کہا کہ صحیح ہے، لوگ اس کا پانی خود بھی پیتے ہیں اور اپنے کھیتوں کو بھی اس سے سیراب کرتے ہیں، اس نے پوچھا عمان اور بیسان کے درمیان باغ کا کیا بنا؟ انہوں نے کہا کہ صحیح ہے اور ہر سال پھل دیتا ہے، اس نے پوچھا بحیرۂ طبریہ کا کیا بنا؟ انہوں نے کہا کہ بھرا ہوا ہے، اس پر وہ تین مرتبہ چیخا اور قسم کھا کر کہنے لگا اگر میں اس جگہ سے نکل گیا تو اللہ کی زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں چھوڑوں گا جسے اپنے پاؤں تلے روند نہ دوں، سوائے طیبہ

کے کہ اس پر مجھے کوئی قدرت نہیں ہوگی، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہاں پہنچ کر میری خوشی بڑھ گئی (تین مرتبہ فرمایا) مدینہ ہی طیبہ ہے اور اللہ نے میرے حرم میں داخل ہونا دجال پر حرام قرار دے رکھا ہے، پھر نبی علیہ السلام نے قسم کھا کر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مدینہ منورہ کا کوئی تنگ یا کشادہ، وادی اور پہاڑ ایسا نہیں ہے جس پر قیامت تک کے لئے تلوار سونتا ہوا فرشتہ مقرر نہ ہو، دجال اس شہر میں داخل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

(٢٧٨٩٤) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ مُسْرِعًا فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَنُودِيَ فِي النَّاسِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَمْ أَدْعُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلَكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَهْلِ فِلَسْطِينَ رَكِبُوا الْبَحْرَ فَقَذَفَتْ بِهِمْ الرِّيحُ إِلَى جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ فَإِذَا هُمْ بِدَابَّةٍ أَشْعَرَ لَا يُدْرَى ذَكَرٌ هُوَ أَمْ أُنْثَى لِكَثْرَةِ شَعْرِهِ فَقَالُوا مَنْ أَنْتِ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ فَقَالُوا فَأَخْبِرِينَا فَقَالَتْ مَا أَنَا بِمُخْبِرَتِكُمْ وَلَا مُسْتَخْبِرَتِكُمْ وَلَكِنْ فِي هَذَا الدَّيْرِ رَجُلٌ فَقِيرٌ إِلَى أَنْ يُخْبِرَكُمْ وَإِلَى أَنْ يَسْتَخْبِرَكُمْ فَدَخَلُوا الدَّيْرَ فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ أَعْوَرُ مُصَفَّدٌ فِي الْحَدِيدِ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ قَالُوا نَحْنُ الْعَرَبُ فَقَالَ هَلْ بُعِثَ فِيكُمْ النَّبِيُّ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَهَلْ اتَّبَعَهُ الْعَرَبُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ فَارِسُ هَلْ ظَهَرَ عَلَيْهَا قَالُوا لَا قَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ مَا فَعَلَتْ عَيْنُ زُغَرَ قَالُوا هِيَ تَدَفَّقُ مَلْأَى قَالَ فَمَا فَعَلَ نَخْلُ بَيْسَانَ هَلْ أَطْعَمَ قَالُوا نَعَمْ أَوَائِلُهُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَفْلِتُ فَقُلْنَا مَنْ أَنْتَ فَقَالَ أَنَا الدَّجَّالُ أَمَا إِنِّي سَأَطَأُ الْأَرْضَ كُلَّهَا غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرُوا مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ هَذِهِ طَيْبَةُ لَا يَدْخُلُهَا [راجع: ٢٧٦٤٠].

(۲۷۸۹۴) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام باہر نکلے اور ظہر کی نماز پڑھائی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر لی تو بیٹھے رہو، منبر پر تشریف فرما ہوئے لوگ حیران ہوئے تو فرمایا لوگو! اپنی نماز کی جگہ پر ہی میں نے تمہیں کسی بات کی ترغیب یا اللہ سے ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا۔ میں نے تمہیں صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری میرے پاس آئے اور اسلام پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئے اور مجھے ایک بات بتائی کہ وہ اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ ایک بحری کشتی میں سوار ہوئے، اچانک سمندر میں طوفان آ گیا، وہ سمندر میں ایک نامعلوم جزیرہ کی طرف پہنچے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک جانور ملا جو موٹے اور گھنے بالوں والا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ مرد ہے یا عورت انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، انہوں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: اے قوم! اس آدمی کی طرف گرجے میں چلو کیونکہ وہ تمہاری خبر کے بارے میں بہت شوق رکھتا ہے ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ باندھا گیا تھا، اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں، اس نے پوچھا کہ اہل

عرب کا کیا بنا؟ کیا ان کے نبی کا ظہور ہو گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس نے پوچھا پھر اہل عرب نے کیا کیا؟ انہوں نے بتایا کہ اچھا کیا، ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی، اس نے کہا کہ انہوں نے اچھا کیا پھر اس نے پوچھا کہ اہل فارس کا کیا بنا، کیا وہ ان پر غالب آ گئے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ابھی تک تو اہل فارس پر غالب نہیں آئے، اس نے کہا یاد رکھو! عنقریب وہ ان پر غالب آ جائیں گے، اس نے کہا: مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتاؤ، ہم نے کہا یہ کثیر پانی والا ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں، پھر اس نے کہا نخل بیسان کا کیا بنا؟ کیا اس نے پھل دینا شروع کیا؟ انہوں نے کہا کہ اس کا ابتدائی حصہ پھل دینے لگا ہے، اس پر وہ اتنا اچھلا کہ ہم سمجھے یہ ہم پر حملہ کر دے گا، ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسیح (دجال) ہوں، عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ پس میں نکلوں گا تو زمین میں چکر لگاؤں گا اور چالیس راتوں میں ہر ہر بستی پر اتروں گا مکہ اور طیبہ کے علاوہ کیونکہ ان دونوں پر داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا مسلمانو! خوش ہو جاؤ کہ طیبہ یہی مدینہ ہے، اس میں دجال داخل نہ ہو سکے گا۔

سوال نمبرا۔ آپ نے خود پڑھ لیا کہ ایک مقام پر مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ وہ بیوہ ہوگئیں اور عدت گزاری۔ جیسا کہ درج ذیل روایت کے متن کو دیکھا جاسکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف جلد ششم

فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ

انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔ فاطمہ نے کہ میں نے نکاح کیا ابن مغیرہ سے اور وہ قریش کے عمدہ جوانوں میں سے تھے ان دنوں۔ پھر وہ شہید ہوئے پہلے ہی جہاد میں رسول اللہؐ کے ساتھ۔ جب میں بیوہ ہوگئی تو مجھ سے پیام بھیجا عبدالرحمٰن بن عوف اور کئی اصحاب

اور دوسرے مقام پر بیوہ کی بجائے طلاق کا ذکر ہے کہ طلاق کے بعد عدت گزار رہی تھیں۔ جیسا کہ روایت کے متن کو دیکھا جا سکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف جلد ششم

فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةً قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنْ

انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں تر کھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہؐ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان میں سے کون سی بات ٹھیک ہے؟ یہ ایک ایسا تضاد ہے جو اس روایت کی صحت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے اسماء ورجال پر تحقیق کرنے والوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس بیوہ نہیں بلکہ اس وقت مطلقہ تھیں یعنی ان کو طلاق ہوئی تھی۔ وہ عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں تھیں اور انہوں نے طلاق دی تھی۔ اس پر مسند احمد میں کئی روایات موجود ہیں کہ انہیں طلاق ہوئی تھی۔

روایت کی صحت کو بچانے کے لیے اس مسئلے کا حل تو نکال لیا گیا لیکن اس حل نے نا قابل حل سوال کو جنم دے دیا وہ یہ ہے کہ روایت کیمطابق عدت گزارنے سے پہلے ہی ان کی طرف کئی اصحاب رسول کی طرف سے نکاح کا پیغام موصول ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اصحاب رسول کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ یہ آیات نازل کر چکے ہیں کہ مطلقہ عورت کی

عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی طرف نکاح کا پیغام نہیں بھیجا جاسکتا؟

کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے دوران عدت دوبارہ رجوع کی گنجائش رکھی ہے۔ اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ اصحاب رسول نے ایک مطلقہ عورت جو ابھی عدت میں ہے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں؟ کیا اصحاب رسول کو اتنا بھی علم نہ تھا اور اس بات کو تو چھوڑ یئے روایت میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر بہتان عظیم باندھا جارہا ہے کہ خود محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اسامہ بن زید کے لیے نکاح کا پیغام بھجوادیا حالانکہ مطلقہ نے اپنی عدت بھی پوری نہیں کی؟ کیا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے نبی ایسا کرسکتے ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں ان کے جوابات چاہ کر بھی نہیں تراشے جاسکتے کیونکہ نہ تو یہ واقعہ مکی دور کا ہے اور نہ ہی ہجرت کے بعد مدنی دور کے شروع کا ہے بلکہ یہ واقعہ مدنی دور کے آخری وقت دس ہجری کا ہے۔ اگر تو مکی دور کی بات ہوتی تو کوئی جواز پیش کیے جاسکتے تھے حالانکہ مکی دور میں بھی ایک نبی ایسا ہرگز نہیں کرسکتا کیونکہ نبی وحی کا پابند ہوتا ہے اور اللہ سبحان وتعالیٰ نبی کو ایسے کسی کام کے حلال کرلینے کی اجازت نہیں دیتا جو اپنی ذات میں حرام ہے اور جب تک اس کی حرمت کے اعلان کا وقت نہیں آجاتا نبی جان بوجھ کر ایسا کام نہیں کرسکتا الا یہ کہ جس حالت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے گنجائش رکھ دی۔

نوٹ اس اس وقعہ کے علاوہ ایسی مسند احمد سمیت بعض کتب میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ واضح ہے کہ ان کی طرف نکاح کا پیغام عدت گزرنے کے بعد بھیجا گیا لیکن ان روایات کا اس واقعہ والی روایت سے تعلق نہیں ہے جس سے اس واقعہ والی روایت کی صحت مزید مشکوک اور کمزور ہوجاتی ہے۔

سوال نمبر۲۔ مسلم کی روایت میں دیکھیں کہ شعبی کہتے ہیں کہ وہ فاطمہ بنت قیس سے پوچھنے گئے کہ مطلقہ عورت عدت کہاں گزارے۔ جیسا کہ ذیل میں روایت کا عکس موجود ہے۔

فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

۷۳۸۷–عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةً قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنْ

۷۳۸۷- شعبیؒ سے روایت ہے ہم فاطمہ بنت قیس کے پاس گئے انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں تر کھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔

اب میرا اسی پر پہلا سوال تو یہ ہے کہ جب شعبی مدینہ میں آئے ہی تھے اور ان کا سوال تھا تو انہوں نے اس سوال کے جواب کے لیے فاطمہ بنت قیس کے پاس ہی جانا کیوں مناسب سمجھا کیا امہات المومنین مدینہ میں موجود نہیں تھیں؟ کیا خلیفہ موجود نہیں تھے یا کوئی ایسا مرد موجود نہیں تھا جو ان کے اس سوال کا جواب دے سکتا تھا؟ اور اس سے بھی بڑا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نعوذ باللہ اصحاب رسول قرآن سے ہی ناواقف تھے۔ کیا اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں مطلقہ کی عدت گزارنے کی صراحت کیساتھ وضاحت نہیں کر دی؟ کیا قرآن میں آیات موجود نہ تھیں جو وہ قرآن کو چھوڑ کر فاطمہ بنت قیس کے ہاں جا پہنچے؟ اس سے تو بلکل ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کہانی کسی اسلام دشمن یہودی کی گھڑی ہوئی ہے جس نے جان بوجھ کر اصحاب رسول کے کردار کو مشکوک بنانا چاہا اور اس واقعہ کو فاطمہ بنت قیس سے منسوب کر دیا۔ اور خود کو امت مسلمہ کہلوانے والوں نے خود کو فرقوں میں تقسیم کر کے اپنے اپنے فرقے اور اس کے نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسی روایات کو بطور دلائل استعمال کرنا شروع کر دیا۔

سوال نمبر۳۔ اس روایت کے تمام مقامات کو سامنے رکھیں تو جو تضادات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ایک مقام پر یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ تمیم داریؓ کیساتھ پیش آیا وہ بذات خود سمندری جہاز میں سوار تھے۔ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس کو دیکھیں۔

لِرَهْبَةٍ وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ

دجال کے باب میں۔ اس نے بیان کیا کہ وہ شخص یعنی تمیم سوار ہوا سمندر کے جہاز میں تیس آدمیوں کے ساتھ جو لخم اور جذام کی قوم سے تھے۔ سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت

۷۳۸۸- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ

۷۳۸۸- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس تمیم داری آئے اور آپ کو خبر دی کہ سمندر میں سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے

مُصَلَّاهُ»، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «إِنِّي مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَهْبَةٍ وَلَا رَغْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ أَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ،

ہے۔ میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری عیسائی تھا' میرے ہاں آیا' بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور اس نے مجھے ایک بات بیان کی ہے جو میری بات کی تائید میں ہے جو میں نے تمہیں دجال کے متعلق کہی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک جہاز میں سوار ہوا' اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی تھے۔ جہاز

دوسرے مقام پر تمیم داریؓ کی بجائے ان کے چچازاد کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ تمیم داریؓ کیساتھ نہیں بلکہ ان کے چچازاد کیساتھ پیش آیا۔ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھیں۔

فَقَالَ ((إِنَّ بَنِي عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ

آپ منبر پر خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ تمیم داری کے چچازاد بھائی سمندر میں سوار ہوئے۔ پھر بیان کیا وہی قصہ جو گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے

تیسرے مقام پر نہ تمیم داریؓ کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے چچازاد کا بلکہ اس کے برعکس یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کی قوم کے کچھ لوگوں کیساتھ پیش آیا۔ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک

چوتھے مقام پر یوں مذکور ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ تمیم داری میرے پاس آئے مجھے خبر دی اور ساتھ ہی آگے یہ بھی آ جاتا ہے کہ مجھے خبر دی تمیم داری کے چچازاد نے۔ جیسے کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح نظر آ رہا ہے۔

يَنْفَعُكُمْ، لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ. وَلَٰكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبَرًا مَنَعَنِي الْقَيْلُولَةَ، مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ. فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ. أَلَا إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَىٰ جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا

میرے پاس تمیم داری آئے اور مجھے ایک خبر دی جس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ مجھے دوپہر کو خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کی وجہ سے نیند نہیں آئی' اس لیے میں نے چاہا کہ تمھارے نبی کی خوشی سے تم سب کو آگاہ کر دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) بادِ مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں

اب یہاں بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا تمیم داریؓ نے خبر دی یا پھر ان کے چچازاد نے؟ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تمیم داری آئیں اور وہ خبر دیں پھر رسول اللہ ﷺ یہ کہیں کہ یہ خبر تمیم داری کے چچازاد نے دی؟

پانچویں مقام پر نہ تمیم داری کا ذکر ہے نہ ہی ان کے چچا زاد اور نہ ہی ان کی قوم کا بلکہ نامعلوم لوگوں کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا۔ جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار

اب آپ ان پانچوں مقامات کو سامنے رکھیں تو سامنے آنے والے تضادات ایسے ہیں جو اس روایت کی صحت کو نہ صرف مشکوک بنا دیتے ہیں بلکہ ناقابل قبول بنا دیتے ہیں اور من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ خود کو علماء کہلوانے والوں کی اکثریت نے عام عوام میں یہی پھیلایا ہوا ہے کہ یہ واقعہ تمیم داریؓ کیساتھ پیش آیا اور اس کا دوسرا رخ جو ابھی سامنے لایا جا رہا ہے اس کو سرے سے چھپا دیا جاتا ہے جو کہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ آپ اپنی آنکھوں سے تمام مقامات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ کیا سب کو ہی صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے حالانکہ واقعہ تو صرف ایک ہی ہے۔ یہ بات اس روایت کی صحت کو غیر معمولی مشکوک بنا دیتی ہے۔

سوال نمبر ۴۔ ایک مقام پر مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی صلاۃ کے بعد یہ واقعہ بیان کیا۔ جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

٤٣٢٥ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عن الزُّهْرِيِّ، عن أبي سَلَمَةَ، عن

۴۳۲۵- حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرما دی۔ پھر تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے تمیم داری

لیکن دوسرے مقام پر عشاء کی صلاۃ کے برعکس ظہر کی صلاۃ کے بعد اس وقعہ کو بیان کرنے کا ذکر ہے۔ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں واضح ہے۔

٤٣٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي

۴۳۲۷- حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ بات بلکل مصدقہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی بار یہ واقعہ بیان کیا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنا اہم واقعہ انسان بھول جائے یا کوئی پریشانی ہو یاد رکھنے میں کہ کس وقت بیان کیا۔ اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ دونوں باتوں کو صحیح تسلیم کرلیا جائے اس لیے یہ بات بھی اس روایت کی صحت کو سخت مشکوک بنادیتی ہے۔ یہ بھی ایک ایسا تضاد ہے جس کا جواب دینا ناممکن ہے الا یہ کہ اس کی بنیاد پر روایت کو من گھڑت قرار دیا جائے اس کے علاوہ اس تضاد کو دور نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کوئی تسلی بخش جواب دیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر۵۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ مخالف ہوا کی سمت سے سمندری لہروں میں ایک مہینہ تک گھرے رہے اور بالآخر ایک جزیرے پر ان کا جہاز جالگا اور وہ چھوٹی کشتیوں میں سوار ہوکر جزیرے میں گئے۔ جیسا کہ روایات کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ

سے تھے۔ سوان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت موج سے جہاز تباہ رہا)۔ پھر وہ لوگ جالگے سمندر میں ایک ٹاپو کی طرف سورج ڈوبتے۔ پھر جہاز سے پلوار (یعنی چھوٹی کشتی) میں بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت

حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَالِ، حدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ، فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ وَأَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ

اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی تھے۔ جہاز کو طوفانی موجوں نے آلیا جو انہیں ایک مہینہ تک پریشان کیے رہیں...... اور وہ سورج غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کے پاس پہنچے اور ایک چھوٹی کشتی

عَمٌّ لِتَمِيمِ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْدَبَ، أَسْوَدَ. قَالُوا لَهُ: مَا

دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) بادِ مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے میں پہنچے۔ انھیں بڑی بڑی پلکوں والی

اس کے برعکس دوسرے مقام پر مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اچانک طوفان آ گیا اوران کا جہاز ایک جزیرے پر جالگا۔ جیسا کہ روایت کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اچانک سمندر میں طوفان آ گیا، وہ سمندر میں ایک نامعلوم جزیرہ کی طرف پہنچے

اس کے برعکس تیسرے مقام پر یہ مذکور ہے کہ جہاز میں سوار لوگوں کا کھانا ختم ہوگیا اور وہ کھانے کی تلاش میں خود جزیرے پر گئے۔ جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح ہے۔

٤٣٢٨- حَدَّثَنا وَاصِلُ بنُ عَبْدِ الأعْلَى: حَدَّثَنا ابنُ فُضَيْلٍ عن الْوَلِيدِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ جُمَيْعٍ، عن أبِي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عن جَابِرٍ قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ

۴۳۲۸-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: "کچھ لوگ سمندر میں جارہے تھے کہ ان کا کھانا ختم ہو گیا' تو انہیں ایک جزیرہ دکھائی دیا۔ وہ روٹی کی تلاش میں اسی میں

چوتھے مقام پر اس کے برعکس پانی کا ذکر ہے کہ پانی ختم ہوگیا اور پانی کی تلاش میں جزیرے میں گئے۔ جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح ہے۔

رَسُولَ اللهِ ﷺ أنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إلَيْهَا يَلْتَمِسُ

سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے جالگا۔ وہ اس کے اندر گئے پانی کی تلاش میں۔ وہاں ایک آدمی دیکھا

چھٹے مقام پر یہ مذکو ہے کہ ان کا جہاز ٹوٹ گیا یعنی تباہ ہوگیا اور وہ لوگ جہاز کے تختے پر سوار ہو کر ایک جزیرے پر جالگے۔ جیسا کہ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں واضح ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أنَّ أنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلَى لَوْحٍ مِنْ ألْوَاحِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا إلَى

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار ہو رہے اور ایک جزیرہ میں گئے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح

امام ابودواد نے تو اپنی مسند ابوداود میں یہاں تک لکھا ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہی زندہ بچا باقی سب غرق ہوگئے اور جو زندہ بچا اس میں تمیم داری کا نام نہیں بلکہ کسی اور کا نام ہے۔ جیسا کہ ذیل میں امام ابوداود کے الفاظ کو دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابنُ صُدْرَانَ بَصْرِيٌّ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابنِ مِسْوَرٍ لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ.

امام ابوداود رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن صدران بصری ہیں جو ابن مسور کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئے تھے اور اس کے علاوہ اور کوئی محفوظ نہیں رہا تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سی بات کو سچ مان لیا جائے اور باقی سب کو رد کردیا جائے؟ اتنے بڑے اور غیر معمولی تضادات اس روایت کو من گھڑت قرار دینے کے لیے کافی ہیں اور یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب دینا ناممکن ہے۔
اور پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کا جہاز تباہ ہوگیا تو وہ لوگ واپس کیسے آئے؟
امام ابوداود کے مطابق ان میں صرف ایک ہی شخص زندہ بچا باقی سب غرق ہوگئے تو پھر یہ سب رسول اللہ ﷺ نے بیان کیوں نہ کیا؟ وہ شخص وہاں سے واپس کیسے آگیا؟ اس کی بجائے تمیم داری نے واقعہ کیوں سنایا نہ صرف تمیم داری کا ذکر آتا ہے بلکہ ان کے چچازاد کا بھی اور ان دونوں کے علاوہ غیر معلوم شخصیت کا بھی ذکر آتا ہے آخر یہ سب تضادات کہاں سے آ گئے؟

کہیں پر پانی کی تلاش میں جزیرے پر جانے کا ذکر کہیں پر روٹی کی تلاش میں، کہیں پر جہاز بھٹک کر خود ہی جالگا تو کہیں جہاز ہی تباہ ہوگیا آخر یہ تمام تر سوالات کے جوابات کیسے حاصل ہوسکتے ہیں۔ یہ ایسے سوالات ہیں جو اس روایت کو من گھڑت قرار دینے کے لیے کافی ہیں اور کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرسکتا اگر کوئی مخالفت کرے گا تو اس کو ان تمام سوالات کے جوابات دینا لازم ہوں گے جو کہ ناممکن ہے۔

سوال نمبر۶۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تمیم داریؓ سے یہ واقعہ سن کر بیان کیا لیکن دوسرے مقام پر اس کے برعکس یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمیم داریؓ کو سامنے نکالا اور تمیم داریؓ نے یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

٧٣٨٩- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِي تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ

۷۳۸۹- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا اے لوگو! مجھ سے بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک

الْخُرُوجِ قَدْ وَطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَأَخْرَجَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ

ہو آتا سوا طیبہ کے۔ پھر رسول اللہؐ نے تمیم کو لوگوں کے سامنے نکالا اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا طیبہ یہی مدینہ ہے

اب یہاں بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے؟ اور اگر دونوں میں سے ایک کا رد کیا جائے تو اس کی بنیاد کیا ہوگی؟ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ جسے ترک کیا جارہا ہے وہی غلط ہے اور جو بات لی جارہی ہے وہ ہی ٹھیک ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے نہ کہ دونوں ہی غلط ہوں؟ یہ سوال بھی اس روایت کی صحت کو مشکوک اور نا قابل اعتماد بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر۷۔ روایات میں مذکور ہے جساسہ سے ملاقات ہوئی اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانور تھا تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اسے جانور لکھا اور کہا جاتا ہے اور کہیں پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عورت تھی جس پر اتنی کثرت سے بال تھے کہ اس کے اگلے اور پچھلے حصے کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتَّى مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ

بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت بالوں والا ملا کہ اس کا آگا پیچھا دریافت نہ ہوتا تھا بالوں کے ہجوم سے۔ تو لوگوں نے اس سے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا جاسوس کیا؟ اس نے کہا اس

«إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عَنْ رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ: فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ

تھا' اور میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہی تھی۔ پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ''جساسہ'' ہوں' اس محل میں چلے جاؤ' میں وہاں گیا تو اس میں ایک

ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ: «إِنَّهُ بَيْنَمَا أُنَاسٌ يَسِيرُونَ فِي الْبَحْرِ فَنَفِدَ طَعَامُهُمْ فَرُفِعَتْ لَهُمْ جَزِيرَةٌ، فَخَرَجُوا يُرِيدُونَ الْخُبْزَ فَلَقِيَتْهُمُ الْجَسَّاسَةُ» - فَقُلْتُ لأَبِي سَلَمَةَ: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَ: امْرَأَةٌ تَجُرُّ شَعْرَ

چلے گئے تو جساسہ سے ان کی ملاقات ہوگئی۔" ولید بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ سے پوچھا: جساسہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: ایک عورت ہے جو اپنے جسم اور سر کے بال کھینچ رہی تھی۔ اس نے کہا...... اس محل میں...... اور حدیث بیان کی۔ اور (محل والے آدمی نے) ان سے

تو کیا وہ جانور تھا یا ایک عورت؟

اگر جانور تھا تو اس جانور نے ان سے کس زبان میں اور کیسے بات کی؟ وہ لوگ عرب تھے تو ظاہر ہے ان کی زبان عربی تھی تو اس جانور نے ان کیساتھ عربی زبان میں اتنی روانی سے بات کیسے کی؟

اور اگر وہ جانور نہیں تھا بلکہ عورت تھی تو وہ عورت وہاں کہاں سے آ گئی اور پھر وہ کیسی عورت تھی جس پر بالوں کی اتنی کثرت تھی کہ نہ ہی اس کا اگلا اور نہ ہی پچھلے حصے کا پتہ چلتا تھا؟ کیا کوئی انسان ایسا ہوسکتا ہے؟ اور اس عورت نے ان سے کس زبان میں بات کی؟ اگر عربی میں بات کی تو وہ عورت عربی کیسے جانتی تھی؟

سوال نمبر ۸۔ پھر ایک مقام پر ہے کہ انہوں نے جساسہ پر سلام بھیجا اور اس نے ان کے سلام کا واپس جواب بھی دیا لیکن اس کے برعکس دوسرے مقام پر ملتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ تیرے لیے ویل ہو جس کے معنی ہلاکت کے کیے جاتے ہیں حالانکہ ویل جہنم کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔ ان دونوں مقامات کو واضح طور پر روایات کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سَفِينَةٍ حَتَّى خَرَجُوا إِلَى الْجَزِيرَةِ فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْلَبَ كَثِيرِ الشَّعْرِ لَا يَدْرُونَ أَرَجُلٌ هُوَ أَوِ امْرَأَةٌ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ فَقَالُوا: أَلَا تُخْبِرُنَا فَقَالَ مَا أَنَا بِمُخْبِرِكُمْ وَلَا مُسْتَخْبِرِكُمْ وَلَكِنَّ هَذَا الدَّيْرَ قَدْ

چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک جانور ملا جو موٹے اور گھنے بالوں والا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ مرد ہے یا عورت انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، انہوں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: اے

أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ. قَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، انْطَلِقُوا إِلَى

انہوں نے کہا: کم بخت! تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔ اس گرجے میں ایک آدمی ہے اس کے

یہ بھی ایک غیر معمولی تضاد ہے اگر تو جساسہ جہنمی تھا تو انہوں نے اس پر سلام کیسے بھیجا اور اور اگر وہ جنتی تھا تو انہوں نے اس کے لیے ویل کیوں کہا؟ یہ غیر معمولی تضاد بھی اس روایت کو مشکوک اور نا قابل تسلیم بنا دیتا ہے۔ اور اس کا جواب بھی دینا ایسے لوگوں کے لیے ناممکن ہے جو محض اپنی ضد اور انا کی خاطر اپنے باطل نظریات کو کھوکھلی بنیاد فراہم کرنے کی خاطر اس روایت کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں چاہے ان کے اس فعل سے ساری انسانیت گمراہ ہو جائے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ ان کو اپنی انا، ضد، ہٹ دھرمی اور باطل عقائد ہی سب سے بڑھ کر عزیز ہیں۔

سوال نمبر ۹۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ جب وہ الدیر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دجال پر سلام بھیجا اور اس نے واپس ان پر سلام بھیجا لیکن دوسرے مقام پر اس کے برعکس اس پر ویل بھیجی گئی یعنی جہنمی قرار دیا گیا۔ جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

فَانطَلَقُوا حَتّٰى أَتَوُا الدَّيْرَ فَإِذَا هُمْ بِرَجُلٍ مُوثَقٍ شَدِيدِ الْوَثَاقِ مُظْهِرِ الْحُزْنِ كَثِيرِ التَّشَكِّي فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ قَالُوا مِنَ الْعَرَبِ قَالَ مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ أَخَرَجَ نَبِيُّهُمْ بَعْدُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ

کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ

آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ درمیان دونوں زانو کے دونوں ٹخنوں تک لوہے سے۔ ہم نے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا تم قابو پا گئے میری خبر پر (یعنی میرا حال تو تم کو اب معلوم ہو جائے گا) تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟

سوال نمبر ۱۰۔ روایات میں ایک مقام پر الدیر کا لفظ آیا ہے کہ اس الدیر میں داخل ہو جاؤ تو وہیں دوسرے مقام پر الدیر کی بجائے قصر کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ

، إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ .

دونوں الفاظ کے معنوں میں زمین آسمان کا فرق ہے قصر کہتے ہیں محل کو اور الدیر کے معنی آگے آئیں گے تفصیل کیساتھ۔ یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے اور وہ کون سا مقام صحیح سمجھا جائے؟ اور ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کن دلائل کا سہارا لیا جائے گا کہ جس سے انسان کو تسلی ہو جائے کہ یہی صحیح ہے۔ یہ بھی ایسا تضاد ہے جو اس روایت کی صحت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱۔ ایک مقام پر دجال کو دیو قامت اور بڑی جسامت والا انسان قرار دیا جاتا ہے جو لوہے کی زنجیروں میں مضبوطی سے جکڑا ہوا تھا تو وہیں دوسری طرف اسے کمزور، غمگین یعنی اپنے کیے پر پچھتانے والا، کراہتا ہوا قابل ترس قرار دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ

یہاں تک کہ دیر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ

سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ

گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا، اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے......" اور حدیث بیان کی...... اس

الْوَثَاقِ. يُظْهِرُ الْحُزْنَ. شَدِيدِ التَّشَكِّي. فَقَالَ لَهُمْ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالُوا: مِنَ الشَّامِ. قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ الْعَرَبِ. عَمَّ تَسْأَلُ؟ قَالَ: مَا فَعَلَ هَذَا

کچھ بتائے۔ وہ اس مندر میں گئے اور اس شخص کے پاس جا پہنچے دیکھا تو ایک بڑی عمر کا آدمی ہے جو خوب جکڑا ہوا ہے۔ اس سے بہت رنج و غم ظاہر ہو رہا ہے، بہت ہائے وائے کر رہا ہے۔ اس نے ان سے کہا: کہاں سے

ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

یہ بھی ایک غیر معمولی تضاد ہے جس کا جواب دینا ایسے لوگوں کے بس سے باہر ہے لیکن یہ علمائے دجال ایک رخ کو سرے سے چھپا دیتے ہیں اور صرف دوسرے رخ کو ہی سامنے لاتے ہیں کہ وہ ایک بہت بڑا دیو قامت انسان تھا۔اس کی حقیقت کیا ہے آگے اس کی کھل کر وضاحت ہو جائے گی لیکن یہ لوگ ایسا اس لیے کرتے ہیں کیونکہ ان کو علم ہے اگر اس کے کمزور ہونے اور کراہنے والی بات کو سامنے لایا جائے گا تو پھر جو انہوں نے اس سے ایسی باتیں منسوب کی ہوئی ہے کہ وہ بڑے بڑے کام کرے گا جو اللہ کے کرنے والے ہیں تو وہ کیسے کر سکتا ہے جو خود قابل ترس ہے۔ جو اپنی حالت کو ٹھیک نہیں کر سکتا قابل ترس ہے وہ رب ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔ یوں اس سوال کا جواب یہ لوگ قیامت تک نہ دے سکتے تو سب سے بہتر انہیں یہی لگا کہ اس بات کو ہی چھپا دو۔ کیونکہ انہیں علم ہے کہ عام عوام ان کی محتاج ہے وہ نہ ہی خود سے غور و فکر کرے گی اور نہ ہی ان کا یہ پول کھلے گا اس لیے جتنا جی چاہے دھوکا دو کوئی پوچھنے والا نہیں بلکہ الٹا لوگ تعریفیں ہی کریں گے کہ کتنے بڑے بڑے علماء ہیں جو دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۔قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے صراحت کیساتھ واضح کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے الرحمٰن ہونے کے ناطے ہر انسان کے لیے ایک ہزار سال کی مدت کا تعین کر دیا یعنی کوئی بھی انسان زیادہ سے زیادہ ہزار سال زندہ رہ سکتا ہے اس بات کی قرآن کی آیات کیساتھ وضاحت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام والے باب میں گزر چکی ہے۔جب کوئی بھی انسان ہزار سال سے زیادہ عمر نہیں پا سکتا یعنی اپنی پیدائش سے اپنی وفات تک ہزار سال سے زیادہ مدت نہیں پا سکتا تو سوال یہ پیدا ہے کہ اگر دجال انسان ہے تو اس کی عمر ہزار سال سے زیادہ کیسے ہوگئی؟ ایک طرف اللہ کہتا ہے کہ وہ اپنی سنت کے خلاف نہیں کرتا اپنے قانون کے خلاف نہیں کرتا، اللہ الرحمٰن ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے ہی قانون اور سنت کے خلاف کرے اور اپنے الرحمٰن ہونے کی ہی نفی کر دے؟

اگر وہ وہاں ایک جزیرے پر قید تھا تو اسے قید کس نے کب اور کیوں کیا؟ اگر یہ سب ایسا ہی تھا تو کیا اصحاب رسول کے اذہان میں یہ غیر معمولی سوالات پیدا نہ ہوئے؟ کیا انہوں نے اللہ کے نبی محمد ﷺ سے ایسے سوالات نہ کیے کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کو قید کب کیا گیا؟ کس نے قید کیا؟ اور کیوں قید کیا اسے قتل ہی کیوں نہ کر دیا کیونکہ جس نے قید کیا اسے اس کی حقیقت کا علم تھا تو قید کیا نا۔اور پھر جب کہ وہ وہاں قید تھا تو اصحاب رسول ابن صیاد کے دجال ہونے پر قسمیں کیوں کھاتے تھے؟ ابن صیاد تو یثرب میں ہی پیدا ہوا تھا اور انہیں کے سامنے پلا بڑا کیا انہیں یہ علم نہیں تھا کہ دجال تو یک جزیرے میں پہلے سے قید ہے اور دجال تو مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن ابن صیاد مدینہ میں پیدا ہوا وہیں اس کی موت ہوئی اور مکہ بھی آتا جاتا رہا۔

سوال نمبر ۱۳ ۔ جب یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور ایک ایسے موقعہ کا ہے جب مدینہ کے تقریباً تمام انصار و مہاجرین موجود تھے تو کیا صرف فاطمہ بنت قیس ہی ایسی تھیں کہ جن کو یہ روایت یاد رہی؟ حالانکہ یہ تو ایک ایسا واقعہ تھا جو نہایت عجیب وغریب تھا اور اس کو کبار اصحاب رسول کو ضرور بیان کرنا چاہیے تھا لیکن ہمیں ایسا کچھ نہیں ملتا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال نمبر ۱۴۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جساسہ دجال کے لیے جاسوسی کرتا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال خبروں کے لیے جساسہ کا محتاج تھا تو پھر دجال نے جو سوالات کیے وہ تمام کی تمام خبریں جن کا تعلق قطعی غیب سے تھا ان کا علم اسے کس طرح ہو گیا؟ کیا دجال غیب کا علم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ایسے نظریات سے تو بلکل واضح ہوتا ہے کہ ایسے تمام کے تمام لوگوں کے نزدیک دجال غیب کا بھی علم رکھتا ہے تو دوسری طرف انہی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو پھر دجال جب کہ ایک انسان ہے اسے غیب کا علم کہاں سے ہو گیا؟ قرآن میں تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اللہ صرف اپنے چنیدہ رسولوں پر غیب میں سے کچھ ظاہر کرتا ہے تو کیا دجال اللہ کا رسول ٹھہرا؟

سوال نمبر ۱۵۔ جب دجال کو سب علم ہے کہ وہ رب نہیں رب اللہ ہی ہے۔ اور اس کا انجام کیا ہے تو اس کے باوجود وہ رب ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۶۔ جب دجال کو یہ بھی پہلے سے علم ہے کہ اسے مدینہ میں داخل ہونے نہیں دیا جائے گا مدینہ کے ہر رستے پر ملائکہ معمور ہوں گے تو علم ہونے کے باوجود دجال مدینہ جانے کی کوشش کیوں کرے گا؟

سوال نمبر ۱۷۔ جساسہ نے اس جزیرے پر موجود محل میں جانے کو کہا جس میں دجال قید تھا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب کسی جزیرے پر تعمیر شدہ محل موجود ہے؟ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے اس محل کو دنیا کے انسانوں سے چھپا کر رکھا ہے کیونکہ اصل بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ اس جزیرے تک کسی کی رسائی نہیں اور اگر کسی کی رسائی ہو جائے تو وہ نہ صرف اس محل کو دیکھ سکتا ہے بلکہ اس میں داخل بھی ہو سکتا ہے جیسے وہ لوگ جو اس جہاز میں سوار تھے اور اس جزیرے تک پہنچ گئے۔ اور آج زمین کا ایک ایک انچ ایسا ہے کہ انسان کی نظروں کے سامنے ہے اوپر سیٹیلائیٹ گھوم رہی ہے جو پل پل پوری زمین کے انگ انگ کی تصاویر بنا رہی ہے اور اسی سیٹیلائیٹ کے بنائے ہوئے نقشے کو نہ صرف ہم آج دیکھتے استعمال کرتے ہیں بلکہ یہ

دنیا کا واحد مصدقہ ترین نقشہ ہے جسے گوگل ارتھ کا نام یا جاتا ہے۔ سمندروں میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا بھی جزیرہ ایسا نہیں ہے جس پر آج انسان جا نہ چکا ہو۔اس کے باوجود نہ ہی کوئی ایسا محل کہیں ملتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص اور نہ ہی کوئی ایسا جانور جسے جساسہ کا نام دیا گیا۔تو آخر ایسا کیوں؟

آخر وہ جزیرہ آج کہاں گیا؟ وہ محل کہاں گیا؟اور اس میں قید دجال کہاں گیا؟

آج جب کوئی ایسا محل کہیں موجود ہی نہیں اور اگر تھا تو پھر بغیر کسی شک وشبے کے ظاہر ہے محل تباہ ہو چکا اور دجال نہ جانے کب کا آزار ہو چکا۔اور پھر حقیقت اگر یہی ہے تو پھر وہ دجال کہاں گیا؟ وہ دجال تو پھر آکر بھی جا چکا تو پھر کس دجال کا آج بھی انتظار کیا جا رہا ہے؟ اس روایت کی بنیاد پر دجال کو انسان ثابت کرنے اور انسان ہونے کا عقیدہ رکھے والوں کی بھی حقیقت کھل کر آشکار ہو جاتی ہے کہ وہ محض نہ صرف خود کو دھوکے میں مبتلا کیے ہوئے ہیں بلکہ اکثریت کو بھی اسی دھوکے میں مبتلا کر کے ان کی دنیا و آخرت تباہ کر رہے ہیں۔

اس روایت پر مزید کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں اور اعتراضات سامنے آتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم صرف انہی سوالات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ یہ ایسے اعتراضات ہیں ان کو دور کرنا ناممکن ہے۔روایت کی صحت کو کوئی ایک ہی اعتراض مشکوک بنا دیتا ہے لیکن اس میں تو درجنوں لاجواب اعتراضات ہیں تو یہ روایت کیسے قابل تسلیم کہی جاسکتی ہے یا تسلیم کی جاسکتی ہے؟ ان اعتراضات کی روشنی میں اس روایت کی اہمیت بلکل صفر ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس روایت کی اصل حقیقت پر ضرور روشنی ڈالیں گے تا کہ حق کھل کر واضح ہو جائے اور کسی کے پاس کوئی عذر،شک یا شبہ وغیرہ نہ رہے۔

جن جن کتب میں یہ روایت بیان کی گئی ہے جب ان تمام مقامات کو سامنے رکھا جائے اور اگر اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے خالص علم حاصل ہو تو اس کو سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آتی لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اللہ سبحان وتعالیٰ سے رجوع کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی تکمیل میں ساری محنت ضائع کرتے ہیں۔ہم حق کی تلاش کی بجائے جو ہمارے اپنے نظریات ہوتے ہیں ہمیں علم ہوتا ہے کہ یہ باطل نظریات ہیں اس کے باوجود ہم اپنے باطل نظریات کو ہی حق ثابت کرنے اور دوسروں پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسا واقعہ ضرور پیش آیا البتہ وہ کس کیساتھ پیش آیا یہ الگ بحث ہے لیکن جب غور کیا جائے تو یہ واقعہ تمیم داریؓ کیساتھ ہی پیش آیا نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کیساتھ۔ پیچھے کتاب میں ذالقرنین علیہ السلام جو کہ سلیمان علیہ السلام تھے کا ذکر

تفصیل سے گزر چکا ہے جس میں ہم نے دیکھا تھا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضح بتا دیا کہ ذالقرنین سلیمان علیہ السلام نے ایک نہیں بلکہ تین رکاوٹیں بنائیں تھیں۔ایک مغرب میں جسے برمیودہ ٹرائی اینگل کے نام سے جانا جاتا ہے، دوسری مشرق میں جسے شیطانی، اژدھا یا ڈریگن ٹرائی اینگل کے نام سے جانا جاتا ہے جوکہ جاپان کے سمندر میں واقع ہے۔ تیسری ان دو رکاوٹوں کے درمیان اس مقام پر جہاں دو چٹانیں کے درمیان ایک درہ تھا کو بند کیا تھا۔

مغرب اور مشرق والی سدین یعنی دو رکاوٹیں مادی نہیں تھیں بلکہ غیر مادی تھیں جن کو نحاس کہا گیا ہے نحاس بلکل ایسی ہی مقناطیسی قوت یا کشش کو کہتے ہیں جیسے مقناطیسی قوت زمین مسلسل پیدا کر رہی ہے جس مقناطیسی قوت کی وجہ سے نہ صرف ہر شئے زمین کی طرف کھنچی ہوئی ہے بلکہ اسی قوت کی وجہ سے زمین کے گرد سات مختلف تہوں پر مشتمل ایک حصار قائم ہے جنہیں زمین کے سات آسمان کہا جاتا ہے۔

زمین کی مقناطیسی قوت کا ایک نارتھ یعنی شمالی پول ہے اور ایک ساؤتھ یعنی جنوبی پول ہے۔زمین کی مقناطیسی قوت کے شمال اور جنوب پول کی وجہ سے کمپاس کی سوئی کا رخ شمال اور جنوب کی طرف رہتا ہے کیونکہ کمپاس میں موجود مقناطیسی ٹکڑا جس پر سوئی چپکی ہوتی ہے اس کو دونوں طرف سے زمین کی مقناطیسی قوت مخالف سمت دھکیلتی ہے جیسے مقناطیس کے دو ٹکڑوں کو ایک ہی سمت میں آمنے سامنے لایا جائے تو ایک دوسرے کو دور دھکیلتے ہیں بلکل اسی طرح کمپاس میں موجود مقناطیسی ٹکڑا کو دونوں طرف سے زمین کی مقناطیسی قوت مخالف سمت دھکیلتی ہے جس سے اس کا رخ شمال اور جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور سوئی وہیں ٹھہر جاتی ہے۔لیکن اگر کمپاس کسی ایسی جگہ پر رکھا جائے جہاں زمین کی مقناطیسی قوت کے علاوہ ایک اور مقناطیسی قوت موجود ہو اور اس کا رخ زمین کی مقناطیسی قوت کے متضاد ہو یعنی اس کا مشرق اور مغرب پول ہو تو کمپاس کی سوئی کسی ایک جگہ پر نہیں ٹھہرے گی بلکہ وہ تھرتھرانا شروع کر دے گی۔

اب تصور کیجئے کہ آپ کے پاس ایسی مقناطیسی قوت پیدا کرنے کی صلاحیت ہو اور آپ ایسی مقناطیسی قوت یعنی نحاس خلق کریں جس کا ایک پول مشرق اور دوسرا مغرب کی سمت ہو یعنی زمین کے پولز کے متضاد ہو تو زمین کی مقناطیسی قوت اور آپ کی خلق کردہ مقناطیسی قوت کے عین وسط میں اگر کوئی انسان پہنچ جائے یا کوئی بھی شئے پہنچ جائے تو وہ شئے وقت کی قید سے آزاد ہو جائے گی اس کے لیے ماضی، حال، مستقبل ختم ہو جائے گا۔اگر آپ اس نقطے پر پہنچ جائیں تو آپ وقت کی قید سے آزاد ہو جائیں گے اور آپ ماضی، حال یا مستقبل کو جاگتے ہوئے ایسے دیکھ سکیں گے جیسے انسان رات کو خواب میں کچھ دیکھتا ہے۔اس شئے کو اگر کوئی نام دیا جا سکتا ہے تو اسے براق یا پھر ٹائم مشین کا نام دیا جا سکتا ہے جس کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کروایا گیا۔معراج یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو وقت کی قید سے آزاد کر دیا گیا رسول اللہ ﷺ کو نہ صرف اس بشری وجود کا

شعور حاصل تھا بلکہ انسان کی جو اصل حقیقت ہے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس حقیقت کا بھی شعور دے دیا تھا۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو دو شعور حاصل تھے اگر وہ ماضی میں کسی واقعے کا ذکر کرنا چاہتے تو بلکل ایسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتاتے جیسے آپ کے دو وجود ہیں اور آپ دوسرے وجود سے وہاں موجود ہیں۔ یعنی بلکل ایسے جاگتے ہوئے دیکھتے تھے جیسے انسان رات کو خواب میں دیکھ رہا ہوتا ہے خواب کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کے وجود تو دو ہوتے ہیں ان میں ایک خواب والا جو عارضی اور دوسرا جو اصل ہوتا ہے خواب کے لحاظ سے وہ بستر پر موجود ہوتا ہے جس کا اس وقت آپ کو شعور نہیں ہوتا۔ تو اگر ایسا ہو کہ آپ خواب بھی دیکھ رہے ہوں اور اس جسم کو بھی اس وقت شعور ہو بلکل اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو دو شعور حاصل تھے ایک اس بشری جسم کا اور دوسرا اس نوری جسم جو انسان کی حقیقت ہے۔ اس بات کو دنیا کا کوئی ایسا سائنسدان بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا جو ایسے پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے اور اس پر اس وقت امریکہ، روس، جاپان اور چین بہت شدت سے کام کر رہے ہیں اور الٹا یہ ان کے لیے ایک عظیم راز سے پردہ اٹھنا ہوگا لیکن اس راز کے کھلنے سے ان کو اب کوئی فائدہ نہ ہوگا کیوں کہ اب تباہی سر پر آ چکی ہے۔

تمیم داریؓ مشرق کی طرف ڈریگن ٹرائی اینگل میں اپنے جہاز پر سفر کر رہے تھے اور وہیں ان کا جہاز گم ہو گیا اور وہ اس نقطے میں داخل ہو گئے تھے جو ذالقرنین سلیمان علیہ السلام کی خلق کردہ نحاس یعنی مقناطیسی قوت اور زمین کی مقناطیسی قوت کا عین وسط تھا۔ جب وہ اس نقطے میں داخل ہوئے تو وہ وقت کی قید سے آزاد ہو گئے اور انہوں نے مستقبل کو اپنی انکھوں سے جاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ اس وقت عیسائی تھی اور یہی ان کی محمد ﷺ پر ایمان لانے کی بھی وجہ بنی۔ جو کچھ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ اگر کسی سے بھی بیان کرتے تو اس وقت کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا ساوئے محمد رسول اللہ ﷺ کے بلکہ اگر وہ کسی سے ایسی بات کرتے بھی تو ان کو پاگل کہا جاتا اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ان کو تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا کیونکہ یہ بات کسی کی عقل میں آنے والی تھا نہ ہی کسی کے لیے قابل تسلیم تھی لیکن انہیں اس کا علم تھا جو کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ محمد ﷺ ہی واحد ایسی شخصیت ہیں جو نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ جب واپس پہنچے تو سیدھے رسول اللہ ﷺ کو یہ سارا واقعہ سنایا کہ انہوں نے مستقبل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا کے کیسے کیسے حالات بدلیں گے اور بالآخر دجال یعنی ٹیکنالوجی جنہیں ہم مشینوں وجدید ایجادات کا نام دیتے ہیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو سب کے سامنے لائے اور ان کو سب کے سامنے واقعہ بیان کرنے کا کہا لیکن اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتا دیا تھا کہ کیسے الفاظ استعمال کرنے ہیں کیونکہ اگر جو کچھ دیکھا تھا وہ سب ویسے ہی بیان کیا جاتا تو کسی کی بھی عقل

میں بات نہ آتی اس لیے اس سارے واقعے کو کیسے بیان کرنا ہے کیسے الفاظ استعمال کرنے ہیں رسول اللہ ﷺ نے تمیم داریؓ کو بتایا۔

روایت میں استعمال ہونے والے الفاظ یہ سب حقیقت کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جن کا آگے صراحت کیساتھ ذکر آئے گا جیسے کہ انہوں نے کہا ہم الدیر میں داخل ہوئے۔ الدیر کے دو معنی ہیں اس کا ایک معنی ہے ایسا نقطہ یا مقام جو کسی شئے کو تسلسل کیساتھ اچانک انتہائی تیز رفتار سے باہر نکال دے مثلاً جیسے جب رائفل سے فائر کیا جاتا ہے تو گولی کے خول سے اچانک اس کا سکا انتہائی تیز رفتاری سے باہر نکل جاتا ہے بلکل ایسے ہی ہوا اور وہ سکہ رکنے کی بجائے مسلسل اسی رفتار سے سفر کرتا رہے۔

الدیر کے دوسرے معنی ہیں ہر طرف سے بند سرنگ کے۔

یہاں ہم پہلے معنی کو لیں گے اور اس کے بعد آگے جا کر دوسرے معنی کو بھی لیں گے۔ الدیر یہی وہ مقام تھا جہاں جہاز گم ہونے کے بعد وہ پہنچے اور اس مقام نے انہیں اچانک باہر نکال دیا یعنی وقت کی قید سے باہر نکال دیا اور انہوں نے اس وقت سے لیکر دجال تک کا وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوں گے۔ کہ کون کون سی وجوہات دجال کے نکلنے کا باعث بنیں گی۔ دجال جو کہ ہم پر ہر لحاظ سے واضح ہو چکا ہے کہ ٹیکنالوجی یعنی موجودہ تمام کی تمام ایجادات دجال ہیں جنہیں انسان اپنے لیے مسیحا سمجھتا ہے لیکن درحقیقت یہ تمام ایجادات مسیحا نہیں بلکہ انسان کی دنیا و آخرت کی تباہی کا باعث ہیں انہیں کی وجہ سے دنیا آج ہر طرح کے عذابوں، زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں، بیماریوں، تباہیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کا شکار ہے اور اسی کی وجہ سے ساعت آئے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں انہوں نے اس سارے واقعے کو یوں بیان کیا جسے ہم ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ ہیں جو پہلی بار ایک سے سو تک گنتی سیکھ رہے ہیں۔ باقی سب ابھی ساٹھ پر ہیں یعنی وہ ابھی تک ساٹھ تک ہی سیکھ سکے لیکن آپ نے سب سے پہلے ہی سو تک گنتی سیکھ لی۔ باقی سب ابھی تک ساٹھ پر ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تعلیم کا سفر کیا اور کافی آگے گیا تو میری کسی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے جواب دیا میں سو کا ہندسہ ہوں اور عنقریب میں تمہارے سامنے آجاؤں گا۔

اب سو کا ہندسہ یہ بتاتا ہے کہ وہ کب تک سامنے آئے گا یعنی کیا کیا اس سے پہلے ہونا لازم ہے کہ وہ اس کے بعد سامنے آئے۔

وہ پوچھتا ہے کہ کیا تم نے سکول میں داخلہ لے لیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔

اس نے کہا حقیقتاً ایسا ہو چکا؟ آپ نے کہا کہ ہاں ایسا ہو چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ایک آ گیا؟ آپ نے کہا ہاں وہ آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ دس آ گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں وہ بھی آ چکا۔
اس نے پھر پوچھا کہ کیا ساٹھ آ گیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں وہ بھی آ چکا۔
اس نے پھر پوچھا کہ کیا ستر آ گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ ابھی تک نہیں آیا۔تو اس نے کہا کہ اب عنقریب وہی آئے گا۔اس کے بعد اسی آئے گا پھر اس کے بعد عنقرب نوے آئے گا۔ جب نوے آ جائے گا تو میرا سامنے آنے کا وقت بلکل قریب آ جائے گا اور جب ناوے آ جائے گا تو اچانک میں بھی سامنے آ جاوں گا۔لیکن جب تک ننانوے نہیں آتا تب تک قانون میں مجھے سامنے آنے کی اجازت نہیں۔
اس مثال کو بار بار پڑھیئے اور ذہن نشین کر لیجئے یہ مثال اس واقعہ کی ساری حقیقت کو کھول کر رکھ دے گی اور بہت ہی آسانی سے سارا واقعہ سمجھ آ جائے گا۔
بلکل یہی کہا تمیم داریؓ نے کہ ان کی ملاقات دجال سے ہوئی انہوں نے دجال کو دیکھا۔دجال کو اس مثال میں سو کا ہندسہ تصور کر لیں۔جیسے آپ کی گفتگو سو کے ہندسے سے ہوئی بلکل ویسے ہی دجال کیساتھ گفتگو ہوئی۔یعنی حقیقتا ایسی کسی گفتگو کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ ان کیساتھ جو واقعہ پیش آیا اس کو سب کے سامنے عام سطح پر بیان کرنا تھا تا کہ اصل مقصد سب سمجھ جائیں تو اس کو اس طرح حکمت کیساتھ بیان کیا گیا۔کہ دجال آئے گا لیکن کب آئے گا تمیم داریؓ نے باقی سب سے پہلے ہی دیکھ لیا۔رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ میں انہوں نے بتایا کہ اس نے سوال کیا کہ کیا عربوں میں نبی آ گیا؟ ہم نے کہا ہاں آ گیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا انہوں نے اس کی اطاعت کی یا نافرمانی کی؟ ہم نے کہا کہ اطاعت کی دجال نے کہا اسی میں ان کے لیے خیر ہے۔
اب یہاں یہ ذہن میں رکھیں دجال خیر نہیں ہے بلکہ شر اکبر ہے۔تو اس نے کہا کہ اسی میں ان کی خیر ہے اس کا مطلب یہ کہ جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہو گی اسی میں انسانوں کے لیے خیر ہو گی دجال نہیں نکل سکے گا۔دجال تب ہی نکلے گا جب محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی جائے گی جب اس دین کو چھوڑ دیا جائے گا۔محمد رسول اللہ ﷺ نے اور اللہ نے قرآن میں دنیاوی مال ومتاع کو دھوکے کا سامان قرار دیا اور اس کے قریب بھی جانے سے منع کر دیا اس سے دور رہنے کا حکم دیا جب تک انسان ایسا کریں گے تک تک وہ اس دنیاوی مال ومتاع کے دجل سے بچے رہیں گے اور جب وہ اس کے پیچھے پڑھیں گے تو ایسے دجال کا شکار ہوں گے کہ حق کو سمجھنا ناممکن کے قریب تر ہو جائے گا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے سب کے نزدیک دنیاوی مال ومتاع جس کو اللہ نے دھوکا کہا اسی کا حصول بن جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا تھا کہ کب تک ان کی اطاعت کی جائے گی جیسے کہ اطاعت کرنے کا حق ہے اس کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ خلافت علیٰ

منہاج النبوۃ رہے گی تیس سال اور پھر اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ بھی بیان کردیا۔اب آپ سے سوال ہے کہ اگر آج تک پوری دنیا میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم رہتی تو کیا دنیا کی آج یہ حالت ہوتی؟ دجال نکل سکتا تھا یعنی یہ موجودہ ٹیکنالوجی جو شرک اکبر اور شر اکبر ہے انسان یہ کر پاتا؟ ہر گز نہیں کر پاتا۔ تو یہی انہوں نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ہی خیر ہے جب ان کی نافرمانی کی جائے گی تو یہی وجہ بنے گی دجال کے نکلنے کی۔پھر اسی طرح بتدریج جو جو سوال انہوں نے بیان کیے کہ دجال نے ان سے پوچھا کہ فلاں ہوگیا اور فلاں ہوگیا۔تو اس کا مطلب یہ تھا کہ دجال کہ آنے سے پہلے یہ فلاں کچھ ہوگا جب تک وہ نہیں ہوگا دجال نہیں نکل سکتا یعنی جن وجوہات کی بنا پر ٹیکنالوجی یعنی ایجادات جو کہ دجال ہیں وجود میں آئیں گی جب تک وہ وہ نہیں ہوجاتا دجال نہیں آئے گا۔

پیچھے جو ہم نے مثال بیان کی اس میں اور جس طرح تمیم داری رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا اس میں کوئی فرق نہیں اگر آپ نے اس مثال کو سمجھ لیا تو آپ نے اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھ لیا۔جیسے آپ نے جب باقی سب ابھی ساٹھ پر ہیں تو سو تک گنتی سیکھ لی اور ایک مثال کی شکل میں باقیوں کو بتایا بلکل اسی طرح تمیم داریؓ کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس وقت مستقبل دیکھا دیا دجال دیکھا دیا۔

اس کی مزید تصدیق روایات میں آنے والے الفاظ خود بخود کرتے ہیں ابھی ہم صرف اور صرف اللہ کے فضل سے نہ صرف ان الفاظ کو سامنے رکھیں گے بلکہ ان الفاظ کو کیسے توڑ مروڑ کرامت کو دھوکا دیا جاتا رہا اور دھوکا دینے والوں کا بھی پردہ چاک کردیں گے۔اس کے باوجود اگر کوئی حق کی بجائے گمراہی کا سودا کرتا ہے تو حق آجانے کے بعد ہی کرے گا اور اس کے پاس روز محشر کوئی عذر نہیں ہوگا کیونکہ اس پر حجت پوری ہوچکی ہوگی۔

فلما قضى رسول الله ﷺ الصلاة جلس على المنبر وهو يضحک، قال: ليلزم كل انسان مصلاة ثم قال: هل تدرون لم جمعتكم؟ قالوا: الله و رسوله اعلم. قال: انی ما جمعتكم لرهبة ولارغبة، ولكن جمعتكم أن تميم الدارى كان رجلا نصرانيا فجاء فبايع واسلم وحدثنى

حديثا وافق الذى حدثتكم عن الدجال، حدثنى أنه ركب فى سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام. فلعب بهم الموج شهرا فى البحر وأرفئوا الى جزيرة حين مغرب الشمس، فجلسو فى اقرب السفينة، فدخلوا الجزيرة، فلقيتهم دابة أهلب كثيرة الشعر. قالوا: ويلك ما انت؟ قالت: أنا الجساسه، انطلقوا الى هذا الرجل فى هذا الدير فانه الى خبركم بالاشواق. قال: لما سمعت لنا رجلا فرقنا منها أن تكون شيطانه، فانطلقنا سراعاً حتى دخلنا الدير فاذا فيه أعظم انسانٍ

. ابو داود

پس جب رسول اللہ ﷺ صلاۃ مکمل کر چکے بیٹھے رہے منبر پر اور ہنس رہے تھے، کہا سب انسانوں کے لیے لازم ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں پھر کہا کیا تم لوگ جانتے ہو تمہیں کیوں جمع کیا؟ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا میں نے تمہیں رھب یا رغبت دلانے کے لیے نہیں جمع کیا اور لیکن تمہیں اس لیے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے پس وہ میرے پاس آئے پس میری بیعت کی اور خود میرے حوالے کر دیا اور مجھے بیان کیا ایک حادثہ جو بلکل ویسا ہی ہے جیسا میں تم سے بیان کر چکا ہوں دجال کے بارے میں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سوار تھے سمندری کشتی میں لخم اور جذام کے تیس افراد کیساتھ پس انہیں آلیا لہروں نے اور مہینہ بھر موجوں میں گھرے رہے اور سورج کے غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کی طرف جا لگے پس چھوٹی کشتی میں سوار ہوئے پس داخل ہوئے جزیرے میں، انہیں ملا دابہ بڑی دم والا اور بہت زیادہ الشعر والا یعنی ہر طرف سے پینٹ کی تہہ چڑا ہوا۔ انہوں نے کہا ویل ہو تیرے لیے کون ہے تو؟ اس نے جواب دیا میں جساسہ ہوں اس مرد کی طرف چلو جو اس ہر طرف سے بند سرنگ میں ہے پس اس میں کچھ شک نہیں اسے

تمہاری طرف خبر کی شدید چاہت ہے۔ کہا جب ہم نے اس سے اس شخص کا سنا تو ہم ڈر گئے کہ وہ شیطان ہوگا ہم جلدی سے چلے حتی کہ ہم داخل ہوئے ہر طرف سے بند اس سرنگ میں پس تب دیکھے ہم نے اس میں اعظم انسان۔

انسان کے نیچے دوزیریں ہیں جس کے معنی ایک نہیں زیادہ انسانوں کے ہیں اور اعظم کا مادہ ع ظ م عظم ہے جس کے معنی ہڈی کے ہیں۔ ہڈی میں قوقت، سختی اور مظبوطی پائی جاتی ہے اور ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے تمام ہڈی نکال لی جائے تو جسم بے وقعت و بے حثیت ہوجاتا ہے۔ اعظم انسان کہتے ہیں ایسے انسانوں کو جو غیر معمولی قوت، طاقت، سختی اور مضبوطی کے حامل ہوں اگر ان انسانوں کو نکال دیا جائے تو پیچھے باقی انسانوں کی اہمیت وحثیت بلکل ایسی رہ جائے گی جیسے جسم سے ہڈی نکال لیے جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحثیت رہ جاتی ہے۔

قالت أنا الجساسه، اذهب الی ذلک القصر ، فأتيته فاذا رجل يجر شعره مسلسل فی الأغلال ينزو فيما بين السماء والأرض، فقلت : من أنت؟ فقال: أنا الدجال. ابو داود

کہا اس نے میں جساسہ ہوں اس محل میں چلے جاؤ پس جب اس میں گیا تب وہاں شخص تھا جو اپنی نرم مواد والی سیٹ پر لوہے والے پٹوں میں بہنے کی طرح دوڑتا ہوا جیسے جانور جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ پر سوار ہوتا ہے اس طرح آسمان اور زمین کے درمیان کررہا تھا یعنی بہنے کی طرح دوڑتا ہوا آتا تھا اور اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر آسمان پر چڑھ جاتا اور پھر واپس زمین پر اتر آتا تھا۔ پوچھا اس سے کون ہے تو پس اس نے جواب دیا میں دجال ہوں۔

روایات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بعض صحابہ رضوان اللہ نے کہا کہ جساسہ ہی وہ دابہ ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ یعنی زمین سے نکلنے والا انسان کا خلق کردہ دابہ۔ اور روایت میں بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے کہا کہ ان کی ملاقات دابہ سے ہوئی۔ اس کی بھاری بھرکم دم اور کثیر الشعر تھے اس پر۔ الشعر کے معنی ہم جان چکے ہیں کہ الشعر اس مواد کو کہتے ہیں جس سے

بال وجود میں آتے ہیں جسے آج لچکدار پلاسٹک یعنی نائیلون، اسفلت، پینٹ وغیرہ کہا جاتا ہے اسی سے فوم سمیت ہزاروں مصنوعات تیار کی جاتی ہیں اگر کسی بھی قسم کا کوئی شک رہے تو ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ موجود ہیں آخری زمانے میں ہونے والی بارشوں کے حوالے سے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يمطر الناس مطراً لا تكن منه بيوت المدر ولا تكن الا بيوت الشعر. مسند احمد ٣٨٥٩٣

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ بارشیں ہوگی ان سے نہیں بچے گا کوئی گارے گا گھر سوائے اس کے جو الشعر کے بنے گھر ہوں گے۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ان بارشوں سے کوئی گھر نہیں بچے گا جس کی چھت سلامت رہے سوائے ان گھروں کے جن کی چھتیں الشعر کی بنی ہوں گی جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے جن گھروں کی چھتیں بالوں کی بنی ہوں گئی۔ اب کوئی بھی عقل رکھنے والا انسان یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ ان بالوں کی چھت بن سکتی ہے جو جسم پر اگتے ہیں۔ لیکن جب ہم عربی کو عربی سمجھیں گے تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ الشعر اس مواد کو کہتے ہیں جس سے بال وجود میں آتے ہیں اور اسی مواد سے آج پوری دنیا میں چھتیں بنائی جاتی ہیں جن پر بارشیں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ کتاب کے شروع میں خام تیل سے بننے والی مصنوعات کی تفصیل میں بھی چھتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دابہ ہوائی جہاز تھا جس کی بھاری بھر کم دم اور اس پر کثیر الشعر یعنی ہر طرف پینٹ چڑھا ہوا تھا۔

اب اس کو یوں سمجھ لیں اس میں مثال میں کہ آپ کی ملاقات ننانوے سے ہوئی تو ننانوے نے آپ سے کہا آگے چلو جو آگے ہے اسے تمہارا انتظار ہے تو جیسے ہی آگے گئے تو آگے سو کے ہندسے سے ملاقات ہوئی۔ بلکل اسی طرح جب انہوں نے ہوائی جہاز دیکھا تو اس نے کہا اس الدیر یعنی اس ہر طرف سے بند سرنگ میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں پر اسے الدیر یعنی ہر طرف سے بند سرنگ کہا گیا اور کہیں اسے قصر یعنی محل کہا گیا۔ جہاز میں جب آپ داخل ہوں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ جہاز حقیقتاً الدیر ہے یعنی ایک ایسی سرنگ ہے جو ہر طرف سے بند ہے اور وہ سرنگ اندر سے ایک محل کا منظر پیش کرتی ہے۔

جب وہ اس الدیر یعنی محل نما ہر طرف سے بند سرنگ میں داخل ہوئے تو انہوں نے جو دیکھا اس کے بارے میں کئی طرح کے الفاظ آئے ہیں اور وہ سب کے سب اپنی جگہ پر بلکل ٹھیک ہیں۔اب سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج تک ان الفاظ کو کیسے بیان کیا گیا جو اندر موجود انسان کے بارے میں استعمال کیے گئے۔اس کے لیے پیچھے گزرنے والی روایات میں ان تمام مقامات کو ذہن میں رکھا جائے جہاں جہاں اس کا ذکر ہے اور جو ان کے تراجم کیے گئے ان کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے آج تک جو تراجم کیے ان میں کہیں پر یہ لکھا ہے کہ غار میں داخل ہوئے کہیں پر مندر، کہیں پر گرجا اور کہیں پر محل کا ترجمہ کیا گیا اور آگے کہا گیا کہ ایسا دیو قامت، لمبا چوڑا، بڑا انسان دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل کود رہا تھا۔

لیکن جب ہم عربی میں غور کریں تو علمائے دجال کا اصل چہرا کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور انہوں نے اس کو جان بوجھ کر اس لیے چھپایا تاکہ ان کے اپنے باطل نظریات پر انگلی نہ اٹھے اور لوگ آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہیں۔

ایک طرف یہ اس کو ایک گرجے، محل، مندر یا غار میں لوہے کی زنجیروں میں بہت سختی سے جکڑتے ہیں لیکن جب آگے عربی کی الفاظ آتے ہیں "ینزو فیما بین السماء والارض" تو ان الفاظ کا ترجمہ کیا کرتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے۔

شَعْرَهَا، قَالَ: مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ، فَأَتَيْتُهُ فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الأَغْلاَلِ يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَقُلْتُ:	آدمی کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہا تھا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل رہا تھا۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دجال ہوں۔ کیا عربوں کا نبی آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا ان لوگوں نے اس کی

اوپر نیچے اچھل کود رہا تھا۔ یہ ترجمہ کیا گیا لیکن آپ عربی میں دیکھ سکتے ہیں کیا لکھا ہے۔عربی میں جو الفاظ ہیں ان میں زمین اور آسمان کے الفاظ موجود ہیں۔ہم عربی کے الفاظ کیساتھ لفظ بہ لفظ ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں اس سے آپ علمائے دجال کی دجل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

"ینزو فیما بین السماء والارض"

ینزو کر رہا تھا وہ درمیان زمین اور آسمان کے۔

نزو عربی میں کس کو کہتے ہیں ویسے تو کتاب میں دابہ من الارض کے باب میں گزر چکا لیکن یہاں ہم پھر مختصراً بیان کر دیتے

ہیں۔عربی میں نزور کہتے ہیں کسی جانور کا جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ جانور پر سوار ہونے کو۔ جیسے گدھا یا گھوڑا جب جنسی حاجت پوری کرتے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور اچانک اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور پھر واپس نیچے اتر آتے ہیں۔اسی طرح کچھ جانور دوڑتے ہوئے نہیں آتے بلکہ اپنی جگہ سے اچانک اگلی حصہ اٹھا کر مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور اسی طرح واپس نیچے اتر آتے ہیں۔

وہ نزو کر رہا تھا زمین اور آسمان کے درمیان یعنی وہ دوڑتا ہوا آتا تھا اور اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر آسمان پر سوار ہو جاتا تھا اور اسی طرح واپس زمین پر اتر جاتا تھا اور اپنی ہی جگہ سے اچانک اوپر اٹھ کر آسمان پر چڑھ جاتا تھا اور اسی طرح واپس نیچے زمین پر اتر آتا تھا۔

اب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمیم داریؓ نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا تھا جس کا انہوں نے ذکر کیا۔

آپ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ جسے ہم جہاز کہتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے اسے دابۃ الارض کہا وہ بلکل اسی طرح آسمان اور زمین کے درمیان نزو کرتا ہے یعنی دوڑتا ہوا آتا ہے اور اپنی اگلی ٹانگوں کو اٹھا کر اچانک آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور اسی طرح واپس زمین پر اتر آتا ہے۔اور جسے ہم ہیلی کاپٹر کہتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے دابہ کہا وہ اپنی ہی جگہ سے اچانک اوپر اٹھتا ہے اور آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور اسی طرح واپس نیچے اتر آتا ہے۔

ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھیں۔

جن لوگوں نے یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان کو تو تصاویر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور نہ ہی انہیں اسے سمجھنے میں کوئی مشکل ہو سکتی ہے اور جنہوں نے ایسے مناظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے تو وہ یوٹیوب وغیرہ سے جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کی ٹیک آف اور لینڈنگ کی ویڈیوز ضرور دیکھیں۔

اور اب علمائے دجال کے تراجم کو دیکھیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ ان لوگوں نے علماء کے نام پر دجال ہونے کا ثبوت دیا یا نہیں؟ جب جانور جنسی ملاپ کرتے ہیں تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ جانور اچھل کود کر رہے ہیں؟

اکثریت ان کو یہ سمجھتی رہی کہ یہ علماء ہیں لیکن حقیقت کیا نکلی یہ علماء نہیں بلکہ جہلاء ہیں لیکن انہوں نے علماء ہونے کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ اسی کو تو دجال کہتے ہیں کہ کسی شئے کی اصل حقیقت کو چھپا کر جو وہ نہیں وہ دیکھا دینا یا ثابت کر دینا۔ یہ جہلاء علماء کے لبادے میں دجال ہیں۔ اسی طرح وہ تمام انسان جو کائنات کے لیے نقصان دہ تباہ کن اشیاء کو مفید ثابت کرتے اور بنا کر پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب دجال ہیں۔ ایسے دجال شروع سے رہے اور ساعت کے قیام تک آتے رہیں گے لیکن دجال اکبر انسان کی خلق کردہ وہ مخلوقات یعنی ٹیکنالوجی ہے انسان کی وہ ایجادات ہیں جن کے سبب پچھلی چھ قوموں پر عظیم تباہیاں مسلط ہوئیں۔ جس سے ایک بار ذالقرنین سلیمان علیہ السلام نے پوری دنیا کو پاک کیا اور جس سے اب زلزلے، سیلاب، طوفان، بیماریاں، تباہیاں و فساد برپا ہے اور اسی کی وجہ سے ساعت عظیم آخری ایسا زلزلہ آئے گا جس سے زمین پر حیات کا ایک بار خاتمہ ہو جائے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے عربی متن میں واضح زمین اور آسمان کے الفاظ ہونے کے باوجود کیوں چھپائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے جب لفظ الدیر کا ترجمہ، غار، گرجا یا مندر کر دیا اور پھر اس میں دجال کو ایک انسان بنا کر لوہے کی زنجیروں سے سختی کیساتھ جکڑ دیا تو انہوں نے دیکھا اب اگر یہاں اصل ترجمہ کیا جائے گا تو درجنوں نا قابل حل سوالات پیدا ہوں گے کہ جب ایک انسان غار میں لوہے کی زنجیروں میں بہت سختی سے جکڑا ہوا ہے تو پھر وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایسے دوڑتے ہوئے کیسے چڑھ سکتا ہے یعنی وہ زمین اور آسمان کے درمیان نزو کیسے کر سکتا ہے؟ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غار کی چھت کہاں گئی؟ اگر یہ اصل ترجمہ کر دیتے تو یہ ایسے کسی سوال کا جواب نہ دے پاتے تو انہوں نے دجل کو اختیار کیا اور یہی وہ وجہ ہے جو یہ علماء کے نام پر دجالون کذابون دن رات شور مچاتے ہیں کہ خود سے غور و فکر نہیں کرنا قرآن میں بلکہ جیسے سلف صالحین نے سمجھا بس ویسے ہی سمجھنا ہے اور سلف صالین کے نام اپنے لوگوں کو اندھوں کی طرح اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے چلاتے آئے ہیں۔ دن رات یہ اسی پر زور لگاتے ہیں کہ عقل نہیں نقل سے

کام لو یعنی خود سے غور و فکر نہیں کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے بلکہ جو کچھ پہلوں نے لکھا اسی سے کام چلاؤ آنکھیں بند کر کے۔

اب آتے ہیں اس طرف کہ جو اندر انسان دیکھا اس کے مختلف حلیے بیان ہوئے ہیں۔ جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَسَأَلَهُمْ عن نَخْلِ بَيْسَانَ وَعن عَيْنِ زُغَرَ

گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا' اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے......" اور حدیث بیان کی...... اس

ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

اب سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جب لفظ انسان آیا تو انہوں نے اس سے مراد فرد واحد لے لیا حالانکہ یہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ اگر انسان کے معنی ایک فرد واحد کے ہیں تو پھر آپ قرآن کی درج ذیل آیات کو دیکھیں۔

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا. النساء ۲۸

اور خلق کیا انسان کو ضعیف۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ. ابراھیم ۳۴

اس میں کچھ شک نہیں انسان ہے ہی کمی کرنے والا اور جو نعمتیں اسے دی گئیں انہیں جس مقصد کے لیے دیا گیا ان کے برعکس اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرنے والا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. الحجر ۲۶

اور تحقیق کہ خلق کیا انسان کو صلصال سے حما مسنون سے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا. الاسراء ۱۱

اور تھا انسان عجلت پسند۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا. الاسراء ۵۳

اس میں کچھ شک نہیں شیطان تھا انسان کے لیے جو کچھ بھی اس کے آس پاس ہر طرف موجود ہے وہ دشمن۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ. الرحمٰن ۳

خلق کیا انسان۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ. العصر ۲

اس میں کچھ شک نہیں انسان ہے ہی خسارے میں۔

اب میرا آپ سے اور ان علمائے دجال سے سوال ہے کہ قرآن کے ان تمام مقامات پر لفظ انسان کے فرد واحد کے معنی ثابت کر کے دیکھائیں۔ انسان کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اس لفظ کو سمجھ لیں۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کسی بھی نبی کو انسان نہیں کہا اور نہ ہی کسی رسول کو انسان کہا۔ اور قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔ آخر ایسا کیوں؟

لفظ انسان کا مادہ نسی ہے جس کے معنی ایسے بھول جانے کے ہیں گویا کہ شئے کا وجود ہی نہ ہو۔ اور انسان کہتے ہیں جس کو اس کی حقیقت اس کا ماضی ایسے بھلا دیا گیا جیسے گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں۔ مثلاً آپ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے پیدا ہونے سے لیکر دو سال کی عمر تک یا تین سال کی عمر تک کیا کیا تو کیا آپ کو کچھ یاد ہے؟

یقیناً نہیں۔ آپ ایسے بھول چکے ہیں جیسے کہ زندگی میں ایسا وقت آیا ہی نہیں لیکن آپ اس کو جھٹلا نہیں سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے بچہ پیدا ہوتا اور اسی طرح پل بڑھ کر بڑا ہوتا ہے جس وجہ سے آپ کو یقین ہے کہ آپ پر بھی ایسا وقت آیا لیکن آپ بھول چکے ہیں۔ بلکل اسی طرح آپ کی حقیقت کیا ہے؟ آپ اس بشری جسم کیساتھ وجود میں آنے سے پہلے کیا تھے؟ آپ کا اول و آخر کیا ہے یہ سب بھلا دیا گیا اس وجہ سے انسان کہا جاتا ہے اور قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اسی

بھلائے ہوئے کو یاد کرنے کے لیے ہی بار بار غور و فکر کرنے کا حکم دیا قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بہت سے مقامات پر ذکر کا حکم دیا مگر انہیں علمائے دجال نے ذکر کا مطلب ورد وظیفے اور رٹے بنا دیا حالانکہ عربی میں ذکر کہتے ہیں کسی بھولی ہوئی بات یا شئے کو یاد کرنے کے اور بھولی ہوئی بات کو یاد کرنے کے لیے دل و دماغ پر بوجھ ڈالنا پڑتا ہے غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں وہ ذکر کر لیتے ہیں یا ان کو جو کچھ بھلایا گیا وہ یاد آجاتا ہے یوں وہ اس پر عمل کر کے انسان نہیں رہتے ہیں اور فلاح پانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور جو غور و فکر نہیں کرتے ان کو ذکر یعنی کچھ بھی یاد نہیں ہوتا اور وہ انسان کے انسان یعنی بھولے ہوئے ہی رہ جاتے ہیں اور خسارے والوں میں سے ہو جاتے ہیں۔

جب ایک انسان غور و فکر کرتا ہے تو جو اسے بھلا دیا گیا اسے یاد آتا جاتا ہے اور وہ ایک وقت آتا ہے اپنی حقیقت کو پا لیتا ہے یوں جب اس پر اپنی حقیقت واضح ہو جاتی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اس کے لیے جہنم کی آگ سے بھی سخت ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں رہتی اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ جو بشری جسم اس کے پاس ہے یہ اس کی حقیقت نہیں ہے یہ تو ایک آزمائشی ٹول بطور امانت دیا گیا۔ تاکہ یہ خود ہی جان لے کہ آیا اس نے امانت کا حق ادا کیا یا اس میں خیانت کی اور اس پر حقیقت واضح ہو جائے۔ اس وجہ سے اللہ نے کسی نبی یا رسول کو انسان نہیں کہا بلکہ اس کے برعکس بشر کہا۔

اس کے برعکس جو غور و فکر نہیں کرتے جس سے ذکر نہیں ہوتا یعنی جو انہیں بھلا دیا گیا ان کی حقیقت اس کو نہیں پا لیتے تو ایسے اسی بشری مادی جسم کو ہی اپنی حقیقت تصور کر کے دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں پہلے تو وہ ایک عام انسان تھے لیکن ایسا کرنے سے انسان کو جو کچھ تھوڑا بہت اپنی حقیقت کا علم ہوتا ہے وہ بھی بھول جاتا ہے اور دنیا کی زندگی کے لیے ہی کوشش کرتا ہے ایسا انسان عظیم انسان کہلاتا ہے۔ آج پوری دنیا میں اکثریت ایسے انسانوں کی ہی ہے جو اعظم انسان ہے۔

اعظم کا مادہ عظم ہے جس کے معنی ہڈی کے ہیں۔ ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے ہڈی نکال دی جائے تو باقی جسم کی کوئی اہمیت و حثیت نہیں رہتی۔ بلکل اسی طرح اعظم انسان یعنی ایسے بھولے ہوئے کہ اگر ان بھولے ہوؤں کو نکال دیا جائے تو پیچھے جو انسان یعنی بھولے ہوئے بچیں گے ان کی کوئی اہمیت و حثیت نہیں رہے گی۔ ایسے اعظم انسان یعنی جو سب سے بڑے بھولے ہوتے ہیں جن کو علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کی حقیقت کیا ہے وہ دنیا میں کیوں اور کس مقصد کے لیے بھیجے گئے تو وہ شیاطین کے اولیاء یعنی شیاطین کے مشن میں ان کے معاون کار بن جاتے ہیں۔ شیاطین جنات کے والد ابلیس نے کہا تھا کہ جو زمین میں ہے ان کے لیے، مزین کر دے گا یہ شیاطین جنات کا مشن ہے کہ جو زمین میں ہے اس کو مزین کر دینا تو ایسے اعظم انسان پھر وہی اعمال کرتے ہیں جن سے شیاطین کے مشن کی تکمیل ہوتی ہے یعنی وہ جو زمین میں اللہ نے رکھا اس

کو نکال کر مزین کرتے ہیں اور اسی کے پیچھے بھاگتے ہیں اسی کو حاصل کرنا ہی ان کا دنیا میں موجودگی کا مقصد بن جاتا ہے۔

اور اس کے برعکس انبیاء نے کہا اور خود محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا گیا ہوں اور اگر آپ کسی کو اپنے خفیہ خزانوں کی چابیاں دیتے ہیں تو کیوں دیں گے؟

ظاہر ہے حفاظت کے لیے۔ انبیاء زمین کے خزانوں کی حفاظت کے لیے بھیجے گئے اور شیاطین کا مشن زمین کے خزانوں کو نکال کر مزین کرنا ہے تاکہ ابلیس کا دعویٰ سچا ثابت ہو سکے جس کے لیے وہ انسان کے محتاج ہیں اب آپ اپنے ارد گرد نگاہ دوڑائیں اور اپنے گریبان میں جھانکیں آپ کس کے ولی یعنی مشن میں معاون کار بنے ہوئے ہیں انبیاء کے یا شیاطین کے؟ حق کو سمجھنے کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

روایت میں اعظم انسان کا جو ترجمہ ان علمائے دجال نے بہت بڑا، دیو قامت، بڑا جسیم، اونچا لمبا، بہت قوت والا زور آور انسان کے کیے ان سے میرا بھی سوال ہے اور آپ بھی سوال کیجئے کہ یہ ترجمہ انہوں نے کیسے کر لیا؟

ان میں اکثریت آپ کو ایسی ملے گی جو اپنے اماموں کو بھی اعظم قرار دیتی ہے جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ ان سے سوال کریں کہ جب وہ بھی امام اعظم ہیں تو یہاں اعظم کا ترجمہ کیا وہی لیا جائے جو اس روایت میں لیتے ہو؟

جیسے امام اعظم احمد رضا خان بریلوی اور اسی طرح ایک مکتبہ فکر جن کے نزدیک باقی سب کافر و مشرک ہیں سوائے اس کے جو ان کی نظریات و عقائد کی آنکھیں بند کر کے اور منہ پر پٹی باندھ کر تصدیق نہ کرے۔ اس مکتبہ فکر کے کے فرقے کے نزدیک صرف زبان کے الفاظ کی حد تک محض سادہ عوام کو اپنے فرقے کے جال میں جکڑنے کے لیے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہیں۔ ان سے بھی سوال کریں کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی یہاں اعظم کا ترجمہ وہی لیا جا سکتا ہے جو اس روایت میں تم لوگ کرتے اور لیتے ہو اور دوسروں پر اسی کو زبردستی تھونپتے ہو؟

اگر یہاں اعظم کا ترجمہ یہ نہیں لیا جا سکتا تو پھر وہاں کیوں ایسا ترجمہ کیا گیا کیا یہ دجل عظیم نہیں ہے؟

اعظم کہتے ہیں ایسی شئے کو جس کے بغیر باقی کسی کی کوئی اہمیت و حثیت ایسے ہو جائے جیسے جسم سے تمام ہڈی نکال لینے سے پیچھے جسم کی اہمیت و حثیت رہ جاتی ہے۔ اس دین اس ملت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے ہمارے لیے امام اعظم ابراہیم علیہ السلام کو بنا دیا۔ اور بلاشک و شبہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی امام اعظم ہیں لیکن محض زبان کی حد تک نہیں بلکہ عملی سطح پر بھی جبکہ ہم اسی طرح فطرت پر قائم ہوں جیسے ہمارے ابا ابراہیم علیہ السلام قائم ہوئے اور محمد رسول اللہ ﷺ قائم ہوئے۔

تمیم داریؓ نے جہاز میں سوار جن انسانوں کو دیکھا ان کو اس وقت کے انسانوں کو اعظم انسان کہا۔ اور کہا کہ وہ مسلسل اغلال یعنی

لوہے والے پٹوں میں بندھے ہوئے تھے اور نزو کر رہے تھے زمین اور آسمان کے درمیان۔
زمین اور آسمان کے درمیان نزو کی وضاحت کھل کر ہو چکی اب آتے ہیں اس پر کے لوہے والے پٹوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ کون سے لوہے والے پٹے تھے جن میں اعظم انسان جکڑے ہوئے زمین اور آسمان کے درمیان نزو کر رہے تھے۔ اگر آپ نے جہاز کا سفر کیا ہو تو نزو کے وقت یعنی ٹیک آف اور لینڈنگ کے وقت تمام انسان لوہے والے پٹے میں جکڑے ہوتے ہیں جسے آپ سیٹ بیلٹ کہتے ہیں۔
دوسرے مقام پر انہوں نے اعظم انسان کی بجائے ایک کمزور، کراہنے والا اور شدید شکایات کرنے والے انسان سے ملاقات کا ذکر کیا۔ آج پوری دنیا میں ائیر ایمبولینس چل رہی ہیں۔ کراہتے ہوئے انسانوں کو اسٹیچر پر بیلٹوں سے جکڑا ہوا ہوتا ہے اور اسی الدیر یعنی ہیلی کاپٹر یا جہاز والی ہر طرف سے بند سرنگ میں ڈال کر زمین اور آسمان کے درمیان نزو کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر آپ پہلی بار کسی جدید شہر جائیں تو کیا آپ وہاں کوئی ایک ہی شئے دیکھیں گے؟ نہیں بلکہ آپ خوب گھومیں پھریں گے بلکل اسی طرح تمیم داریؓ اللہ عنہ نے آج موجودہ دور میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب آپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس موجودہ انسان کو بھی دجال قرار دیا۔ اس لیے کہ آج موجودہ انسان بھی سب سے بڑا دجال ہے۔ جو انسان کی حقیقت اور اس کے دنیا میں آنے کے اصل مقصد پر دجل کا پردہ چڑھا کر جو انسان کی حقیقت نہیں اسے حقیقت بنا کر دیکھا رہا ہے اور دنیا میں آنے کا جو مقصد نہیں ہے اس کو دنیا میں آنے کا مقصد بتا اور دیکھا رہا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے پورے قرآن میں بار بار بہت سختی کیساتھ حیات الدنیا یعنی دنیا وہ مال ومتاع، دنیاوی زندگی کو ترک کرنے کا حکم دیا اس سے حب کرنے سے سختی کیساتھ منع کیا اس دنیاوی زندی، دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے بھاگنے سے روکا لیکن آج یہ انسان ہی ہے جس نے اصل مقصد پر دجل کا پردہ چڑھا کر جس سے اللہ نے روکا اسی کو دنیا میں آنے کا مقصد بنا اور دیکھا دیا اور پوری انسانیت کو اسی کے پیچھے لگا دیا۔ اس لیے یہ اعظم انسان بھی دجال ہے۔ اسی نے ایجادات کیں جو پوری کائنات کو تباہ کر رہی ہیں جس وجہ سے دنیا تباہی کے دہانے پر آ پہنچی لیکن اس نے انہیں ایجادات پر دجل کا پردہ چڑھا کر انہیں مسیحا بنا کر پیش کر دیا اور پوری دنیا ان کے دجل کا شکار ہے جو ان ایجادات کو دجال کی بجائے اپنا مسیحا بنا کر بیٹھی ہے۔

پھر جب انہوں نے دابہ سے سوال کیا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں جساسہ کہتے ہیں جاسوسی کے آلے کو بھی۔ آج یہ دابہ جسے ہم ڈرون جہاز کہتے ہیں پوری دنیا میں ان کے ذریعے جاسوسی کا کام لیا جا رہا ہے۔

یہ سب تمیم داریؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جو کہ دجال تھا اور جو سوالات وغیرہ کا ذکر کیا اس کی حقیقت پیچھے بیان کی جا چکی ہے وہ فرضی سوالات تھے اس وقت کے تقاضے کیمطابق اگر اس وقت ساری حقیقت کھول کر بیان کی جاتی تو ایک طرف کسی کے سمجھ میں کچھ نہ آتا اور دوسری طرف اکثریت دجال سے بے فکر ہو کر بیٹھ جاتی کہ دجال تو ایسی شئے ہے جو ہماری زندگی میں تو آنے والا نہیں اس لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

الحمدللہ کوشش کی کہ جتنا مختصر اور جامع انداز میں اس واقعہ پر بات کی جا سکتی تھی کی۔ مزید بات بھی کی جا سکتی ہے اور مزید بہت سے سوالات بھی کھڑا کیے جا سکتے ہیں لیکن ان کا فائدہ نہیں ہوگا اس لیے جو اصل مقصد تھا وہ کھل کر سامنے آ گیا کسی بھی لحاظ سے کوئی پریشانی نہیں رہتی اس کے باوجود جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے سلف صالحین کے نام پر اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے چلتا رہے میرے ذمہ تو صرف کھول کھول کر پہنچا دینا تھا جو میں اپنی ذمہ داری ادا کر چکا۔ الحمدللہ رب العالمین۔

رسول اللہ ﷺ نے بلکل واضح الفاظ میں یہ بتا دیا تھا کہ دجال پر صرف اور صرف ایک ہی شخص کو مسلط کیا جائے گا جو اس کا باب لد سے ادراک کر کے قتل کر دے گا وہی عیسیٰ ابن مریم ہوگا اور اسے پہچان لینے کا حکم دیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے واضح الفاظ کے بعد جس جس نے دجال پر لکھا گویا کہ اس نے عملاً یہی دعویٰ کیا کہ وہی عیسیٰ ان مریم ہے خوہ اس کا اسے شعور ہو یا نہ ہو۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ دجال پر لکھنے والے ہی ابن مریم ہیں تو پھر سول یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو ایک ہی ابن مریم کا بتایا تھا جو دجال کا باب لد سے ادراک کر کے قتل کرے گا لیکن دجال پر لکھنے والی تو بہت زیادہ شخصیات ہیں اور اکثریت کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ انسان ہے۔ تو کیا ایسے تمام کے تمام لوگ خود بھی گمراہ نہ تھے اور باقیوں کو بھی گمراہ نہ کیا یہ علم ہونے کے باوجود کہ دجال صرف ایک ہی شخصیت کی عقل میں آئے گا اور وہ اس کا باب لد سے قتل کرے گا یعنی خالص اللہ کے عطا کردہ علم سے جس شئے پر دجل کا پردہ چڑھا ہوگا اور پوری دنیا کی انسانیت اس کو اپنا مسیحا سمجھ رہی ہوگی نہ کہ حقیقت یہ ہوگی وہ اس پر پڑے پردے کو چاک کر کے اس شئے کی اصل حقیقت دنیا کے سامنے واضح کر دے گا؟

کیا ایسے تمام کے تمام لوگوں پر یہ فرض نہ تھا کہ اپنے اپنے اٹکل پچو دوڑانے کی بجائے جتنی انہوں نے اس پر محنت کی اس سے کئی گناہ کم محنت اس شخصیت کی تلاش میں لگاتے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے واضح کہہ دیا تھا کہ دجال پر صرف اور صرف عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو ہی مسلط کیا جائے گا اور خود یہ فطرت پر قائم رہتے اور انسانیت کو بھی فطرت پر قائم رہنے کی تلقین و تاکید کرتے۔

کیا دنیا میں قائم نظام دجّال ہے؟

بعض لوگوں کا دجّال کے بارے میں نظریہ ہے کہ نظام ہی دجّال ہے۔ دجّال کے حوالے سے یہ نظریہ بھی درست نہیں ہے وہ اس طرح کہ اگر نظام ہی دجّال ہوتا کیا اس سے پہلے دنیا میں صرف ایک ہی نظام قائم تھا اور قائم رہا جس کے مقابلے پر آج ایک دوسرا نظام قائم ہو گیا۔ کیونکہ اس دجّال کو قرب قیامت آنا تھا اور اسی دجّال ہی کی وجہ سے قیامت قائم ہونی تھی یعنی دنیا تباہ ہونی تھی دنیا پر حیات کا خاتمہ ہونا تھا۔ اور اگر ہم نظام کو ہی دجّال قرار دیں تو پھر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ قریب کی ہی تاریخ کو اگر دیکھا جائے یعنی اگر رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سے ہی دیکھ لیا جائے تو دنیا میں ان کی بعثت سے پہلے بھی اسلام کے علاوہ اور نظام قائم تھے اور پھر بعثت کے بعد بھی جہاں اسلام قائم نہیں تھا وہاں آج تک اسلام کے علاوہ نظام قائم تھے اور قائم ہیں۔ اگر نظام ہی دجّال ہے تو پھر وہ تو شروع سے ہی موجود ہے۔ اس کا قرب قیامت آنے والی بات بے بنیاد ہو جاتی ہے اور پھر اس کے بارے میں تمام کی تمام روایات کا انکار کرنا پڑے گا۔

اور جو دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر نظام دجّال ہے اس کو ہٹا کر جسے ہم اسلام کا نظام سمجھے اسے قائم کر لیں اور ٹیکنالوجی اسی طرح دنیا میں رہے یعنی فرق صرف اتنا ہی سامنے آئے گا کہ پہلے یہ ٹیکنالوجی کفار کے ہاتھ میں تھی لیکن اب جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کے ہاتھ میں آ گئی تو کیا پھر دجال کا تصور ختم ہو جائے گا؟

نظام ہی دجّال ہے تو پھر کیا ٹیکنالوجی حلال ہو جائے گی؟

نظام ہی دجّال ہے تو پھر ٹیکنالوجی یعنی تمام جدید سائنسی ایجادات کو کس کھاتے میں ڈالا جائے گا؟

نظام ہی دجّال ہے تو کیا کبھی دنیا میں ایسا ہوا کہ نظام کی وجہ سے سال دنوں، مہینے ہفتوں، ہفتے دنوں کے برابر ہو جائیں؟ اور کیا یہ موجودہ نظام جب قائم ہوا تو کیا تب ایسا ہوا؟ وقت سکڑا؟

نظام ہی دجّال ہے تو کیا زمین کے خزانے اسلام کے علاوہ صرف ایک نظام ہی کی وجہ سے نکلے اور اگر ایسا ہے تو پہلے کیوں نہ نکلے؟

زمین اسلام کے علاوہ نظام سے اپنی نباتات اگاتی ہے؟
کیا نظام سے ہی بارشیں برسائی جاسکتی ہیں؟
کیا نظام سے کبھی وقت سکڑا؟ کہ سال مہینے جیسا ہو جائے، مہینا ہفتے جیسا، ہفتہ دن جیسا؟
اسی طرح کیا ان تمام روایات کو نظام پر منطبق کیا جاسکتا ہے جو دجّال کے بارے میں ہیں؟
یہ میرے چند سوالات ان سے ہیں جو نظام کو دجّال قرار دیتے ہیں اگر وہ مجھے ان چند سوالات کے جوابات دے دیں تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اس حوالے سے ان لاتعداد سوالات کے جوابات مل گئے جو اس حوالے سے میرے ذہن میں موجود ہیں۔

اسی طرح ان کے علاوہ بھی جو جو نظریات دجّال کے بارے میں قائم کیے گئے ان کی کسی بھی صورت قرآن وسنت سے تائید نہیں ہوتی۔ جیسے کہ مغربی اقوام کو دجّال اکبر قرار دیا جاتا ہے یا جو عیسائیوں و یہودیوں کے مذہبی پیشوا ہیں انہیں دجّال اکبر قرار دیا جاتا ہے۔
قرآن وسنت نہ صرف ٹیکنالوجی کے دجّال ہونے کے نظریے کی تائید کرتے ہیں بلکہ قرآن وسنت ہر لحاظ سے ٹیکنالوجی کو ہی دجّال قرار دیتے ہیں۔ یہی وہ ٹیکنالوجی ہے جس کی وجہ سے انسان یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ کائنات کا نظام اس کے ہاتھ میں آ گیا۔
اگر کوئی ذات ہے جو کائنات کی خالق اور نظام چلانے والی ہے تو وہ یہی وقت ہے جسے اس نے ٹیکنالوجی کی صورت میں حاصل کرلیا یوں وہ اس ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار ہو کر اللہ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے، ان میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے جب اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے ٹیکنالوجی کے ساتھ کیے ہوئے کرتوتوں کی حقیقت اس پر کھلتی ہے یعنی ٹیکنالوجی کیساتھ جو فساد اس نے کائنات میں کیا ہوتا ہے اس کا ردعمل جب اس کے سامنے آتا ہے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے۔
تب اسے اندازہ ہوتا ہے کائنات کا نظام چلانے والی اصل قوت یہ نہیں جسے اس نے ٹیکنالوجی کے ذریعے مسخر کرلیا بلکہ یہ قوت تو بذات خود کسی کی محتاج اور غلام ہے اس قوت کے پیچھے ایک ذات ہے جس نے اس قوت کو کائنات میں پھیلایا ہوا ہے۔ جس کے ذریعے کائنات میں عوامل وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔
اسی دجّال یعنی ٹیکنالوجی سے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا کہ تم یہ جو زمین کے اندر اور زمین کے گرد اللہ کی بچھائی ہوئی سات تہوں جنہیں سات آسمان کہا میں فساد کر رہے ہو رک جاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ بادلوں کا نظام بگڑ جائے گا، موسموں کا نظام بگڑ جائے گا۔ زمین کا نظام بگڑ جائے گا تب معاملہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا لیکن وہ نہیں مانے اور انجام سے قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے آگاہ کر دیا۔ قوم نوح کے پاس ٹیکنالوجی تھی اسی ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار ہو کر انہوں نے اللہ کی

کائنات میں چھیڑ چھاڑ کی اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لیکن ایک وقت تک تو انہیں ان کے مفادات حاصل ہوتے رہے لیکن جب فساد ظاہر ہوا تو ردعمل کو روکنے کی صلاحیت ان میں نہیں تھی۔

بلکل ایسا ہی قوم نوح کے علاوہ باقی پانچ قوموں نے بھی کیا اور ان کا انجام اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بیان کر دیا۔ ان کے پاس بھی یہی ٹیکنالوجی تھی جس کے ساتھ انہوں نے فساد عظیم برپا کیا۔ اور آج ہم بھی بلکل انہیں گزشتہ چھ قوموں کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے آج اس مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ اب جو کچھ فساد ہم نے کائنات میں کر دیا ہے اس کا ردعمل ظاہر ہونا شروع ہو چکا ہے اور ردعمل پر قابو پانا ہمارے بس سے باہر ہے لحاظہ اب ایک ہی صورت بچتی ہے کہ اپنے کیے کا مزہ چکھیں اور وہ وقت بلکل سر پر ہی آیا چاہتا ہے۔

یہ سب اسی ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہوا۔ یہی وہ دجّال ہے جس سے اللہ کے نبی محمد ﷺ نے ڈرایا اسی سے نوح علیہ السلام سمیت باقی رسولوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا۔

پورے کا پورا قرآن ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات کو ہی دجّال قرار دیتا ہے۔ اس ٹیکنالوجی سے ہی انسان خود کو خود کفیل سمجھتا ہے وہ اللہ کی محتاجی سے باہر آجاتا ہے وہ تمام کام جو اللہ نے اپنے ذمے لیے ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ کا محتاج رہتا ہے وہ تمام کام خود کرتا ہے۔ وہ اللہ پر توکل کرنے کی بجائے ٹیکنالوجی پر توکل کرتا ہے۔

خوراک ہو، صفائی کا سامان ہو، رہائش ہو، سفر کے ذرائع ہوں یا کوئی بھی ایسا کام جس کے لیے وہ ٹیکنالوجی کے وجود سے پہلے صرف اور صرف اللہ پر توکل کرتا اور صرف اللہ ہی کا محتاج ہوتا ہے لیکن جیسے ہی یہ ٹیکنالوجی یعنی وہ قوت حاصل ہوگئی جس کیساتھ وہ کام جو اللہ کے کرنے والے ہیں وہ خود کرنے کی استطاعت حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ پر توکل نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا محتاج نہیں رہتا۔ پھر وہ خود کو خود کفیل سمجھتا ہے۔ جب وہ اللہ کے کرنے والے کام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو کائنات میں فساد عظیم برپا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات کا خالق اللہ سبحان وتعالیٰ ہے اس لیے صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ اس نے کیسے کائنات کو خلق کیا، کیسے کائنات کا نظام چلایا جا سکتا ہے۔ کس کس مخلوق کا کس کس کیساتھ تعلق ہے۔ کوئی بھی کام کیسے کرنا ہے۔ اور وہ احسن طریقے سے کرتا ہے لیکن جب انسان اللہ کے کاموں میں شریک ہوتا ہے تو کائنات میں فساد ہی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس کائنات کا علم نہیں اور جن کے پاس ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔

پھر جتنی بھی روایات ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ہے جو ٹیکنالوجی پر منطبق نہ ہو سکے۔ بلکہ رائی برابر بھی کسی شک و شبے کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی ٹیکنالوجی کو دجّال کہا۔ اسے اس وقت

ایسے الفاظ میں بیان کیا جب اس ٹیکنالوجی کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے ایسے الفاظ استعمال کیے جو چونکا دیتے ہیں۔ بلکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اگر دجّال کہا تو وہ صرف اور صرف اسی ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات کو۔

اس ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات کے خالق قرآن نے یاجوج اور ماجوج کو قرار دیا ہے۔ یاجوج اور ماجوج جانتے ہیں کہ اگر دنیا کے کسی خطے میں ٹیکنالوجی کے بجائے اللہ پر توکل کیا جائے گا تو اس دجّل کا فریب دنیا پر کھل جائے گا۔ اللہ پر توکل کرنے والوں یعنی فطرت پر رہنے والوں کو بیماریاں نہیں ہوں گی، زندگیاں لمبی ہوں گی، زندگیاں انتہائی آسان ہوں گی، خوشحال ہوں گے، کوئی تباہی نہیں آئے گی، نہ زلزلہ، نہ طوفان، نہ سیلاب، نہ بے وقت بارشیں، خوراک خالص ہوگی، سوچ سمجھ رکھنے والے انسان ہوں گے۔ مخلوق کی بجائے اللہ کے غلام ہوں گے اور ان کے برعکس اللہ کی بجائے دجّال یعنی ہر معاملے میں ٹیکنالوجی پر توکل کرنے والوں میں لاتعداد بیماریاں، مصیبتیں، تکالیف، ہر سطح پر تباہیاں، آب وہواز ہریلی، انسان انسانوں کے غلام، رشتے ناطے کھوکھلے، فریب عام، موسموں میں تغیر وتبدل، زلزلے، آندھیاں سمیت لاتعداد خامیاں ہوں گی، کہیں مختلف بلوں کی فکر تو کہیں سرمایہ داروں کا خوف تو دجّال یعنی ٹیکنالوجی کا پول کھل جائے گا جس سے اسے خطرہ پیش آجائے گا۔ اس لیے اس خطرے کا پہلے ہی سدباب کیا جانا ضروری ہے جس کے لیے پوری کی پوری قوم کے پاس دجّال یعنی ٹیکنالوجی پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے گی۔ کہ اللہ کی بجائے ٹیکنالوجی کو ربّ بناؤ۔ جو ایمان لے آئیں گے تو ان پر دجّال یعنی اس ٹیکنالوجی کی جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ ٹیکنالوجی سے بارشیں، ٹیکنالوجی سے اگایا جائے گا، وقت کم سے کم اور پیداوار زیادہ سے زیادہ حاصل ہوگی، ٹیکنالوجی سے سفر کے ذرائع آرام دہ اور تیز رفتار ہوں گے، رہنے کے لیے گھر اسی ٹیکنالوجی پر ایمان لانے سے عالی شان محلات، نرم گرم گدوں والے، تزین و آرائش والے ہوں گے۔ سہولتیں ہی سہولتیں ہوں گی، آسائشیں ہی آسائشیں۔ یعنی جو دجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنائیں گے تو جب ٹیکنالوجی کا وجود نہیں تھا تب کے مقابلے میں آج جب ٹیکنالوجی کا وجود ہے دنیا کا تقابل کریں تو آج دنیا جنت نظر آتی ہے۔ اور ٹیکنالوجی کے بغیر دنیا پتھر کے دور میں جہنم نظر آتی ہے۔ تو اس پر ایمان لانے والوں کے لیے جنت ہوگی اور جو ایمان نہیں لائیں گے انہیں اس دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں ہوگا ان کے لیے یہ دنیا جہنم بنا دی جائے۔

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دجال کی جنت میں رہنے والوں سے پوچھیں تو ہر کوئی بے چین و بے سکونی کی کیفیت میں مبتلا ہو گا اور ان کے برعکس دجال کی جہنم جنگلوں اور پہاڑوں وغیرہ میں فطرت پر رہنے والوں کی زندگیاں پرسکون اور بے فکری سے

بھرپور ہوں گی۔ یوں دجال کی جنت نہ صرف آخرت میں حقیقی جہنم ہوگی بلکہ دنیا میں بھی یہ دجل کی جنت ہے نہ کہ جسے حقیقت میں دنیا بھی بھی یہ جہنم ہے جو دور سے تو بھلی نظر آتی ہے انسان اس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے لیکن جو اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ بے بس ولاچار ہو جاتا ہے آپ کسی بھی ایسے انسان سے پوچھ لیجئے جو ایسے جدید معاشروں میں مقیم ہے۔

دنیا کا کوئی بھی نظام اس ٹیکنالوجی کے وجود کے لیے خطرہ نہیں ہے سوائے اسلام کے۔ دین اسلام واحد ایسا دین ہے جو انسان کو مکمل طور پر اللہ کی غلامی میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے۔ صرف اور صرف اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن نے بار بار بلکل کھول کر واضع الفاظ میں فطرت پر قائم ہونے کا حکم دیا۔ یعنی قرآن نے کسی بھی لحاظ سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ قرآن بہت شدت کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ تمہارا خالق، مالک اور الٰہ اللہ کی ذات ہے۔ تم نے اسی کی غلامی کرنی ہے۔ دنیا میں تم ایک لمحہ بھی اس کی مرضی کے خلاف گزارنے کے حق دار نہیں ہو۔ قرآن صرف حکم نہیں دیتا بلکہ کائنات کی حقیقتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ کہ کائنات کا نظام کتنا پیچیدہ ہے اگر اللہ کے علاوہ اور کسی کی بھی مرضی کے مطابق کام کیا جائے گا تو تباہیاں آئیں گی مخلوقات کا قتل ہوگا۔ ان کے حقوق پامال ہوں گے۔ اس لیے تم نے دنیا میں صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرنی ہے۔ وہ تمہارا خالق ہے اسی کو علم ہے کہ تمہارے لیے کیا فائدہ منداور کیا نقصان دہ ہے اور وہ تمہیں خلق کرنے کے بعد غافل نہیں ہو گیا کہ اس نے تمہاری ضروریات ہی کو خلق نہ کیا ہو۔ بلکہ اس نے وہ سب کچھ اور احسن ترین خلق کر دیا جو تمہاری ضروریات ہیں۔ تم نے صرف اور صرف اس دنیا میں وہی کرنا ہے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تمہیں بھیجا گیا۔
دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے، چاہے کچھ بھی ہو جائے تم نے فطرت پر قائم ہونا ہے اور یہی اصل دین ہے۔ آج ہم دیکھیں کہ ہماری زندگیاں فطرت پر ہیں یا مصنوعی، آرٹی فیشلز پر چل رہی ہیں۔

اب اگر کوئی انسان ان باتوں کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو لیکن اگر وہ دنیا میں اسلام کے قیام کی بات کرے گا تو وہ مجرم کہلائے گا۔ بے شک ایسے لوگ دجّال کی حقیقت سے غافل ہوں۔ وہ اسلام کے قیام کی جدوجہد عملاً کسی بھی وجہ سے کریں یعنی اپنے نبی سے محبت کی وجہ سے یا انہیں یہ لگ رہا ہو کہ اللہ کی غلامی اسلام کا قیام ہی ہے۔ خواہ کوئی بھی وجہ ہو۔ انہیں بلکل بھی علم نہ ہو دجّال یعنی ٹیکنالوجی کی حقیقت کا اور خواہ وہ ٹیکنالوجی کو نہ صرف استعمال کر رہے ہوں بلکہ اسے اپنے لیے فائدہ مند تصور کرتے ہوں۔ لیکن اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں قائم کر لیا تو پھر کسی کو علم ہو یا نہ ہو اس دجّال یعنی ٹیکنالوجی کی موت ہر صورت یقینی ہو جائے گی۔

جب دین اسلام قائم ہوگا تو بے شک فوری طور پران پر دجّال کی حقیقت نہ کھلےلیکن زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ قرآن ان کو پتھر کے دور میں یعنی فطرت پر لا کھڑا کرے گا یوں دجّال کی موت ہی موت ہے۔

کافروں کا آخرت پر ایمان نہیں اور وہ دنیا چاہتے ہیں تو وہ کیسے چاہیں گے کہ دنیا سے ٹیکنالوجی کا خاتمہ ہو جائے۔ دنیا سے ٹیکنالوجی کا خاتمہ دنیا سے کافروں کی جنت کا خاتمہ ہے اور دنیا کافروں کے لیے جہنم بن جاتی ہے۔ کافروں سے مراد قطعاً صرف اور صرف وہ مراد نہیں جو یہود و نصاریٰ ہیں ان میں بھی مومن موجود ہیں لیکن بہت کم اور باقی اکثریت تو ہیں ہی ہیں بلکہ آج اکثریت ان کی بھی ہے جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان ایک گروہ کا نام ہے جیسے یہود و نصاری سمیت باقی مذاہب کے پیروکار الگ الگ گروہ ہیں۔ نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے اللہ کی کتاب صرف اسے مسلم کہتی ہے جس نے خود کو اللہ کے حوالے کیا ہو جو اللہ کی غلامی کرتا ہے۔ جس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، دوستی دشمن، معاشرہ نظام حتیٰ کہ چھوٹے سے چھوٹے عمل، اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی مرضی کے مطابق گزرتا ہے دنیا میں جتنے بھی ایسے انسان ہیں وہ مسلم ہیں۔ نہ کہ مسلم کسی مخصوص گروہ کا نام ہے جسے آج سمجھا جاتا ہے۔

تو جو لوگ بھی دین اسلام کے قیام کی بات کریں ان پر اسی ٹیکنالوجی سے تیار شدہ آگ برسائی جائے گی ان پر دنیا تنگ کر دی جائے گی۔ یہ ہے دجّال پر ایمان لانے کی دعوت کا ایک رخ، دوسرا رخ تو میڈیا ہے جو اس ٹیکنالوجی پر ایمان لانے کی دن رات دعوت دے رہا ہے۔ کوئی بھی کام ہو میڈیا اس کام کو انجام دینے کے لیے اللہ کی بجائے ٹیکنالوجی پر توکل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اب اگر پوری کی پوری دنیا زبان سے کلمہ پڑھ لے، وہ جسے آج صلاۃ کہا جاتا ہے یعنی نماز وہ نمازیں پڑھتی رہے، جسے آج زکاۃ کہا جاتا اور سمجھا جاتا ہے اس طرح زکاتیں دیتی رہے، روزے رکھتی رہے، حج کرتی رہے انہیں کوئی پرواہ نہیں اس کے لیے کفار آپ کو خود نہ صرف مسجدیں بھی بنا کر دیں گے بلکہ جو کچھ بھی آپ کو درکار ہو گا کسی بھی سطح پر وہ آپ کو مہیا کریں گے کیونکہ اس سے دجّال کو کوئی خطرہ نہیں، ایسے لوگوں کا زبانی دعویٰ تو اللہ کے ربّ ہونے کا ہو گا، دن رات اسی کا ورد کریں گے لیکن حقیقت میں انہوں نے نہ صرف عملاً دجّال کو ربّ تسلیم کیا بلکہ وہ دجّال کی غلامی پر اپنے دل و جان سے خوش ہیں۔

لیکن اگر دین اسلام وہ دین جو تمام انبیاء لے کر آئے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس کی بات کی تو تم مجرم ہو، تم دہشت گرد ہو، تم خوارجی ہو، تم کافر ہو تم انسان ہی نہیں ہو، تمہارا زندہ رہنا جرم بن جائے گا۔

دجّال انہیں پر اپنی آگ برسائے گا جو اس کی اس معاشرتی سطح پر دعوت کا کفر کریں گے اور اس کی تکذیب کریں گے لیکن اس کے برعکس اگر کسی انسان پر دجّال واضح ہو جاتا ہے اور وہ اس کے منہ پر تھوک دیتا ہے تو دجّال اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دجّال کے منہ پر تھوکنے سے مراد کہ جب کسی پر دجّال کی حقیقت واضح ہو جائے تو وہ پھر ٹیکنالوجی کی بجائے اللہ پر توکل کرے۔ اپنی زندگی کو فطرت پر لے آئے تو یہ ٹیکنالوجی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ جب تک کہ وہ اس گروہ کا حصہ نہ بن جائے جو دجّال کے لیے اصل خطرہ ہے اور وہ گروہ صرف اور صرف وہی ہے جو اللہ کی رضا کی خاطر اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام دین اسلام کے دوسرے بنیادی رکن صلاۃ کے قیام کی خاطر قتال کرتا ہے۔

جب تک دنیا میں امام یعنی خلیفہ نہ ہو تب تک تو انسان پر انفرادی سطح پر دجّال سے بچنا فرض ہے۔ دجّال سے بچنے کے لیے وہ ایسی جگہ بھاگ جائے گا جو فطرت پر ہے۔ لیکن جب امام یعنی خلیفہ موجود ہو تو پھر اس پر نہ صرف دجّال سے انفرادی سطح پر بچنا فرض ہے بلکہ اس پر خلیفہ کی بیعت اور اس کی دجّال کے خلاف نصرت ہر صورت فرض ہو گی۔ اس کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا حق پہنچ جانے کے بعد۔

سوالات والی عبارتیں

سوال۔ اگر ٹیکنالوجی دجّال ہے، گاڑیاں، ہوائی جہاز، ٹرینیں، سمندری جہاز وغیرہ دابہ ہیں اور یہ سب حرام ہے تو پھر یہ سب تو خلافت میں بھی استعمال کیا جا رہا ہے اور وہ لوگ بھی استعمال کر رہے ہیں جو مومن ہیں۔ جب حرام ہے تو یہ سب کیوں استعمال کر رہے ہیں۔

جواب۔ یہ عام سا سوال ہے جس کو بنیاد بنا کر بہت سے لوگ سادہ لوح اور کم فہم لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ماضی میں بھی اسی طرح کے سوالات کا سہارا لیکر لوگوں کو حق سے دور کیا جاتا رہا۔ ہمیں کسی بھی معاملے میں قیاس، ظن یا اپنی عقل سے کام لینے کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ ایسا ممکن ہی نہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کسی بھی سوال کا جواب نہ دیا ہو۔ کیوں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بلکل کھول کر واضع کر دیا۔

لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا. الاسراء ٨٩

اور تحقیق کہ ہم نے ہر طرف سے پھیر پھیر کر بیان کر دیا اس قرآن میں سب کچھ، پس انکار کیا انسانوں کی اکثریت نے مگر ناشکری۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. الكهف ٥٤

اور تحقیق کہ ہم نے ہر طرف سے پھیر پھیر کر بیان کر دیا اس قرآن میں سب کچھ، اور تھا انسان اکثریت معاملات میں جھگڑا کیا۔

جب قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کی مثل بیان کر دی تو ہمیں کسی بھی معاملے میں پریشانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ آج یہ بات بہت عام کر دی گئی ہے کہ قرآن میں سب کچھ نہیں ہے۔ اور ایسا نظریہ وعقیدہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے کلام کا کفر ہے۔ اگر ہمیں کسی معاملے کا حل، کسی سوال کا جواب قرآن میں نہیں ملتا تو اس کی وجہ ہماری سوچ وفکر میں کمی ہے نہ کہ قرآن اس کے جواب اور حل سے خالی ہے۔

قرآن میں سود، شراب، زنا، چوری، قتل وغیرہ سمیت کئی منکرات کا ذکر آیا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ قرآن شروع ہی ان آیات سے ہوا جن میں حرمات کا اعلان ہو۔ یعنی قرآن کی سب سے پہلی آیت یہ نہیں ہے کہ سود نہ کھاؤ، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان سے پہلے جو کام کرنے فرض کیے پہلے ان کا حکم دیا جب وہ کیے جائیں گے تو خود بخود نہ صرف ان کی بھی باری آئے گی بلکہ ان کا وجود خود ہی ختم ہو جائے گا۔

مثلاً اگر چوری سے روکا گیا تو پہلے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسا نظام صلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا جو چوری کے تمام رستے ہی بند کر دے کسی کو چوری کی نوبت ہی پیش نہ آئے نہ ہی کسی کے لیے چوری کرنے کا کوئی عذر باقی رہے اس کے باوجود اگر کوئی چوری کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ایک انسان اپنے بیوی بچوں سمیت کئی دنوں سے بھوکا ہے اور وہ چوری

کرے گا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ ہرگز نہیں بلکہ پہلے چوری کے تمام رستے بند کیے جائیں گے۔اس کے باوجود اگر کوئی چوری کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا۔

یہی اسلوب نہ صرف قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنایا بلکہ ہر لحاظ سے اسی طرح راہنمائی کی۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہی مثال لے لیجئے جو کہ ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ سود حرام ہے، خمر یعنی الکوحل، نشہ آور جسے ہم عرف عام میں شراب کہتے ہیں حرام ہے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی علم تھا کہ خمر حرام ہے، سود حرام ہے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے خمر کی حرمت کا اعلان ہجرت کے چار سال بعد کیا۔

یعنی نبوت کے پندرہویں سال۔تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پندرہ سال خمر جسے ہم عرف عام میں شراب کہہ دیتے ہیں حلال تھی؟

شراب تو ہے ہی حرام وہ حلال کیسے ہوسکتی ہے۔تو پھر کیا نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے جان بوجھ کر پندرہ سال حرام کام ہونے دیا؟ یا انہوں نے نبوت کا حق ادا نہیں کیا؟

اسی طرح سود کو لے لیجئے جو کہ شراب سے کئی گناہ بڑا گناہ ہے۔جس کی حرمت کا ذکر اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن انتہائی سخت الفاظ میں کیا

پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو ہی لے لیجئے جن کا مفہوم درج ذیل ہے۔

کہ سود لینے والا، دینے والا، لکھنے والا اور اس کی گواہی دینے والا سب کا گناہ برابر ہے اور جو سب سے کم درجہ ہے گناہ کا وہ سگی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف ہے۔

یعنی ایک طرف اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ خود اپنی زبان سے سود کے بارے میں اتنے سخت الفاظ استعمال کررہے ہیں اور دوسرے طرف سود کی حرمت کا اعلان نبوت کے آخری سال کیا یعنی ۲۳ سال تک آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے سود کھایا جاتا رہا۔اصحاب رسول کی بڑی تعداد سود کھاتے رہے۔تو ایسا کیوں؟

کیا اس وجہ سے سود حلال ہو گیا؟

نہیں بلکہ جیسے شراب اور سود کی حرمت نبوت کے کئی سال بعد واضع کی گئی اسی طرح تمام کے تمام حرام کاموں کو یکے بعد دیگرے ختم کیا گیا ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ پہلے دن ہی سب کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا بلکہ جب ہم کسی بھی شیئے میں غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر شیئے کا اپنا اپنا مقام ہے جب تک ہر شیئے کو اس کے مقام پر نہیں رکھا جائے گا تب تک فائدے کی بجائے

نقصان ہی ہوگا۔

شراب کی حرمت کے اعلان سے پہلے جو کام پہلے کرنے درکار تھے جب وہ مکمل کر لیے گئے پھر جا کر شراب کی باری آئی یعنی معاشرہ اس سطح پر پہنچا جہاں جا کر شراب کا استعمال ختم کر دیا جائے گا تب جا کر اس کا اعلان کیا گیا یعنی اگر سادہ اور آسان الفاظ میں بات کی جائے تو پہلے کسی بھی شئے کا متبادل لایا جاتا ہے اس کے بعد اس شئے کو ترک کیا جاتا ہے۔

اسی طرح جب تک وہ تمام کام نہ کر لیے گئے جو سود سے پہلے کرنے لازم تھے تب تک سود چلتا رہا لیکن جب اس سے پہلے کے تمام کام کر کے سود کا متبادل لایا گیا تب جا کر سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔

دین جذبات کا نام نہیں اور نہ ہی صرف علم فائدہ مند ہوتا ہے۔ جب تک انسان کے پاس حکمت نہیں ہوگی تب تک انسان کا علم اس کے لیے فائدے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ بلکہ اسی طرح کسی کی خواہشات کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی کام نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی جذبات سے بلکہ جیسے اللہ کی کتاب حکم دے جس ترتیب سے دے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق عمل کیا جائے گا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر خلافت اور اس سے باہر جو بھی ایسے مومن ہیں جن کے پاس ان کی حرمت کا علم ہے وہ بغیر کسی اللہ کے ہاں قابل قبول عذر کی اپنی زندگیوں میں ان اشیاء کا استعمال نہیں کر سکتے یہ ان پر حرام ہے مگر جب کہ انسان حالت اضطرار میں ہو یعنی حرام کے علاوہ کچھ اور موجود ہی نہ ہو۔ ایسی صورت حال میں بھی جو کم سے کم حرمت والا ہو وہ اور وہ بھی کم سے کم استعمال کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ ان تمام اشیاء کو اللہ کے دین کے قیام کی خاطر استعمال کرنا یعنی کفار کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کرنا نہ صرف قرآن اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اس کے استعمال کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن وہ بھی اللہ سبحان وتعالیٰ کی حدود میں رہتے ہوئے۔

اگر کسی بھی مومن کو اللہ سبحان وتعالیٰ کوئی نعمت دیتے ہیں خواہ وہ حلال ہو یا حرام ہو وہ اس کے لیے اپنے رب کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ کہ آیا وہ شکر کرتا ہے یعنی اسے اس مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے جس مقصد کے لیے اسے دی گئی یا کفر کرتا ہے یعنی جس مقصد کے لیے دی گئی اس کے علاوہ اور مقاصد کے لیے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

اس لیے جہاں اللہ سبحان وتعالیٰ نے جس حد تک اجازت دی ہمیں اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قطعاً نہیں پھلانگنا چاہیے۔ اور نہ

ہی خلافت میں کوئی شئے استعمال ہونے سے حلال ہو جاتی ہے۔
جیسے جیسے اللہ کا دین قائم ہوتا جائے گا ان تمام اشیاء کو ویسے ویسے ترک کیا جائے گا۔اور جب دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے تو پھر کوئی ایک بھی ایسی شئے جو حرام ہے اسے کسی بھی سطح پر اختیار کرنا ہر صورت حرام ہی ہو گا اس کی قطعاً اجازت نہ ہو گی۔اس لیے اگر خلافت میں کوئی ایسا کام ہوتا ہے جو حرام ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ حرام کو حلال سمجھ رہے ہیں یا وہاں وہ کام ہو رہا ہے تو اس وجہ سے وہ حلال ہو گیا۔بلکہ اگر وہاں ایسا کام ہو رہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی عام سطح پر اس کی حرمت کے اعلان کا وقت نہیں آیا بلکہ اسی طرح جیسے محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر حرام کی حرمت کا اعلان اس کے وقت آنے پر کیا جب تک عام سطح پر حرمت کا اعلان نہ کیا گیا تب تک وہ کام جن کے پاس علم نہیں تھا ان میں کسی نہ کسی سطح پر ہو رہا تھا لیکن جب اس کی حرمت کے اعلان کا وقت آ گیا تو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔
اس کے علاوہ مثلاً اگر کوئی کام خلافت میں ہو رہا ہو اور اس کی حرمت کا اعلان ناگزیر ہو چکا ہو یعنی بغیر کسی قابل قبول عذر کے حرام کام ہو رہا ہو تو اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ وہ دوسروں کے لیے حلال ہونے کی دلیل بن گیا بلکہ یہاں آپ اس واقعہ کو یاد کر لیں جب عمر فاروق رضی اللہ کو ایک بوڑھے صحابی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمعے میں اپنی تلوار نکال کر لہراتے ہوئے کہا تھا کہ اے عمر اگر ہم تم میں ٹیڑھ پائیں گے تو میں تجھے اپنی اس تلوار سے سیدھا کروں گا۔وہاں اس موقعہ پر ہرگز ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے کہا ہو کہ اے عمر آپ تو خلیفہ ہیں ہم پر آپ کی اطاعت فرض ہے تو جو بھی آپ کہیں یا کریں گے ہم اسے من و عن تسلیم کر لیں گے۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بار بار واضح کر دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں۔ اللہ کی مشیت میں کسی کی اطاعت ہو گی نہ کی اللہ کی معصیت میں۔اگر آپ نے اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت کی تو آپ نے اللہ کے علاوہ اس کو الہ بنا لیا۔اس لیے خلافت میں اگر کوئی ایسا کام ہوتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آپ کے لیے حلال ہونے کی دلیل بن گیا بلکہ ایسا موقعہ ان لوگوں کے لیے آزمائش کا موقعہ ہوتا ہے جن کو اللہ نے علم دیا ہوتا ہے کہ آیا وہ ایسے موقعہ پر امراء کی اصلاح کرتے ہیں یا پھر اس کے برعکس کرتے ہیں، ان کے اس فعل پر راضی ہوتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی یہ آزمائش ہوتی ہے کہ جو صرف اللہ کی غلامی کا دعویٰ کرنے والے ہوتے ہیں کہ آیا وہ اس موقعہ پر اللہ کی غلامی کو اختیار کرتے ہوئے ایسے کسی فعل کو ترک کرتے ہیں یا پھر اپنی خواہشات کو الہ بناتے ہوئے اسے انجام دیتے ہیں۔ یہ ایسی آزمائشیں ہوتی ہیں جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ حق میں سے باطل کو نکال کر اسے خالص بنا دیتے ہیں لیکن جب نفاق بڑھ جائے اور دعویٰ مومن ہونے کا ہو تب ایسی حکومتیں،قومیں وغیرہ زوال پذیر اور اللہ کے غضب کا شکار ہو جاتی ہیں یہی وجہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے تیس سال بعد پیش آتی رہی اور امراء کی اصلاح کی بجائے ان کی ایسے اعمال میں تائید کی جاتی رہی اور آج اس کے نتائج ہم اپنی

آنکھوں سے پوری دنیا میں فساد کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔

ایک عام سا سوال ہے جو تقریباً ہر اس خاص وعام کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے کفار و منافقین بھی پروپیگنڈا کریں گے تاکہ لوگوں کو حق سے دور کیا جائے۔ کہ اگر خام تیل زمین کا خون ہے، یہ اللہ کے غیب میں سے ہے، اس کا نکالنا فساد ہے اس کے نکالنے والے یاجوج اور ماجوج ہیں تو پھر یہی کام خلافت میں ہو رہا ہے جس وجہ سے وہ بھی یاجوج اور ماجوج، مفسد اور اللہ کے غیب کا کفر کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پر کچھ لوگ یہ بھی دعویٰ کریں گے کہ یہ سب حلال ہے جائز ہے ٹیکنالوجی کوئی دجال نہیں اگر ٹیکنالوجی دجال ہوتی اور خام تیل نکالنا حرام ہوتا تو کیا خلافت میں یہ سب کیا جاتا؟ جب وہاں یہ سب ہو رہا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ سب حلال ہے اور یوں کم علم عوام کی کثیر تعداد ایسے لوگوں ایسے لوگوں جو کہ اولیاء الشیاطین ہیں کے وسوسے کا شکار ہو جاتی ہے۔

اس سوال کا جواب کوئی مشکل نہیں ہے سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے تیئیس سال تک سود کھایا جا رتا رہا تو کیا اس وجہ سے سود حلال ہو گیا؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی کہا کہ سود حلال ہے؟ ایسا ہمیں کہیں نہیں ملے گا بلکہ حقیقت تو یہ تھی اور ہے کہ سود بلا شک وشبہ حرام ہے لیکن کسی وجہ سے حرام ہے اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ سود انسانوں میں رزق کے توازن کو بگاڑ دیتا ہے جس وجہ سے کچھ لوگ امیر سے امیر تر اور غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں اور یوں امیر کچھ بھی نہیں کرتے اور وہ غریبوں کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں یوں انسان دنیا میں آنے کے اصل مقصد سے غافل اللہ کی بجائے انسانوں کا غلام بن جاتا ہے۔ معاشرے کو یعنی صلاۃ کو ایسی خامی سے پاک کرنے کے لیے سود کو حرام قرار دیا گیا اس لیے جب تک ایسا معاشرہ ایسا نظام یعنی صلاۃ کا قیام عمل میں نہیں آجاتا تب تک سود کی حرمت کے اعلان کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہی وجہ تھی جس وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ نے پہلے وہ صلاۃ قائم کی جس کا حکم تھا یعنی ایک نظام ایک معاشرہ قائم کیا اس کے بعد جا کر جب وہ نظام مکمل ہو گیا تو سود کی حرمت کا اعلان کیا نہ کہ اس سے پہلے۔

بلکل اسی طرح آپ کو خلافت کی طرف سے یہ فتویٰ نہیں ملے گا کہ وہ زمین سے خام تیل کے نکالنے کو حلال کہیں یا ٹیکنالوجی یعنی ان جدید سائنسی ایجادات کو حلال کہیں، انسانیت کے لیے فائدہ مند کہیں۔ اور اگر وہاں یہ سب ہو رہا ہے اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ابھی نظام خلافت یعنی صلاۃ اس سطح پر نہیں پہنچی یعنی ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کی حرمت کا اعلان کیا جائے بلکہ درجہ بدرجہ جیسے جیسے سد باب ہوتا جائے گا ویسے ویسے ان منکرات کو ترک کیا جاتا رہے گا۔

ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات اپنی ذات میں دجال نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی ذات میں اللہ کے مقابلے پر اللہ کے ساتھ شریک بنتے ہوئے انسان کی تخلیقات ہیں جن کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی لیکن فائدے نقصانات کی نسبت بہت کم ہیں اور نقصانات بہت زیادہ۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آج انسان طرح طرح کے عذابوں، مصیبتوں، بیماریوں، زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں وغیرہ کا شکار ہے۔ یہ انسان کی دنیا و آخرت کی تباہی و ہلاکت کا سبب ہے لیکن اس کی اس حقیقت پر پردہ ڈال کر اس کو مسیحا بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور یہی دجل اور اس کا دجال ہونا ہے۔ یہ مسیحا نہیں بلکہ انسان کی دشمن ہے لیکن اس کے باوجود انسانیت اس کو اپنا مسیحا سمجھتی ہے یہی اس کا دجال ہونا ہے۔ جس پر اس کی حقیقت کھل جائے اس کے نزدیک دجال کا قتل ہو جاتا ہے یعنی اس کے نزدیک یہ مسیحا نہیں بلکہ دشمن ہے دنیا و آخرت میں تباہی کا سبب اللہ کے غضب کا سبب ہے۔ تو ایسا انسان اس کو اگر استعمال کرے گا تو وہ اس کو اپنا مسیحا نہیں بنائے گا بلکہ وہ فطرت سے قریب تر ہوگا اللہ کو اپنا رب بنائے گا یعنی اللہ کی خلق کردہ ضروریات سے اپنی زندگی گزارے گا اور اس ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات کا استعمال اسی دجال، کفر و شرک کے خاتمے کی خاطر کرے گا بلکل ایسے ہی جیسے سلیمان علیہ السلام نے اسی ٹیکنالوجی کو استعمال کر کے دنیا کو اس دجال سے پاک کیا اور پاک کر کے بعد یا اس دوران انہوں نے اس کو اپنا رب نہیں بنایا بلکہ رب صرف اور صرف اللہ کی ذات کو بنایا لیکن اس کا استعمال اسی کے خلاف کیا، انھی یاجوج اور ماجوج کے خلاف اسے استعمال کیا۔ بلک آج بھی اسی طرح اگر خلافت میں خام تیل نکالا جا رہا ہے تو اس لیے کہ تا کہ اس کو اسی اللہ کے دشمن کے خلاف استعمال کرنے کے لیے نہ کہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اس کے باوجود اگر کچھ لوگ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں تو وہ نہ صرف اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کرتے ہیں بلکہ وہ باقی لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے ایک آزمائش کی شکل ہوتے ہیں کہ آیا باقی بھی ان کی اتباع کرتے ہیں یا وہ اللہ کی غلامی اختیار کرتے ہوئے جو اللہ نے حکم دیا وہ کرتے ہیں۔

خلیفۃ المومنین الامام المھدی ابوبکر البغدادی علیہ السلام کی ذات کو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ آج تک صرف ایک ہی بار کیمرے کے سامنے آئے وہ بھی ضرورت کا تقاضہ تھا اگر وہ نہ ہوتا تو ایک بار بھی نہ آتے کیونکہ ان کو علم ہے کہ اس ٹیکنالوجی کا استعمال اپنی خواہشات کے پورا کرنے کے لیے نہیں بلکہ بطور ہتھیار استعمال کرنا ہے۔ حالانکہ پوری دنیا میں ہر وقت ایسی خبریں گردش کرتی رہتی ہیں کہ خلیفہ کی وفات ہو چکی وہ قتل کر دیئے گئے اس کے باوجود وہ اس کیمرے کا استعمال نہیں کرتے آخر کیوں؟ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنی حفاظت کے مدنظر کیمرے کا استعمال نہیں کرتے تو یہ انتہائی بیوقوفانہ بات ہوگی اس لیے کہ جب وہ ایک بار کیمرے کے سامنے آچکے تو پھر کونسی حفاظت؟ کیا کسی براہ راست نشر ہونے والے پروگرام میں شرکت کے لیے

کیمرے کے سامنے آنا ہے جو ایسا کوئی تحفظ ہو؟ وہ تو کہیں بھی ویڈیوں ریکارڈ کر کے کہیں سے بھی اپلوڈ کی جاسکتی ہے جیسے باقی سینکڑوں ویڈیوز اپلوڈ ہو رہی ہیں۔

خلافت میں اگر کیمرے اور انٹرنیٹ کا استعمال ہو رہا ہے تو ہمیں ہر گز یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ کس مقصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ آیا اللہ کے دشمنوں کے خلاف بطور ہتھیار یا پھر اپنی خواہشات کی اتباع میں؟

اس لیے صرف اور صرف اللہ کی غلامی اختیار کیجئے آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے چلنے کی بجائے اللہ نے آپ کو جو آنکھیں، کان اور دل دیئے ان کا استعمال کیجئے جس مقصد کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں دیں جو انہیں اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرتے اللہ نے انہیں قران میں ایک مقام پر جانور قرار دیا تو دوسرے مقام پر اندھے، بہرے، تیسرے مقام پر مردے قرار دیا تو وہیں چوتھے مقام پر قبروں میں قرار دیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے جتنا غور وفکر پر زور دیا ہم اتنا ہی اس سے دور بھاگتے ہیں اور دوسرے کی اتباع میں لگے رہتے ہیں اللہ کی ملامت کی بجائے دنیا والوں کی ملامت کی پرواہ کرتے ہیں۔

آخر میں ان تمام مومنوں کو دعوت ہے جو انجینئرنگ کے شعبے سے تعلق رکھتے ہوں۔ جو کسی بھی قسم کے اسلحہ، بارود، راکٹری، جہازوں کی ٹیکنالوجی وغیرہ کا علم رکھتے ہیں وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ہجرت کر کے خلافت کی مبارک سرزمین پر پہنچیں اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں اگر اس معاملے میں فضیلت دی ہے تو اسے اس مقصد کے لیے استعمال کریں جس مقصد کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں یہ فضیلت دی۔ خلافت اسلامیہ کی طرف جلد از جلد ہجرت کریں اور اللہ کے دین کی نصرت کریں۔ آپ مومن بھائیوں کی اس وقت اشد ضرورت ہے جان لیں اگر آپ نے اس ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو اللہ سبحان وتعالیٰ غنی ہے۔ نقصان آپ اپنا ہی کریں گے۔ اگر آپ اس ذمہ داری کو پورا کریں گے تو یہ آپ کے لیے بہت بڑے اجر حسن کا باعث ہوگی ورنہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی جگہ اوروں سے وہی کام لیں گے اور یہ محرومی آپ کے لیے بڑا خسارے والا سودا ہوگا۔

کل کو اگر الامام المھدی ابوبکر البغدادی میں بھی کوئی ٹیڑھ اگر نظر آیا اور علم کے باوجود یا علم آجانے کے باوجود انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو میں ایسے انسانوں میں سے نہیں ہوں گا جو آنکھیں بند کر کے ان کی اطاعت کرتے رہیں بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے مجھے جس حد تک استطاعت دی اور مکلّف بنایا اس حد تک میں ان کا ٹیڑھ پن دور کرنے کی کوشش کروں گا کیونکہ اطاعت صرف اور صرف اللہ کی مشیت میں ہے نہ کہ معصیت میں۔ اور اگر کچھ کام ایسے ہو رہے ہوں جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ کی حدود سے تجاوز ہو رہا ہو تو میں آنکھیں بند کر کے ان کاموں کی حمایت نہیں کر سکتا بلکہ ان کی اصلاح کے لیے اپنا فرض ادا کروں

گا جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے مجھ پر عائد کیا۔

مجاہدین کا ٹیکنالوجی کو حرام نہ سمجھنا

بہت سے لوگوں کا سوال ہوتا ہے کہ بہت سے مجاہدین، خلافت کے مجاہدین بھی ایسے ہیں جو ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ ٹیکنالوجی کو حرام نہیں سمجھتے اور نہ ہی اسے دجّال سمجھتے ہیں۔ ٹیکنالوجی سے بنی خوراک استعمال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو کیا وہ بھی دجّال کی غلامی کر رہے ہیں؟

مجھے نہیں لگتا کہ اس سوال یا اس کے علاوہ کسی بھی قسم کے کسی سوال کی اب گنجائش رہتی ہے یا جس کا جواب واضع نہ ہو چکا ہو۔ لیکن اس کے باوجود یہ سوال جو کہ تقریباً ہر خاص و عام انسان اٹھاتا ہے اس لیے الحمدللہ، اللہ کے فضل سے میں اس کا جواب بھی یہیں واضع کر دیتا ہوں۔

یہ سوال ایک سے زائد سوالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی ہو اگر وہ حرام کام کر رہا ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ وہ حرام کام کر رہا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اسے جائز و حلال سمجھ کر کر رہا ہوتا ہے یا اگر اسے اس کی حرمت کا علم ہوتا ہے تو وہ مجبوراً ایسا کر رہا ہوتا ہے۔ مگر اس سے ہرگز یہ دلیل قائم نہیں ہوگی کہ وہ شئے اس کے استعمال کرنے سے حلال ہو جائے گی۔ بلکہ اس پر علم و حکمت کیساتھ اس شئے کی حرمت واضع کی جائے گی۔ جن کو ہم مجاہدین کہتے ہیں وہ کوئی انبیاء تو نہیں جن کا ہر عمل ہمارے لیے حجت اور قابل اتباع ہو اس لیے ان کی اصلاح کی جائے گی نہ کہ ان کی ایسے کاموں میں حوصلہ افزائی کر کے ان کی اور اپنی دنیا و آخرت کو خراب کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ تو بات تھی انفرادی سطح تک۔ اس کے برعکس معاشرتی سطح پر کسی بھی شئے کی حرمت کا اعلان تب ہی کیا جائے گا جب اس کا وقت آئے گا۔ وقت سے پہلے کسی بھی کام کا کرنا حکمت کے نہ ہونے کی علامت ہوتی ہے اور اس کا فائدے کی بجائے نقصان ہی ہوتا ہے خواہ کوئی کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہو۔ اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہی لے لیجئے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے سب سے سخت ترین گناہ سود کو قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی جو الفاظ سود کی حرمت

کے حوالے سے بیان کیے ہیں وہ کسی اور شئے کے بارے میں استعمال نہیں کیے۔لیکن اس کے باوجود ۲۳ سال تک رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے سود کھایا جاتا رہا اور سود کی حرمت کا اعلان نبوت کے آخری سال سب سے آخر پر کیا گیا۔حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے سود کی حرمت کا علم ہی نہ تھا۔بلکہ اللہ کے نبی کو علم تھا۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی علم تھا اسی لیے انہوں نے سود نہ کھایا اور جیسے جیسے جس جس صحابی کو سود کی حرمت کا پتا چلا اس نے سود چھوڑ دیا۔لیکن یہ انفرادی سطح تک تھا۔کہ جب جب جس جس کو اس کا علم ہوا اس نے ترک کر دیا کیوں کہ اس تک علم آ گیا ہے اس کے باوجود اگر وہ ترک نہیں کرتا تو اس پر اس کا گناہ ہوتا۔لیکن معاشرتی سطح پر جب تک کہ اس سے پہلے کیے جانے والے کام مکمل نہ کر لیے گئے سود کا متبادل نہ لے آیا گیا۔تب تک سود کی حرمت کا اعلان نہیں کیا گیا۔

بلکل اسی طرح ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنے ایسے تمام بھائیوں تک علم وحکمہ کی روشنی میں پیغام پہنچائیں۔اور پھر ایسا ممکن ہی نہیں کہ جب ان پر حق واضع ہو جائے تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کریں۔جنہوں نے دجّال کی جنت کو ترک کر کے اس کی جہنم کو اپنایا خواہ اس کی وجہ کوئی بھی بنی ہو لیکن ایسے ایمان والے مخلص ہیں۔جیسے ہی ان پر حقیقت کھلے گی ویسے ہی وہ اسے ترک کر دیں گے۔اور یہ تو معاملہ ہے انفرادی سطح تک۔

رہی بات معاشرتی سطح پر تو خلافت کے امراء کو دجّال کی حقیقت کا بخوبی اندازہ ہے خواہ ان کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔لیکن وہ کوئی بھی کام چاہ کر بھی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں جس منصب سے نوازا ہے اگر وہ اس کا حق ادا کریں گے تو اس منصب پر قائم رہیں گے اور اگر وہ اپنی ذمہ داری کو پہچان کر پورا کرنے کی بجائے سستی سے کام لیں گے تو اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے جگہ دوسروں کو لے آئیں گے۔تو بات یہ تھی کہ وہ چاہ کر بھی اپنی مرض کا استعمال نہیں کر سکتے۔وہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کی سنت کے پابند ہیں وہ اللہ کے غلام ہیں۔اس لیے وہ علم وحکمت کیساتھ جو جو کام کرنے والے ہیں پوری حکمت کیساتھ انہیں انجام دے رہے ہیں۔ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب پورے کا پورا مدینہ (جہاں اللہ کا دین "خلافت" قائم ہے) دجّال سے پاک نہیں ہو جاتا بشرطیکہ اتنا وقت موجود ہو جو کہ اب نہیں ہے۔

بشرطیکہ وقت موجو ہو جو کہ نہیں ہے عنقریب جب وہ وقت آئے گا جب دنیا دجّال سے پاک اور مکمل طور پر فطرت پر ہوگی۔تب اس کی حرمت کا معاشرتی سطح پر بھی اعلان ہو چکا ہوگا اور اس کی حرمت کے اعلان کے بعد اگر کوئی اللہ کی بجائے دجّال پر توکل کرے گا تو اس کا انجام مشرک ہی کی طرح ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی واضع کرنا ضروری ہے جیسا کہ پیچھے بیان کیا کہ ہر کام قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جائے گا تو اگر کسی کے

ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ معاشرتی سطح پر بے شک ابھی اعلان کرنے کا وقت نہیں آیا مگر تمام مجاہدین کو تو اس سے آگاہ کر دینا چاہیے۔ تو اس کا جواب واضح تو ہو چکا لیکن پھر دوبارہ واضح کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ابھی ضروری نہیں کیونکہ یہ ایسا معاشرتی سطح پر ہی ہونا لازم ہے جب وقت آئے گا۔ اس لیے کہ تمام کے تمام مجاہدین کی علمی سطح اور ذہنی سطح اس درجے پر ہونا ممکن نہیں کہ انہیں اس سے آگاہ کر دیا جائے۔ بلکہ مجاہدین میں بھی جیسے عام لوگ ہوتے ہیں اس طرح ہر سطح کے علمی و ذہنی درجے کے لوگ شامل ہیں۔ اور جب ہم مجاہد اور غیر مجاہد کا لفظ استعمال کریں گے تو اس کی بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں قطعاً اجازت نہیں دی۔ ہر وہ انسان جو ایمان لاتا ہے جہاد کرے گا تو وہ مقصد پورا ہو گا جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے دنیا میں بھیجا گیا۔ البتہ رہی بات قتال کی تو وہ بھی تمام مومنوں پر فرض ہے۔ اس لیے مجاہد اور مومن میں فرق کرنا یہ جہل پر مبنی ظن کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اس لیے ہر کام اللہ کے حکم کے عین مطابق اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق کیا جائے گا۔ ورنہ جو مومن دجّال کی حقیقت واضح ہونے سے پہلے ہی دجّال سے بچے ہوئے ہیں اس سے دور ہیں فطرت پر زندگی گزار رہے ہیں انہیں خوامخواہ دجّال کی تفصیلات میں گھسیٹا جائے گا تو اول تو یہ بے وقوفی ہو گی اور دوم اگر ان میں سے کوئی مومن ایسا ہوا جس کے لیے اسے سمجھنے میں مشکل ہو گی تو اس کے لیے یہ بات پریشانی کا باعث بنے گی، شیطان کو اسے بہکانے کا موقع ملے گا اور وہ جو فرض ادا کر رہا ہو گا اسے بھی ٹھیک سے ادا کرنے میں اسے پریشانی کی وجہ سے توجہ تقسیم ہونے سے مشکل پیش آئے گی، نا چاہتے ہوئے بھی لاپرواہی ہو جائے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بار بار بیان کر دیا کہ شیطان تمہارا عدو مبین ہے۔ اس لیے اگر کوئی بھی ایسا کام جو حکمت کی بجائے محض جذبات میں آ کر کیا جائے گا تو شیطان کو موقعہ فراہم کرنے کے مترادف ہو گا۔ اور قرآن وسنت ہمیں اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ اس لیے جذبات ہوں اور ہونے بھی چاہئیں لیکن جذبات کو جذبات کے مقام پر رکھا جائے گا نہ کہ ان کے مقام سے متجاوز کیا جائے گا۔

تنظیم اسلامی کو پیغام

تنظیم اسلامی کیساتھ منسلک تمام افراد کے نام۔

میرا یہ پیغام ایک خواب کی بنیاد پر مبنی ہے جسے میں خواب کے بیان کرنے سے ہی شروع کروں گا۔

خواب۔ ایک خالی کمرہ تھا جس کے درمیان ایک ہی کرسی پڑی تھی مجھے پتہ چلا کہ ڈاکٹر اسرار آئے ہیں تو میں فوراًاس کمرے میں داخل ہوا۔اور سامنے کرسی پر ڈاکٹر اسرار احمد کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی لیکن جب میں ان کے قریب گیا تو میں نے ان کے چہرے پر مایوسی و پریشانی کے آثار دیکھے جس سے مجھے لگا کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر اسرار احمد مجھ سے ناراض ہیں میری کسی حرکت نے انہیں پریشان کر دیا اس سوچ کیساتھ میں ڈاکٹر اسرار احمد کے دونوں گھٹنوں کو پکڑ کر ان کے سامنے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا ہوں اور اپنی طرف سے صفائیاں دینا شروع کر دیتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب میں نے ایسا ویسا کوئی کام نہیں اور میں اس انداز سے ان کے ساتھ بات کر رہا ہوتا ہوں کہ جیسے آپ کے خلاف آپ کے کسی بہت ہی قریبی انسان جو آپ کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے کو کسی نے جھوٹے الزام لگا کر بھڑکا دیا ہو اور آپ اسے اطمینان دلانے کے لیے اپنی صفائیاں پیش کریں۔لیکن اس دوران ایک بار بھی ڈاکٹر اسرار صاحب نے میری طرف نہیں دیکھا اور ان کے چہرے اور جسم کے آثار سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے انہوں نے میرا کوئی نقصان کر دیا ہو یا میری کسی امانت میں ان سے خیانت ہوگئی ہو۔

ڈاکٹر اسرار احمد میری صفائیاں سنتیں رہے اور پھر بولے کہ مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں اور نہ ہی تم نے ایسا کوئی کام کیا جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔جس سے مجھے اطمینان حاصل ہوگیا لیکن ساتھ ہی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے جس مقصد کے لیے تنظیم بنائی تھی تنظیم اس مقصد سے ہٹ چکی ہے جس کی وجہ سے میری یہ حالت ہے۔

میں ان کی اس بات کا تو کوئی جواب نہیں دیتا لیکن میں ڈاکٹر اسرار احمد کو کہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں میں ابھی لیکر آیا آپ اسے پڑھ کر بتائیں کہ کیسی ہے اور اگر کوئی اس میں غلطی وغیرہ ہوئی تو راہنمائی کر دیجئے۔ میں کتاب لیکر

آتا ہوں جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوتا ہے تو کرسی خالی ہوتی ہے ڈاکٹر اسرار احمد جا چکے ہوتے ہیں۔

یہ خواب مجھے ۲۴ شعبان ۱۴۳۵ ہجری، ۲۳ جون ۲۰۱۴ عیسوی کو صبح فجر سے فوراً پہلے اللہ سبحان وتعالیٰ نے دیکھایا۔
اسی صبح میری ملاقات تنظیم اسلامی کے ایک سینیئر رکن جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قریب تھے اور تنظیم اسلامی کی قیادت کے قریب ہیں سے بیان کیا۔ الحمدللہ، اللہ سبحان وتعالیٰ نے مجھے خوابوں کی تعمیر کا بھی کچھ علم اپنے فضل سے دیا ہوا ہے جس کی بنیاد پر میں نے ان سے بیان کیا۔ اوران سے سوالیا انداز میں پوچھا کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے تنظیم کو کس مقصد کے لیے قائم کیا؟
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی غرض سے
توانہوں نے کہا کہ ہاں اسی مقصد کے لیے۔ اور پھر انہی سے مجھے پہلی بار اس بات کا اس سے پہلے علم ہو چکا تھا کہ طالبان کی حکومت کے قیام کے وقت ڈاکٹر اسرار احمد انہیں بیعت دینے گئے تھے مگر ملا عمر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابھی ان کا افغانستان سے باہر نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں اس لیے آپ واپس جا کر اپنے تئیں کام کریں۔
تو اس بات کے پیش نظر میں نے ان سے کہا کہ دنیا کے حالات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ خلافت کا قیام بہت قریب آ چکا ہے لیکن جیسے ہی خلافت قائم ہو گی تو آپ کی تنظیم یعنی تنظیم اسلامی بیعت نہیں کرے گی۔ اس خواب کے بیان اور اس بات سے پہلے ہماری اکثر و بیشتر ملاقاتیں ہوتی تھیں جن میں شام کے حالات پر ہماری گفتگو ہوتی رہتی، ہم مل کر بہت گہرائی سے شام کے حالات کا جائزہ لیتے رہتے اور ہمیں اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ دنیا میں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہونے والی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ شام کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی ہم تک پہنچنے والی روایات بھی تھیں۔
اس سے ٹھیک چند دن بعد یکم رمضان ۱۴۳۵ ہجری، ۲۹ جون ۲۰۱۴ کو خلافت کے قیام کا اعلان ہوا۔ تو اس دن پھر ہماری ملاقات ہوئی ہماری خوشی کی تو انتہاء نہیں تھی لیکن وہی خواب اس وقت ہمارے ذہنوں میں تازہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد جیسے جیسے تنظیم اسلامی کا رویہ سامنے آتا گیا تو وہ تنظیم سے انتہائی مایوس ہوئے۔
یہ خواب اور اس کا مختصر سا پس منظر تھا۔ میں کبھی بھی اسے بیان نہ کرتا لیکن یہ خواب مجھے بہت بے چین کرتا ہے اور میرے اوپر بوجھ ہے اسی بوجھ کو اتارنے کی غرض سے میں آج اسے بیان کر رہا ہوں۔ کہ شاید اسی وجہ سے روز محشر ڈاکٹر اسرار احمد اس معاملے سے بری ہو جائیں۔
خواب میں میرا کتاب لیکر آنا اور ان کا اس سے پہلے ہی چلے جانا کی جو تعبیر نکلتی تھی وہ یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر اسرار احمد میری کتاب پڑھتے اور اس کے بارے میں مثبت جواب دیتے جو کہ مجھے اس وقت خواب میں اس کا یقین تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ

ڈاکٹر اسرار احمد تنظیم کی قیادت کی تبدیلی کے خواہش مند تھے اور کسی اہل انسان کو تنظیم کی قیادت دینے کے حق میں تھے لیکن ایسا نہیں ہوا وہ میرے کتاب لانے سے پہلے ہی چلے گئے جس کی تعبیر یوں بنتی ہے کہ انہوں نے جس مقصد کے لیے تنظیم کو قائم کیا جب وہ مقصد پورا ہو جائے خواہ وہ کوئی بھی کرے تو ان کی تنظیم کا کوئی جواز نہیں رہتا۔اس لیے وہ اب نہیں چاہتے کہ تنظیم کا مزید وجود رہے۔ وہ اس سے کلی طور پر بری ہیں۔

الحمدللہ آج جب میں اس واقعے کو صفحات پر اتار رہا ہوں تو خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا ہوں جیسے گویا کوئی بوجھ اٹھایا ہوا تھا جو کندھے سے اتر گیا۔

میری تنظیم اسلامی کے تمام ارکان کو اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف دعوت ہے۔ مجھے کسی قسم کا کوئی لالچ یا کوئی غرض نہیں ہے آپ لوگوں سے۔آپ پیچھے کتاب میں بہت کچھ پڑھ چکے آپ پر حق واضع ہو چکا۔آخرت میں آپ کا معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ کیساتھ ہے یہاں دنیا میں مجھے جو ذمہ داری اللہ سبحان وتعالیٰ نے دی میں نے وہ پوری کر دی۔اس کے بعد کہ جس کے پاس بھی یہ حق پہنچ چکا وہ اس سے اعراض کرے گا تو بلاشبہ اس پر حجت پوری ہو جائے گی۔اور اگر راہ ہدایت کو اختیار کرتا ہے تو کیا ہی بھلا سودا ہے۔اس کا بدلہ نہ ہی میرے ذمہ ہے اور نہ ہی مجھے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کی استطاعت دی میں آپ ہی کی طرح اللہ کی خلق ایک بشر ہوں۔ میرے ذمہ تو پہنچا دینا تھا جو میں نے پہنچا دیا۔

جان لیجئے اگر آپ اب بھی تنظیم کے خلافت علیٰ منہاج النبوٰۃ کے قیام کے نعرے کے دجل کا شکار ہو کر اس سے جڑے رہے تو ایسے نعرے سے دجل کا شکار کرنے والے انتہائی برے جادوگر ہوں گے اور جو اس جادو کا شکار ہوں گے اس کے بعد انہیں علم ہو گیا کہ یہ علماء نہیں بلکہ جادوگر ہیں تو ان سے بڑا بے وقوف کوئی اور ہو نہیں سکتا۔لہذا جتنے بھی افراد ایسے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ سبحان وتعالیٰ کیساتھ مخلص ہیں خالص اسی کی غلامی چاہتے ہیں اور اگر اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو اس فریب سے باہر آکر حق کو تھام لیجئے۔ بے شک تنگی و مفلسی آپ کو ڈرائے گی بے شک پوری دنیا آپ کی دشمن ہو جائے گی، بے شک آپ کو ملامتیں کی جائیں گی، بے شک دنیاوی نقصانات سخت ہوں گے لیکن یہ جان لیجئے کہ اسی کا بدلہ اللہ سبحان وتعالیٰ آخرت میں دیں گے۔ اگر آخرت خریدنی ہے تو اس کی قیمت بھی ادا کرنا ہو گی اور وہ قیمت دنیاوی زندگی ہی تو ہے۔اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کو صرف زبانی کلامی دعویٰ ہی درکار ہے تو اس دھوکے میں مت رہیے گا کیونکہ اللہ سبحان ہے اور اللہ غنی ہے وہ محتاج نہیں محتاج ہم ہے جو کہ اس کی مخلوق ہیں۔ اگر اسے صرف زبان سے یہی دعویٰ درکار ہوتا تو اس کے لیے بھلا یہ مشکل تھا کہ وہ تمام انسانوں کو زبان سے دعویٰ نہ کروا سکتا۔نہیں بلکہ وہ سبحان ہے وہ غنی ہے۔

آپ نے پڑھ لیا۔آپ کی آنکھیں، آپ کی زبان، آپ کا دل روز محشر اس کی گواہی دے گا اور اس سے بڑھ کر اللہ سبحان

وتعالیٰ اس پر میرا گواہ کافی ہے۔اے اللہ گواہ رہنا میں نے امانت کا حق ادا کر دیا۔

عمومی پیغام و ہر مومن پر فرض

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ!

الحمدللہ بفضل اللہ تعالیٰ ''سلسلہ ادراک وقتل دجال باب لد سے'' مکمل ہوا۔کوشش کی کہ کوئی بھی ایسا سوال نہ رہے جس کا جواب نہ دیا گیا ہو اس کے باوجود اگر کسی انسان کا کوئی سوال ہو تو لازمی ہمیں ارسال کرے اللہ کے فضل سے ہم کوشش کریں گے اس کا ضرور جواب دیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو ذمہ داری مجھ پر عائد کی میں نے اس کو پہچان کا اللہ کے فضل سے پورا کیا۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو امانت مجھے دی میں نے وہ آپ تک پہنچادی آپ پر اب تک واضح ہو چکا ہوگا کہ دنیا میں اب وقت انتہائی کم رہ چکا ہے اور اس وقت آپ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ہر مومن پر فرض ہے کہ اس کتاب کے مواد کو بغیر ردوبدل کے جہاں تک ممکن ہو دوسروں تک پہنچائیں۔اگر آپ کسی بھی زبان پر مہارت رکھتے ہیں تو جان لیجئے کہ اگر یہ نعمت اللہ نے آپ کو عطا کی تو اس کے عطا کرنے کا کوئی مقصد ہے اگر آپ نے اس نعمت کو اس مقصد کے لیے استعمال نہ کیا جس کے لیے اللہ نے عطا کی تو آپ اللہ کے قانون میں اللہ کا شکر نہ کرنے والے کفر کرنے والے کہلائیں گے۔آپ پر فرض ہے کہ اس پیغام کو ترجمہ کر کے آگے پھیلائیں اور اگر آپ میں سے کسی کو اللہ نے مال و دولت دی ہوئی ہے تو جان لیجئے یہ صرف اس مقصد کے لیے تاکہ اس کے ذریعے سے آپ کو آزمائش میں ڈالا جائے اور دولت کی آزمائش یہی ہوتی ہے کہ آیا اس کو اس کے حقداروں تک پہنچایا جاتا ہے یا نہیں۔اس وات آپ کے مال کا بہترین مقام یہی ہے کہ آپ اس پیغام کو آگے پھیلانے میں خرچ کریں اور اس کا عظیم اجر حسن آپ کو عنقریب آخرت میں ملے گا۔اس مال کو اس پیغام کے مختلف تراجم پر خرچ کریں۔اس کے علاوہ جس مومن میں جتنی استطاعت ہے وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس پیغام کو عام کرے تاکہ مومن آنے والے عذاب کا ادراک کر کے اس سے نجات پا سکیں اور کافروں پر حجت پوری ہو جائے تاکہ ان کے لیے قیامت کے یوم ایسا کوئی عذر نہ رہے کہ ان تک پیغام نہیں پہنچا تھا اور نہ ہی وہ یہ شکایت کر سکیں کہ آپ کو علم تھا اور آپ نے

ان تک نہ پہنچایا۔ اگر ایسا ہوا تو آپ اس کی پکڑ میں آئیں گے۔ یہ جان لیجئے اس انتہائی قلیل وقت میں یہ پیغام دنیا کے ہر انسان تک پہنچانا ہے آپ ذمہ داری نہیں اٹھائیں گے تو اللہ آپ کی جگہ کسی اور کو لائے گا جو اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دے گا۔

اے دنیا والوں میں تمہیں اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے اس عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو بلکل سر پر آ چکا ہے اس عذاب سے بچنے کی فکر کرو اللہ کی طرف رجوع کرو ورنہ صرف تین یوم جو کہ ایک یوم ایک سال کا یوں تین یوم تین سال کی مدت ہے انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ میرے ذمہ تو پہنچا دینا تھا سو میں نے پہنچا دیا اس پر میرا ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ گواہ ہے اے اللہ میرے لیے تو ہی گواہ کافی ہے۔

يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ

اِلَیۡهِمُ اثۡنَیۡنِ فَکَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَیۡکُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ۝۱۴ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَکۡذِبُوۡنَ ۝۱۵ قَالُوۡا رَبُّنَا یَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَیۡکُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ۝۱۶ وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝۱۷

مَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۳۰ اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَیۡهِمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ۝۳۱ؕ

الانفال
علیٰ منہاج النبوۃ

ادارہ نشرو اشاعت'' الانفال میڈیا سنٹر'' الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ